

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسلم ص 2278)

خزائن آپ ﷺ کے نبی اللہ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔ (عقائد اسلامیہ)



ماہنامہ کے عظیم المنہاج تحریک ختم نبوت کے عظیم امام اور
امیر المؤمنین فی عقیلۃ ختم النبوة
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی شان رسالت
عقیدہ ختم نبوت کی بنیاد کے تعارف پر مشتمل کتاب

حضرت نانوتویؒ

اور خدمات ختم نبوت

پندرہواں

ممتعا اللہ
بطول حیاتہ

مولانا محمد رفیع الشیرازیؒ مولانا محمد رفیع خان صفدر

فاضل جامعۃ أم القرى (مکرمہ)

مولانا محمد سیف الرحمن قاسم

جمع و ترتیب

غفر اللہ ذنوبہ و مستر غیوبہ

ناشر جامعۃ الظہیان للبنات الصالحات

055-4220696
0333-8150875

کلی نمبر 4 محمد نواز گروہ کالج روڈ گوجرانوالہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى رَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ
عرض آپ جیسے نبی اکملہ ہیں ایسے ہی نبی اکملہ ہی ہیں [تحدیرالاسنان]

عالم اسلام کے عظیم راہنما تحریک ختم نبوت کے مظلوم مجاہد حضرت
مولانا محمد قاسم نانوتوی کی شان رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کی خدمات کا تعارف

حضرت نانوتوی

اور

خدمات ختم نبوت

﴿پسند فرمودہ﴾

امام اہل السنۃ والجمیعہ والشمیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مفسر

مَعْنَا اللّٰهُ بِكُلِّ حَيَاتِهِ

جمع وترتیب

احقر عبد اللہ تعالیٰ: محمد سیف الرحمن قاسم علی عنہ

فاضل جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ

جامعۃ الطبیات للبنات الصالحات

گلی نمبر ۴ محلہ کور گڑھ کالج روڈ کورواوالہ

0333 8150875

نام کتاب : حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت
محقق و ترتیب : محرم سیف الرحمن قاسم فاضل جامعہ امام القریٰ مکہ مکرمہ
طبع اول : ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ، دسمبر ۲۰۰۸ء

تعداد : ۱۱۰۰
ناشر : جامعۃ الطیبات للبنات الصالحات

پسند فرمودہ

امام اہل السنۃ شیخ الحدیث و التفسیر حضرت مولانا محمد سر فراز خان صاحب مفسر

مَنْعَنَا اللَّهُ بِكُلِّ حَيَاةٍ

اظہار مسرت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب نبی اکرم ﷺ کی رحلت اور عقیدہ حق نبوت

کے بارے میں

مجید الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

کی منتخب عبارات اور ان کی توضیح و تشریح پر مشتمل مولانا سیف الرحمن قاسم کی کتاب کا مسودہ

حضرت امام اہل سنت مولانا محمد سر فراز خان صفدر دامت برکاتہم

کی خدمت میں پیش کیا گیا اور انہیں اس کے مندرجات سے آگاہ کیا گیا۔

حضرت مدظلہ نے مصنف کی اس محنت پر

مسرت کا اظہار

کیا ہے اور ان کیلئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دیں اور ان کی اس محنت و کاوش کو

قبولیت و ثمرات سے نواز دیں۔ آمین یا رب العالمین

دعوت

ابوعمار زائد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

۲۰۰۸/۱۲/۱۹ء

(دعوت حضرت شیخ مدظلہ)

ابوالزاہد محمد سر فراز عفی عنہ

ہفتہ ۲۱ رزوالحجہ ۱۴۲۹ھ

بمطابق ۲۰ دسمبر ۲۰۰۸ء

(دعوت مولانا منہاج الحق راشد صاحب مدظلہ)

احقر منہاج الحق عفی عنہ

نیز یہ فرمایا کہ

”خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ، ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں“
[دیکھئے مناظرہ عجیبہ ص ۵۶۔ راقم]

اسی طرح رسالہ ”قاسم العلوم“ میں وہ اپنا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں کہ

”ملائکہ اور کتب منزلہ اور رسل مرسلہ پر ایمان رکھتا ہوں پر زمین و زمان، کون و مکان، میں عرش سے لے کر فرش تک اور تَحْتِ الْفَرْیٰ سے لے کر فَوْقِ السَّمَوَاتِ تک کسی کو رسول اللہ ﷺ کے برابر نہیں سمجھتا۔ نہ پہلے کوئی ہوا نہ بعد میں کوئی ایسا ہوگا بلکہ سلسلہ نبوت آپ کے زمانہ پر ختم ہو گیا، جو بعد آپ کے کوئی شخص کسی کی نسبت نبوة کا خیال کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں“ [دیکھئے قاسم العلوم تالیف مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی ص ۵۵۵ بحوالہ رد قول فصیح]

مگرستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ خود متکلم موصوف کی اس دو ٹوک وضاحت کے باوجود نہ صرف یہ کہ قادیانی حضرات، حضرت نانوتویؒ کی ان عبارات کو متکلم کی منشا اور وضاحت کے علی الرغم مسلسل پیش کئے جا رہے ہیں، بلکہ اس پر حضرت نانوتویؒ کے خلاف فتویٰ بازی کا شوق پورا کرنے والے اور انہیں نعوذ باللہ گستاخ رسول ثابت کرنے کے خواہشمند معاندین بھی اپنا مشغلہ بدستور جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ہمارے فاضل دوست حضرت مولانا سیف الرحمن قاسم حفظہ اللہ تعالیٰ نے اسی پس منظر میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کئی کتابوں کا تفصیل سے مطالعہ کر کے ان میں سے ایسی عبارات کو زیرِ نظر کتاب میں پیش کیا ہے جن میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و مدحت اور اُن کے منصب ختم نبوت کے بارے میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے جذبات و احساسات اور عقیدہ و ایمان کی قوت و حرارت کا اندازہ ہوتا ہے، اور بلاشبہ حضرت نانوتویؒ کا یہ جذبہ ایمانی اور اس کا وہاں اظہار ہم جیسے لاکھوں مسلمانوں کیلئے ایمان میں اضافے

اور قوت کا باعث ہے۔

مولانا سیف الرحمن قاسم اس علمی کاوش پر ہم سب کی طرف سے تمہیک و تشکر کے مستحق ہیں اور ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ان کی اس محنت کو قبولیت و ثمرات سے نوازیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کیلئے استفادہ و راہنمائی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین یا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔

دستخط

(مولانا) ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

۱۹ دسمبر ۲۰۰۸ء

تقریظ حضرت مفتی عبدالقدوس مدظلہ بن مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

احقر نا کارہ کو کتاب مستطاب ”حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت“ مؤلفہ حضرت مولانا سیف الرحمن قاسم زید مجتہدہم کا مسودہ دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ بے حد خوشی ہوئی کہ اس کتاب لا جواب میں حجۃ الاسلام حضرت اقدس نانوتویؒ قدس سرہ کے حوالہ سے عقیدہ ختم نبوت اور شان رسالت سے متعلق مضامین کو بڑے جامع انداز میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ یہ عالی قدر مضامین حضرت اقدس نانوتویؒ کی مختلف کتب و رسائل میں منتشر تھے، جناب مؤلف نے سب کو ایک لڑی میں پرو کر بڑی خدمت انجام دی ہے جس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں

هٰنِیْثَا لَہُ الْعِلْمُ وَجَزَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی خَیْرَ الْجَزَاِءِ۔

ختم نبوت کے عظیم اور اہم عنوان پر حضرت نانوتویؒ نے اپنی کتب میں بہت سے مقامات پر کلام فرمایا ہے اور خاص اس موضوع پر ”تحذیر الناس“ بھی تحریر فرمائی ہے۔ اس کتاب میں ان کتب و رسائل و مضامین کے جامع پُر مغز، مختصر تعارف کے ساتھ ”تحذیر الناس“ کی

مہارت کو بھی بڑے سہل انداز میں پیش کر دیا گیا ہے۔

کتاب دیکھنے سے واضح ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے حضرت اقدس نانوتویؒ کی خدمات برصغیر کی تاریخ میں اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں آپ کے بعد اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا اور جو خدمات سرانجام دی گئیں وہ سب آپ کی مرہون منت ہیں کتاب دیکھنے سے یہ حقیقت بلا تردد آشکارہ ہو جاتی ہے **لَلّٰہِ دَرُّ الْقَائِلِ وَالْمُوَلَّفِ**۔

اپنے اکابر کے علوم و فیوض، ان کی بیش بہا تالیفات اور مضامین سے استفادہ کیلئے جہاں علوم و فنون میں مہارت کی ضرورت ہے وہیں مدارس کے مروجہ انداز تدریس میں اکابر کے تعارف اور ان کی کتب و رسائل کے اقتباسات کو شامل کرنے کی اشد ضرورت ہے، تاکہ مدارس میں پڑھنے والے طلبہ اور پڑھانے والے اساتذہ کرام کو بھی اپنے اکابر کی خدمات کا علم ہو اور وہ ان سے بھرپور استفادہ کرتے رہیں۔

حضرت اقدس والد ماجد **قُدِّسَ سِرُّہُ** فرماتے تھے کہ ہمیں حضرت جید الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتب و رسائل و مضامین کا تعارف کنز الدقائق پڑھنے کے زمانہ میں حضرت شیخ الہندؒ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد مبین صاحب خطیبؒ نے کرایا تھا، اور انہی کے متوجہ کرنے پر ہمیں حضرتؒ کی کتب پڑھنے کا موقع ملا اور پھر ”تذویر الناس“ کی عبارت پر پنجاب کے ایک مشہور سجادہ نشین سے کامیاب مناظرہ ہوا۔ یہ سب اسی کی برکت تھی کہ طالب علمی کے زمانہ سے ان عبارات کو خوب سمجھا ہوا تھا ”**إِنِّي فِي ذَلِكَ لَدُكْرِي لَمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ**“ امید ہے کہ حضرات اہل علم اس کتاب کی قدر فرمائیں گے اور اپنے تدریسی طریقہ کار میں اسے بھی جگہ دیں گے۔

نقطہ

احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۱۴ ذوالحجہ سنہ ۱۴۲۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

ایک مرتبہ اس عاجز نے معماروں کے ساتھ کام کرنے والے ایک مزدور سے پوچھا کہ تم معماروں کے ساتھ کام کرتے رہتے ہو وہ جو کچھ کرتے ہیں تمہارے سامنے کرتے ہیں۔ سالہا سال اُن کے ساتھ کام کرنے کے باوجود تم مزدوری کر کے تھوڑے پیسے کماتے ہو تم معمارین کو کام کیوں نہیں کرتے عزت بھی ہو کمائی بھی۔ وہ کہنے لگا ہمارے کچھ ساتھی بطور معمار کے کام کرتے ہیں مگر ان کے کام میں شکوہ رہتا ہے پھر اُس نے بتایا کہ معمار کے ساتھ رہنے اور ان کے کام کو دیکھنے سے کام نہیں آتا اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم کسی معمار سے بات کر کے اس کی شاگردی میں آئیں اس کو کوئی کام ملے گا وہ کہے گا ہم دو مہتری کام کریں گے دو مہتریوں کی اجرت صرف استاد کو ملے گی شاگرد کو کچھ نہ ملے گا اس طرح ایک عرصہ ساتھ رہ کر کام کریں تب کہیں یہ مہتری اپنے راز بتاتے ہیں، اپنے گھر سمجھاتے ہیں۔ پھر صحیح کام آتا ہے

اس مزدور کی بات سن کر میں نے کہا واقعی نبی کریم ﷺ نے صحیح فرمایا: اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ (بخاری ج ۱ ص ۶۶) تخریج کیلئے فتح الباری دیکھیں) ترجمہ: علم تو سیکھ کر ہی آتا ہے۔

دین کی قدر کریں:

آج دنیا میں ہر مہتر اور فن کو سیکھنے کیلئے شاگردی کی جاتی ہے مگر دین سیکھنے کیلئے دنیا کی تعلیم یا اپنے اقتدار یا اپنی سرمایہ داری کو کافی جان لیتے ہیں اس میں دین کی بڑی ناقدری ہے۔ محض اپنے مطالعہ پر اعتماد کر کے دین کو سمجھنا فتنے سے خالی نہیں ایسے لوگ عموماً گمراہ ہو جاتے ہیں۔

قاضی کوٹ خلیج مگر جو روالہ کا ایک غیر مقلد قاضی ضیاء الدین ۱۸۸۵ء میں قادیان گیا مرزا کا مرید بنا، اور اپنی آل اولاد کو بھی مستقل قادیان لے گیا وہ اور اس کے ذریعے قادیانی بننے والے بارہ آدمی وہ ہیں جو قادیانی کے خاص تین سوتیرہ مریدوں میں شامل ہوئے (اصحاب احمد ص ۲۱) یہ شخص اپنے مطالعہ پر اعتماد کرنے سے گمراہ ہوا اس کے ماننے والوں نے لکھا ہے کہ قاضی صاحب کو عربی اور علوم دینیہ میں کافی مہارت تھی اور انہوں نے زیادہ تر علم اپنے گھر میں رہ کر اور مطالعہ کے ذریعے حاصل کیا ہوا تھا (اصحاب احمد ص ۲۲)

اساتذہ سے علم حاصل کرنے کا فائدہ:

ایک مرتبہ اس عاجز نے سوچا کہ سکول و کالج اور مدارس میں تعلیم کا یہ فرق کیوں ہے کہ سکولوں کے فضلاء کو دین میں شبہات آتے ہیں جبکہ دینی مدارس کے طلبہ جواب دیتے رہتے ہیں حالانکہ سکولوں میں شبہات پڑھائے نہیں جاتے اور مدارس میں ان کے جوابات سکھائے نہیں جاتے پھر یہ بات سمجھ آئی کہ نسبت کا فرق ہے ایک کی نسبت اساتذہ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ تک جاتی ہے دوسرے کی نسبت اپنے اساتذہ کی وساطت سے یہود و نصاریٰ پروفیسروں کی طرف ہے۔ جو شخص ایمان کی حفاظت چاہے وہ اپنا تعلق اس نسبت کے ساتھ نبی ﷺ سے جوڑ لے۔

الحمد للہ اس عاجز کو اللہ تعالیٰ نے اساتذہ اور مشائخ کی وساطت سے یہ نسبت عطا کی ہے۔ راقم کے اساتذہ میں دو حضرات کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم کے پھیلانے اور ان کے دفاع میں خصوصی کردار ادا کیا ہے امام اہل السنۃ شیخ الحدیث و التفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کتاب بانی دارالعلوم لکھی عبارات اکابر اور اتمام البرہان وغیرہ کتابوں میں حضرت نانوتویؒ کا دفاع کیا اور مفسر قرآن حضرت مولانا صفونی عبد الحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ بانی مدرسہ نصرة العلوم گوجرانوالہ نے حضرت کی کتاب حجۃ الاسلام کا عربی ترجمہ کیا نیز حضرت کی ایک اور نایاب کتاب اجوبہ الرعین پر مقدمہ لکھ کر بہت اعلیٰ معیار کے ساتھ شائع کیا۔ راقم الحروف نے دورۂ حدیث کے سال ان دونوں حضرات سے حضرت نانوتویؒ کی کتابوں کی اجازت حاصل کی۔ اس مناسبت سے یہ عاجز اس کتاب ”حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت“ کا

انتساب

اپنے ان دونوں اساتذہ کی طرف کرتا ہے اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی طرح اکابر کے ساتھ جوڑے رکھے۔ تَوَلَّوْنَا مُسْلِمِیْنَ وَ اَلْحَقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ آمین نقل

بندہ محمد سیف الرحمن قاسم عفی عنہ

جامعة الطبیات للنبات الصالحات گوجرانوالہ

پانچ بج کر ۱۵ منٹ بعد از عصر بروز اتوار ۵ شوال ۱۴۲۹ھ ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۸ء

پیش لفظ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ
الرُّسُلِ وَخَاتِمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ ، اَمَّا بَعْدُ !

اہل اسلام کے ہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا آپ ﷺ کے نبی ہونے کا عقیدہ۔ کسی زمانے میں بھی اس بارے میں مسلمانوں کی دو رائے نہیں ہوئیں۔ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ مسلمان آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کو نہیں مانتے اور جو شخص آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمان بن کر ایک چیلیج نمائش تیار کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق کی طرف سے اصلاح خلق کیلئے مامور ہوا ہے اور یہ کہ مجھے من جانب اللہ یہ حکم ہوا ہے کہ غیر مذہب والوں کو اسلام کی دعوت دوں اور جو شخص میرے پاس ایک سال تک قادیاں میں رہے اور آسمانی نشان اور خوارق عادات دیکھ کر مسلمان نہ ہو تو اسے دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے ہر جانہ یا جرمانہ ادا کروں گا (ریکس قادیاں حصہ اول ص ۹۰، ۹۵) اس کے چیلیج کو ایک پنڈت لکھرام نے قبول کر لیا اور اس بارے میں مرزا سے خط و کتابت شروع کی اس کے نام ایک خط کے اندر مرزا قادیانی لکھتا ہے مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیا کچھ ظاہر ہوگا ہم صرف بندہ مامور ہیں ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کس طور کا نشان ظاہر کرے گا۔ (ریکس قادیاں حصہ اول ص ۹۶) اس ہندو پنڈت نے مرزا قادیانی کو غیر مسلم کہتے ہوئے مسلمانوں کا ترجمان تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

عقیدہ ختم نبوت غیر مسلموں کی نظر میں:

پنڈت لکھرام لکھتا ہے کہ اس کلمہ سے کہ ہم صرف بندہ مامور ہیں اور زیادہ تر آپ کے اشتہار کی پہلی اور دوسری سطر سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے اور حضرت

مسیحی کا نام مبارک لکھ کر ان کے برابر آپ کو ظاہر کیا ہے اس موقع پر بیجا نہ ہوگا کہ اگر ہم حضرات علماء اسلام کو متوجہ کریں کیونکہ خاص و عام اہل اسلام پر اظہار من القمیس ہے کہ حضرت رسالت پناہ ختم المرسلین ہیں پس ایسے دعویدار پر تعزیر شرعی کا فتویٰ کیوں نہیں لگاتے کیونکہ خانگی دشمن سخت خرابی لاتے ہیں اور گمراہ بھیدی لٹکا ڈھاتا ہے (رئیس قادیاں مسہ اول ص ۹۷ بحوالہ لکھرام از آریہ سماج امر تر ۵ اگست ۱۸۸۵ء) دیکھا کہ ایک پٹت بھی اس کا اقرار کرتا ہے کہ تمام اہل اسلام کے ہاں نبی کریم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اظہار من القمیس ہے۔ گویا ختم نبوت کا عقیدہ اَجْلَسِ الْبَدِیْہِیَّات (اسلام کے انتہائی ٹھوس عقائد) میں سے ہے۔ یہ واقعہ اس دور کا معلوم ہوتا ہے جب مرزا قادیانی کے عقائد علماء اسلام کے ہاں کھل کر سامنے نہیں آئے تھے اور علماء اس کی باتوں کی تاویل کر کے کفر کا فتویٰ دینے سے گریز کرتے تھے۔

قادیانیوں کی حماقت:

قادیانیوں کے کفر کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو خدا تعالیٰ کا آخری نبی نہیں مانتے عجیب بات یہ بھی ہے کہ مرزائی مسلمانہ کذاب اور اسودھنسی کو نبی نہیں مانتے اس کے برخلاف مرزا قادیانی کو نہ صرف یہ کہ نبی مانتے ہیں بلکہ اس بے ایمان کا دفاع بھی کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش میں بھی لگے رہتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ مسلمانہ کذاب اور اسودھنسی بے شک یہ دونوں جھوٹے تھے مگر مرزا قادیانی جھوٹ بولنے میں ان دونوں سے بہت بڑھا ہوا تھا۔

سبب تالیف:

گذشتہ دنوں راقم الحروف کی نظر سے مرزائیوں کا ایک کتابچہ گزرا جس کا نام ہے ”احمدیت پر اعتراضات کے جوابات“ یہ ایک مطبوعہ تقریر ہے جو قاضی محمد نذیر مرزائی نے ۱۹۷۰ء کو مرزائیوں کے سالانہ جلسے میں کی تھی۔ اس کتابچے میں اُس مرزائی نے نبی کریم ﷺ کے بعد

نبوت کے جاری رہنے پر بعض کتابوں کی عبارتیں بے سوچے سمجھے نقل کی ہیں اکثر کتابیں عربی زبان میں ہیں جن کا اس نے اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ اس موقع پر اس ظالم نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ المتوفیٰ ۱۲۳۸ھ کی کتاب تحذیر الناس ص ۲۸ کی ایک عبارت بھی پیش کی ہے۔

بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نئی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے

گا (احمدیت (۱) پر اعتراضات کے جوابات ص ۱۰)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی شخصیت پاک و بیہ کے مسلمانوں میں بہت مشہور اور مسلمہ شخصیت ہے۔ ان کی کتاب تحذیر الناس اگرچہ اردو میں ہے مگر خاصی علمی اور پیچیدہ کتاب ہے اس لئے مرزائی اس کتاب کی وجہ سے کم علم مسلمانوں کو الجھاتے ہیں۔ چنانچہ شہباز احمد چشتی (ایم اے) نے تحذیر الناس سے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ایک عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ایسی ناقص تحریروں کا سہارا لے کر ہی مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت محمدی کا انکار کیا (ضیاء الامت و تحفظ ختم نبوت ص ۱۲) مطلب یہ ہے کہ حضرت ملا علی قاریؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور دیگر مستند علماء کرام کی جو عبارتیں مرزائی اجراء نبوت کے لئے پیش کرتے ہیں وہ بھی ناقص ہوتی ہیں۔ مرزائی کامل عبارتیں پیش نہیں کرتے سیاق و سباق کو نہیں دیکھتے اسی طرح حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی جن عبارتوں کو مرزائی پیش کرتے ہیں وہ بھی ناقص ہیں۔ کامل عبارتوں کو لیا جائے تو معاملہ کھل کر سامنے آجائے اور پتہ چل جائے گا کہ مرزائی ان کے فتوے سے بھی کافر ہی ٹھہرتے ہیں۔

اس کے بعد شہباز احمد لکھتا ہے کہ جب ۷ ستمبر ۱۹۷۳ء کو پاکستان قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کیلئے دلائل دیئے جا رہے تھے تو قادیانیوں کے نمائندہ مرزا ناصر نے اپنے مسلمان ہونے کے دفاع میں تحذیر الناس کی مذکورہ بالا عبارت ہی کا حوالہ دیا تھا۔

تحریک تحفظ ختم نبوت میں حضرت نانوتویؒ کا کردار:

راقم الحروف کو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتابوں کے ساتھ کافی عرصہ سے دلچسپی ہے زمانہ طالب علمی میں بھی ان کتابوں کو دیکھا اور بعد میں بھی پڑھا اللہ کے فضل و کرم سے سنہ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند جانے کا موقع ملا، دیوبند سے حضرت کی کتابوں کو بالخصوص خرید کر لایا۔ یہ تو حقیقت ہے کہ حضرتؒ کی کتابیں عام کتابوں سے مشکل ہیں مگر ایک بات ان کی کتابوں کو پڑھنے سے بآسانی سمجھ آ جاتی ہے کہ حضرت نے مسلمان تو مسلمان غیر مسلموں کو بھی اسلام کے بنیادی عقائد و توحید و رسالت کو سمجھانے کے لئے شدید محنت کی ہے بالخصوص آپ ﷺ کی عظمت اور ختم نبوت کو ثابت کرنے کے لئے جتنا کام حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے کیا اور جس انداز سے عقلی نقلی دلائل سے اس عقیدے کو ثابت کیا اور غیر مسلموں کے ساتھ تقریری و تحریری مباحثوں کے دوران اس کو منوایا۔ راقم الحروف کے ناقص مطالعہ میں تاریخ اسلام میں کوئی عالم اس طرح کا نہیں گزرا۔

حضرت نانوتویؒ پر الزام:

مرزا نیوں نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے کلام کا غلط مطلب بیان کیا تاکہ ان کو اپنا ہموار ثابت کریں مرزا نیوں کے برخلاف کچھ لوگوں نے یہ افتراء باندھا کہ حضرت نانوتویؒ نے ختم نبوت کا انکار کر دیا اور جو نبی کریم ﷺ کو آخری نبی نہ مانے وہ کافر ہے لہذا حضرت نانوتویؒ معاذ اللہ کافر ہیں اور یہاں تک کہہ دیا کہ جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اور اس الزام تراشی کو عقیدہ ختم نبوت کی خدمت قرار دیا آپ اپنی عقل کو کام میں لا کر عدل و انصاف سے بتائیں کہ ایسے عمل کو عقیدہ ختم نبوت کی خدمت کہا جائے یا اس حرکت کو مجاہد تحریک تحفظ ختم نبوت کا قتل قرار دیا جائے۔ کیا اس کی مثال ایسے نہ ہوگی جیسے کسی بے گناہ آدمی پر چوری کا الزام لگا کر ہاتھ کاٹا جائے اور پھر سے کہا جائے کہ ہم نے حد نافذ کرنے کا ثواب حاصل کر لیا حالانکہ

حدیث پاک میں ہے کہ قاضی حد کے معاف کرنے میں غلطی کر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ حد کے نفاذ میں غلطی کر لے (مکتوۃ طبع بیروت ج ۲ ص ۱۰۶۱)

حضرت نانوتوی تحریک تحفظ ختم نبوت کے بانی:

مرزا قادیانی کا فتنہ مولانا کی وفات کے کئی سال بعد شروع ہوا مولانا کی وفات ۱۲۹۷ھ کو ہوئی اور مرزا قادیانی پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ ۱۳۰۱ھ میں دیا گیا اور یہ فتویٰ علماء لدھیانہ نے دیا تھا (رئیس قادیان ج ۲ ص ۱) اس کے بعد علماء نے اس فتنے کے رد کو اپنا مقصد بنالیا اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے زندگیاں وقف کر دیں۔ اس موضوع پر کتابیں لکھیں دلائل جمع کئے اشکالات کے جوابات دیئے۔

حضرت نانوتویؒ کا ایک کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر اس زمانے میں کام کیا جب ہندوستان میں خود کو مسلمان کہنے والا کوئی شخص ختم نبوت کا منکر نہ تھا۔ اگر ان کی زندگی میں یہ فتنہ اٹھتا تو خدا جانے وہ کیا کچھ کر گزرتے۔ ان کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ختم نبوت کے اعلان اور اس کے اظہار کے لئے بہانے کی تلاش میں رہتے تھے قبلہ نما، انصار الاسلام اور مباحثہ شاہجہانپور وغیرہ (جن کے مفصل حوالہ جات آرہے ہیں) کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ اور کتاب تحذیر الناس کا تو موضوع ہے ہی شان رسالت اور ختم نبوت کا بیان۔ اس اعتبار سے مولانا کو ہندوستان میں تحریک تحفظ ختم نبوت کا بانی کہا جائے تو بجا نہ ہوگا۔

تحریک ختم نبوت کا مظلوم مجاہد:

نہایت دکھ افسوس اور حیرت ہوتی ہے کہ کائنات میں جس عالم دین نے سب سے بڑھ کر ختم نبوت کا پرچار کیا اور نہایت ٹھوس بنیادوں پر اس کام کو اٹھایا۔ الزام لگانے والوں نے اس کو بھی نہ بخشا۔ اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا کہ ایسی ہستی پر انکار ختم نبوت کا الزام لگایا اُن پر کفر کے فتوے دیئے ان کے خلاف کتابیں لکھیں تقریریں کیں مقالے پڑھے اور شائع کئے اور عوام

الناس کو ان کے خلاف ابھارا۔ کسی پاکدامن پر تہمت لگانے پر حد قذف لگتی ہے عام مسلمان کو کافر کہنے سے انسان لعنت کا حق دار ٹھہرتا ہے تو بتائیں کہ ختم نبوت کے اتنے بڑے مجاہد پر یہ الزام کتنا بڑا صریح ظلم ہوگا؟ حضرت نانوتویؒ کو اس حوالے سے اگر

﴿تحریک ختم نبوت کا مظلوم مجاہد﴾

کہا جائے تو بالکل بجایا ہے۔

علاء حق نے حضرت نانوتویؒ پر الزامات کا دفاع کیا راقم الحروف بھی متعدد کتابوں میں اس پر کچھ نہ کچھ لکھتا رہا ہے مگر راقم کے خیال میں یہ دفاع کافی نہیں بلکہ اُن کی روحانی اولاد کی ذمہ داری ہے کہ اُن کے فیوضات کو پھیلانے عوام کو بھی پتہ چلے کہ مولانا کیا تھے؟ اور لوگوں نے ان کو کیا سمجھ لیا؟ ”شواہد ختم النبوة من سيرة صاحب النبوة ﷺ“ اور ”آیات ختم نبوت“ کے بعد اس سلسلہ کی ایک کڑی یہ کتاب ہے جس کا نام ہے ”حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت“۔ یہ بھی پہلی دو کتابوں کی طرح کتاب ”نَبِيُّ الْأَنْبِيَاءِ ﷺ“ کا حصہ ہے۔ اس کتاب میں حضرت کی مختلف کتابوں سے بالخصوص ان عبارتوں کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی شان کو یا آپ کے آخری نبی ہونے کو بیان کیا ہے بعض کتابیں تحذیر الناس کے بعد کی ہیں۔ آخر میں تحذیر الناس کی عبارات کا حل بھی دیا جائے گا۔ امید ہے کہ اس کے بعد ان شاء اللہ کوئی منصف مزاج شخص اُن کو ختم نبوت کا منکر کہنے کی جرات نہ کرے گا باقی ضد کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

﴿چند علمی نکات﴾

پہلا نکتہ:

راقم الحروف کی عادت ہے کہ علم انھو پڑھاتے وقت تصغیر کی بحث میں طلبہ و طالبات کو ایک نکتہ ایمانیہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتا ہے وہ نکتہ یہ ہے کہ تصغیر میں چھوٹائی یا حقارت کے

معنی ہوتے ہیں کتاب سیبویہ میں اس کا نام تحقیر بھی ہے (کتاب سیبویہ ج ۳ ص ۴۱۵، ۴۲۳) نحو صرف کے علماء نے لکھا ہے کہ عظمت والے ناموں سے تعظیم نہیں آتی (شذائ العرف ص ۱۱۲، التقریح علی التوضیح ج ۲ ص ۳۱۷) نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تین مردوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اسود بنی مُسَبِّلَمَہ اور طَلَبَحَہ۔ اَسْوَد کا معنی ہے کالا۔ اور انسان میں سیاہ رنگت ہمارے ہاں بھی پسندیدہ نہیں اور اہل عرب کے ہاں بھی نہیں۔ مسیلہ اور طلحہ تصغیر و تحقیر کے صیغے ہیں۔ مسیلہ کا معنی ہے چھوٹا مسلمہ اور طلحہ کا معنی ہے چھوٹا طلحہ۔ کتنی حماقت کی بات ہے کہ جن کے نام میں چھوٹائی، حقارت اور ناپسندیدگی کا معنی ہے وہ سید الرسل اور خاتم الانبیاء کے مقابل نبوت کا دعویٰ کرنے لگے اور اس زمانے کے مسیلہ پنجاب قادیانی کا نام ہے غلام احمد۔ جس کے نام پر غلامی کا لیل لگا ہوا ہے اس کو اپنے نام کی بھی حیا نہیں آئی ایسا شخص احمد مجتبیٰ ﷺ کا مد مقابل بن کر کہاں پناہ پائیگا؟

دوسرا نکتہ:

نبی کریم ﷺ نے چالیس سال کی عمر تک نبوت کا دعویٰ نہ کیا اور جب کر دیا پھر کبھی بھول کر بھی اس سے غافل نہ ہوئے شاید اسی لئے نیند کی حالت میں آپ کی آنکھیں سوتی تھیں آپ کا دل نہیں سوتا تھا (دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۱۵۴) کہ سونے کی حالت میں یا نیند سے بیدار ہوتے وقت بھی آپ کی زبان سے خلاف حق کوئی بات نہ نکلے جیسا کہ عام لوگوں سے ایسی غلطی ہو جاتی ہے واللہ اعلم [دوسرے ملکوں کے بادشاہوں کو جو خطوط لکھوائے ان میں بھی یہ لکھوایا ”مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ“ جبکہ قادیانی خط لکھتا تھا یا کوئی کتاب تصنیف کرتا تو اس پر لکھتا خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی (دیکھئے مرزا کی کتاب برکات الدعاء ص ۴۶، ۴۷) اگر وہ نبی ہوتا تو اس منصب کو ہرگز نہ بھولتا۔

تیسرا نکتہ:

اس نکتے کا تعلق اسم منسوب کی بحث سے ہے اور اس میں مرزائیوں کے خود ساختہ نام

کا عجیب و غریب رد بھی ہو جاتا ہے وہ کہتے یہ ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں کو مالکی کہا جاتا ہے جبکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا نام و نسب یوں ہے محمد بن ادریس بن محاس بن عثمان بن شافع (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۶۱) ان کے مقلدین کو محمدی نہ کہا گیا بلکہ ان کے دادے کے دادے کی نسبت سے شافعی کہا گیا حالانکہ خود امام صاحب کو بھی شافعی کہا جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں کو احمدی نہ کہا گیا بلکہ باپ کی طرف نسبت کر کے حنبلی کہہ دیا گیا۔ امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو صحیح مسلم کہا جاتا ہے جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا نام ہے محمد بن اسماعیل ان کی کتاب کو صحیح محمد نہ کہا گیا صحیح بخاری کہا گیا امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے محمد بن عیسیٰ ان کی کتاب کو سنن محمد نہ کہا گیا سنن ترمذی کہا گیا امام نسائی کا نام ہے احمد بن حنبل ان کی کتاب کو سنن احمد نہ کہا گیا سنن نسائی کہا گیا۔ ہاں امام احمد بن حنبل کی کتاب کا نام سنن نہیں مسند ہے اس کی نسبت میں ایسا اشتباہ نہ تھا اس لئے اس کو مسند احمد کہہ دیا گیا۔

اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر امام شافعی کے مقلدین کو محمدی اور امام احمد کے مقلدین کو احمدی کہا جاتا تو بادی النظر میں یہ سمجھ آتا کہ یہ محمدی ہیں یعنی حضرت محمد ﷺ کو ماننے والے ہیں، یہ احمدی ہیں یعنی حضرت احمد مجتہبی ﷺ کا ماننے والے ہیں یہ تو مسلمان ہیں اور جو خفی یا مالکی ہیں یہ محمدی نہیں احمدی نہیں یہ غیر مسلم ہیں حالانکہ تمام صحیح العقیدہ مسلمان کسی بھی امام کے مقلد ہوں مسلم ہیں۔ اس اشتباہ سے بچنے کے لئے دو اماموں کے اصل ناموں کی طرف نسبت نہ کی مالکی اور خفی ناموں یہ خرابی نہ تھی اس کو استعمال کر لیا۔ دیکھو امام احمد کی طرف نسبت کے باوجود ان کے مقلدین کو احمدی نہ کہا گیا تو ان عقل کے اندھوں کو غلام احمد کی طرف نسبت کر کے احمدی کہیے کہا جائے جبکہ امام احمد کے ماننے والے بچے مسلمان اور غلام احمد قادیانی کے ماننے والے بچے بے ایمان مرتد۔ پھر ان کی ایک اور جرأت دیکھو کہ قادیانی کے مریدوں کو اصحاب احمد کہہ کر صحابہ کرام کے برابر کرنے کی کوشش کی۔ اس لئے ان کیلئے مرزائی کا لفظ استعمال کیا جائے ان

کو قادیانی کہا جائے۔ احمدی کا لفظ ان کیلئے ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔

اس میں غیر مقلدین کے لئے بھی درس عبرت ہے جنہوں نے اپنا نام ”اہل حدیث“ رکھا اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ حدیث کو ماننے والے تو یہی ہیں دوسرے لوگ حدیث کے منکر ہیں جبکہ سب مسلمان بفضلہ تعالیٰ قرآن وحدیث کو ماننے کی وجہ سے ”اہل قرآن وحدیث“ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کی گہری سمجھ عطا فرمائے آمین

﴿سوچنے کی چند باتیں﴾

(۱) بعض ازواج مطہرات نے غرپے کی زیادتی کا مطالبہ کیا آنحضرت ﷺ سخت ناراض ہوئے، ایک ماہ بعد سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۸، ۲۹ راتیں کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ کے نکاح میں رہتا ہے تو دنیا کی چاہت چھوڑنی ہوگی۔ آپ نے باری باری یہ آیت سنائی سب نے دنیا کا مطالبہ چھوڑ کر آپ کے ساتھ رہنے کو پسند کیا۔ (از تفسیر عثمانی ۵۶۰ بخاری ج ۲ ص ۷۰۵) قادیانی نے اپنی پہلی بیوی کو محلقہ بنائے رکھا اور جب مرزا احمد بیک کی بیٹی سے شادی کو جی لپھایا تو اپنی اس محلقہ بیوی سے کہا کہ یہ کام کرو اور نہ تجھے طلاق دوں گا اور بالآخر اس بیک بیوی کو طلاق دے ڈالی (ریکس قادیاں ص ۷۱۸ تا ۱۹۱۸)

دیکھا آپ نے کہ سچے نبی دنیا طلبی پر سخت ناراض اور جموعے شخص نے دنیا کی وجہ سے بیوی کو طلاق دی۔

(۲) نبی کریم ﷺ کا امید بنت شراحیل سے نکاح کیا تھا کی ہو تو کہنے لگی اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ آپ نے فوراً اس سے جدائی کر لی اس کے بعد کبھی اس کا ذکر نہ کیا (بخاری ج ۲ ص ۹۲) جبکہ مرزا احمد بیک کی بیٹی کے دوسری جگہ نکاح کے بعد بھی قادیانی اس کا ذکر نہ چھوڑتا تھا یہاں تک کہ ایک اخبار والے نے چھاپا کہ میں مغربیہ مرزا کی بیوی نصرت سے شادی کروں گا اور ایک لہبا چڑھا خواب بیان کیا (ریکس قادیاں ج ۱ ص ۱۶۰ ج ۲ ص ۱۳۱) کیا اب کہا جاسکتا ہے کہ قادیانی، نبی کریم ﷺ کا پیروکار تھا؟

(۳) حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کی بیوی نے خود گناہ کی دعوت دی آپ جوان تھے صحت مند اور خوب رو تھے گمراہ سے دور، سالہا سال سے اُسی عورت کے گھر میں رہتے تھے، آپ نے جیل جانا پسند کیا مگر خدا کی نافرمانی نہ کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی طرح معصوم تھے مگر قادیانی بے ایمان اُن پر الزام تراشی سے بھی باز نہ آتا تھا (حوالہ جات کیلئے دیکھئے ریکس قادیاں ج ۱ ص ۱۷۲، ۱۷۳)

﴿حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت اور ان کی دینی خدمات﴾

انگریز کے تسلط سے پہلے ہندوستان میں جا بجا دینی مدارس قائم تھے ان مدارس کے اخراجات کیلئے ہندوستان کے امراء و سلاطین نے چھ سو سال کی طویل مدت میں لمبے لمبے اوقاف مقرر کئے تھے سنہ ۱۲۵۴ھ بمطابق ۱۸۳۸ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے ان تمام اوقات کو ضبط کر لیا یہ مدارس بند ہو گئے انگریز نے عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی سرکاری ملازمت کیلئے جس تعلیم کو ضروری قرار دیا اس میں بے دینی سکھائی جاتی تھی دین کا ورد رکھنے والے پریشان ہوئے کہ ہندوستان میں ایمان کو کیسے باقی رکھا جائے ان خطرناک حالات میں سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند میدان میں آیا اجتماعی چندے سے چلنے والا سب سے پہلا مدرسہ یہی ہے علی گڑھ یونیورسٹی اور دیگر مدارس اس کی تقلید میں بنے ہیں یقیناً دارالعلوم دیوبند کا ہندوستان کے مسلمانوں پر بڑا عظیم احسان ہے اس دارالعلوم دیوبند کے بانی کو تاریخ میں مولانا قاسم نانوتویؒ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (انظر تاریخ دیوبند از سید محبوب رضوی ص ۳۰۲ تا ۳۳۵)

مولانا نانوتویؒ شعبان یا رمضان ۱۲۳۸ھ (۱۸۳۲ء) میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک جاتا ہے آپ حضرت صدیقؓ کی اولاد سے ہیں (سوانح عمری ص ۳) بچپن ہی سے بڑے ذہین ہوشیار نیک اور بہادر تھے ابتدائی تعلیم دیوبند کے کتب میں پھر سہارنپور میں حاصل کی بڑی کتابوں کیلئے مولانا مملوک العلی نانوتویؒ کے ساتھ دہلی تشریف لے گئے حدیث کی کتابیں مولانا عبد الغنی مجددیؒ سے پڑھیں ابوداؤد و شریف مولانا اسماعیل سہارنپوریؒ کے پاس پڑھی اس کے بعد حاجی امداد اللہ مہاجر کئی سے سلوک کی منازل طے کیں اللہ تعالیٰ نے مولانا کو علم عمل اور اخلاص تینوں میں کمال عطا فرمایا تھا ذیل میں اس سلسلہ میں مولانا کے چند القاف لکھے جاتے ہیں۔

(۱) زمانہ طالب علمی میں جب طلبہ سے علمی بحث ہوتی آپ سب پر غالب رہتے منطق فلسفہ کی مشکل ترین کتابیں میرزا ہدایت قاضی صدرائے شاہنشاہی پڑھا کرتے تھے جیسے حافظ قرآن منزل سناتا ہے کہیں کہیں کوئی لفظ فرماتے اور ترجمہ تک نہ کرتے تھے استاذ محترم سے بعض طلبہ نے شکوہ کیا کہ حضرت یہ تو کچھ سمجھتے ہی نہیں معلوم ہوتے فرمایا میرے سامنے طالب علم بغیر سمجھے چل نہیں سکتا وہ طرز عبارت سے سمجھ لیتے تھے کہ مطلب سمجھا ہے یا نہیں یہی حال مولانا رشید احمد گنگوہی کا تھا۔ ص ۵

(۲) بخاری شریف کے آخری چند پاروں کا عربی حاشیہ مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے حضرت نانوتویؒ سے لکھوایا (سوانح عمری ص ۶) اور یہ حاشیہ آج بھی بخاری شریف پر چھپتا ہے۔ حضرت کی عبارات کے ضمن میں ان شاء اللہ اس کے حوالے بھی آرہے ہیں۔

(۳) مولانا مملوک العلیؒ نے آپ کو سرکاری سکول میں داخل کرایا مدرسہ کے استاد سے کہا میں خود پڑھاؤں گا مولانا سے کہا تم خود ہی اقلیدس دیکھ لو اور قواعد حساب کی مشق کر لو چند روز میں آپ دیکھ کر فارغ ہو گئے طلبہ حیران ہوئے پوچھ پچھ کی آپ کب عاری تھے ہر بات کا جواب درست دیا کسی ماسٹر کے دیئے ہوئے مشکل ترین سوالات لائے آپ نے اس کے ہر سوال کا جواب دیا پھر اس سے چند سوال کئے وہ جواب نہ دے سکا اس پر مولانا کی بڑی شہرت ہوئی جب امتحان سالانہ کے دن آئے تو مولانا نے مدرسہ چھوڑ دیا (سوانح عمری ص ۶) اس لئے کہ ملازمت کرنا یا سرکاری نوکری کرنا تو مقصد نہ تھا۔

مولانا مملوک العلی رحمہ اللہ تعالیٰ یرقان کے مرض میں مبتلا ہوئے باقی شاگرد رات کو سو جاتے مولانا برابر خدمت میں معروف رہتے اور پٹکھا جھیلتے رہتے (سوانح عمری ص ۶)۔ آپ تنہائی پسند تھے اکثر سناکت رہتے باوجود خوش مزاج اور ظرافت کے ترش روا اور منموم جیسی صورت بنائے رہتے بیمار ہوتے تب بھی شدت کے وقت کسی نے جان لیا تو جان لیا اور نہ خبر نہ ہوئی دوا کرنا تو کہاں؟ ص ۷

فرماتے تھے اس علم نے خراب کیا ورنہ اپنی وضع کو ایسی خاک میں ملاتا کہ کوئی بھی نہ جانتا پرندوں کے گھونسلے ہوتے ہیں میرا تو کھونسلہ بھی نہ ہوتا مولانا یعقوب نالوتو تو فرماتے ہیں اس شہرت پر بھی کسی نے کیا جانا جو کمالات تھے وہ کس قدر تھے کیا ان میں سے ظاہر ہوئے آخر سب کو خاک میں ملا دیا اپنا کہنا کر دکھلایا۔ مسئلہ کسی کو نہ بتاتے حوالہ کسی پر فرماتے فتویٰ پر نام لکھنا اور مہر کرنا تو درکنار اول امامت سے بھی گھبراتے وعظ بھی نہ کہتے تھے۔ (سوانح عمری ص ۸)

دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ کبھی مسجد سے یا مدرسے سے تنخواہ نہ لی مطیع احمدی میں صحیح کتب کا کام کرتے تھے چار پانچ روپے صحیح کی خدمت پر لیتے تھے مہمان نوازی مولانا پر ختم تھی جو ملتا خرچ کر دیتے تھے۔ (سوانح عمری ص ۸)

طبیعت میں استغناء اتنا تھا کہ ایک مرتبہ حجامت بنوارہے تھے کہ ایک رئیس صاحب ملنے کیلئے دیوبند حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں رومال میں بندھے ہوئے بہت سے روپے تھے سلام عرض کیا اور وہ رقم قدموں میں ڈال دی حضرت نے اسے قدموں سے الگ کر دیا تب انہوں نے ہاتھ باندھ کر بسنت قبول فرمالینے کی درخواست کی بالآخر بہت انکار کے بعد انہوں نے تمام روپیہ حضرت کی جوتیوں میں ڈال دیا حضرت جب اٹھے تو نہایت استغناء کے ساتھ جوتے ہماڑے اور سارا روپیہ زمین پر گر گیا پھر مولانا نے حافظ انوار الحق صاحب سے ہنس کر فرمایا حافظ بی اہم بھی دنیا کھاتے ہیں اور اہل دنیا بھی دنیا کھاتے ہیں فرق یہ ہے کہ ہم دنیا کو ٹھکراتے ہیں اور وہ ہمارے قدموں میں پڑتی ہے اور دنیا دار اس کے قدموں میں گرتے ہیں اور وہ انہیں ٹھکراتی ہے اور یہ ہمارا کردار ہے وہیں تقسیم فرمایا (ارواحِ خلاص ص)

مولانا اکثر تقریر کرتے کرتے بیچ میں رک جاتے پھر شروع کرتے اس کی وجہ دریافت کی گئی فرمایا ایک ہی مضمون کے بیسیوں پیرائے اور عنوانات ذہن میں ایک دم آتے ہیں تو طبیعت رک جاتی ہے اور میں اس پر غور کرنے لگ جاتا ہوں کہ کس کولوں اور کس کو چھوڑ دوں (ارواحِ خلاص) مولانا کی تعینفات کو دیکھ کر اس کی صداقت ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت کی اس بات میں

کوئی مبالغہ نہیں ہے حضرت کی بیشتر تصنیفات میں یہ چیز دیکھنے میں آتی ہے کہ آپ وقت کی تنگی کا شکوہ کرتے ہیں ایسے مضامین بیان کرتے ہیں جو کسی کتاب سے منقول نہیں ہوتے اور نہ ان کے بارے میں کسی کا حوالہ دیتے ہیں مگر اس کے باوجود فرماتے ہیں وقت کم ہے ورنہ میں یہ بھی لکھتا وہ بھی لکھتا۔

ہاں یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ مولانا کی بعض عبارتیں بعض کی وضاحت کرتی ہیں بعض مضامین ایک کتاب میں مجمل دوسری میں مفصل ہیں ایک کتاب میں اس سے پہلو جہی کی گئی ہے دوسری میں اس کو ذکر کر دیا گیا ہے اس لئے حضرت کی کتابوں کو سمجھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ کی مختلف کتابوں کو بار بار پڑھا جائے اور ہمت نہ ہاری جائے۔ حضرت نانوتویؒ کی کتابوں کو پڑھنا شروع میں مشکل ہے مگر ان کتابوں کے پڑھنے سے انسان ذہین سے ذہین تر ہو جاتا ہے۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ انتہائی متواضع تھے مگر اساتذہ پر تنقید برداشت نہ کرتے تھے ایک مرتبہ آپ راہپور تشریف لے گئے ایک غیر معروف سرائے میں قیام کیا خدا کی قدرت کسی طرح لوگوں کو پتہ چل گیا آپ شہر تشریف لائے لوگوں نے درخواست کی آپ نے وعظ فرمایا وہاں کے کسی عالم نے آپ کے استاذ مولانا ملک العلّی نانوتویؒ کی کسی کتاب پر اعتراض کئے تھے ان کا جواب دیا اور نہایت جوش میں فرمایا یہ کیا بات ہے کہ لوگ گھر بیٹھے اعتراض کرتے ہیں اگر کچھ حوصلہ ہے تو میدان میں آجائیں مگر ہرگز یہ توقع لے کر نہ آئیں کہ وہ قاسم سے عہدہ برآ ہو سکیں گے پھر فرمایا میں کچھ نہیں ہوں مگر جن کی میں نے جوتیاں سیدھی کی ہیں وہ سب کچھ تھے۔ (ارواحِ ثلاثہ)

دارالعلوم دیوبند کی ابتداء تو محمد مسجد انار کے درخت کے نیچے ہوئی جب طلبہ زیادہ ہو گئے تو حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشورہ دیا کہ مدرسہ کیلئے مستقل جگہ ہونی چاہئے جگہ خریدی گئی سنگ بنیاد کے موقعہ پر مختلف شہروں سے لوگ حضرت نانوتویؒ کا وعظ سننے آ گئے مجمع کا اصرار تھا کہ حضرت نانوتویؒ پہلی اینٹ رکھیں مگر آپ نے مولانا اصغر حسینؒ کے نانا

جی میا جی منے شاہ سے پہلی اینٹ رکھوائی ان کی نسبت اور تقویٰ کی وجہ سے کہ وہ سید ہیں اور بزرگ پھر حاجی عابد حسین صاحب سے پھر مولانا گنگوہی سے لوگوں کے اصرار کے بعد چوتھے نمبر پر آپ نے اینٹ رکھی۔ حمۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نیکی کے کاموں میں ہمیشہ خود سبقت کے جاتے مگر ظاہری امتیاز اور شہرت سے بچتے تھے خود کبھی آگے نہ ہوتے تھے۔ حب مال اور حب جاہ کا گویا آپ کے ہاں سرکنا ہوا تھا دارالعلوم دیوبند آپ کی علمی شخصیت کی وجہ سے بنا لیکن جب بنی عمارت کے سنگ بنیاد کا وقت آیا تو باوجود اصرار کے چوتھے نمبر پر آپ نے اینٹ رکھی (ایضاً)

تواضع کا یہ عالم تھا کہ ایک جولاہے نے آپ کی دعوت کی اس دن بارش ہو گئی وہ لینے نہ آیا حمۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ خود اس کے پاس تشریف لے گئے اس نے بارش کا طرہ پیش کیا فرمایا تمہارے ہاں جو پکا ہے لے آئیں وہ معمولی سا ساگ لے آیا خوشی سے تناول کر کے فرمایا بس جی تمہاری دعوت ہو گئی (ارواحِ خلاصہ ص ۲۹۲)

مولانا متواضع ہونے کے ساتھ ساتھ غیرت مند اور خوددار بھی بہت تھے فرماتے تھے کہ جو شخص ہمیں محتاج سمجھ کر ہدیہ دیتا ہے اس کا ہدیہ لینے کو جی نہیں چاہتا اور جو اس غرض سے دیتا ہے کہ ہمارے یعنی دینے والے کے گھر میں برکت ہو اور ہمارے لے لینے کو ہمارا احسان سمجھے اس کو ہدیہ لینے کو جی چاہتا ہے اگرچہ وہ چار پیسے ہی ہوں (ارواحِ خلاصہ ص ۳۳۶)

اپنے علوم اور کمالات کو نبی علیہ السلام اور پھر اپنے اکابر کی برکات کا مظہر سمجھتے تھے اپنی اجواب کتاب قبلہ نما کے آخر میں فرماتے ہیں:

اب میں شکر خداوندی دل و جان سے ادا کرتا ہوں کہ مجھ سے روسیاء سراپا گناہ ناہنجار بد اطوار پر خداوند عالم نے فضل فرمایا کہ میری عقل نارسا ان مضامین بلند تک پہنچی یہ طفیل حضرت خاتم النبیین ﷺ کا ہے ورنہ میں کہاں اور یہ باتیں کہاں؟ (قبلہ نما ص ۱۰۴)

حمۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ میں عشق نبوی کا کمال درجے کا پایا جاتا

تھا آپ نے جس والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار اپنے قصائد میں فرمایا شاید ہی کسی شاعر نے اپنے محبوب سے ایسی محبت کا اظہار کیا ہو

اس زمانہ میں مختلف ادیان کی تحقیق کے عنوان سے ہندوؤں نے مناظرے رکھے عیسائیوں اور مسلمانوں کو بھی بلایا گیا۔ مسلمانوں نے اسلام کی نمائندگی کیلئے حضرت نانوتویؒ کو بلایا آپ ان مناظروں میں ہمیشہ کامیاب رہے اسلام کی حقانیت کو ثابت کر کے حجت تمام کر دی مولانا کی کئی کتابیں اور تقریریں ہندو مذہب کی تردید میں ہیں مثلاً انتصار الاسلام قبلہ نمائندہ لمحہ حجت الاسلام میلہ خدا شناسی مباحثہ شاہجہانپور۔۔

مولانا یعقوب نانوتویؒ نے فرمایا اب مجھے مولانا کی وفات قریب معلوم ہوتی ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے ان سے جو کام لینا تھا وہ پورا ہو چکا اور وہ یہ تھا کہ تمام مذاہب کے جتنے میں اسلام کی ایک منادی ہو جائے اور اللہ کی حجت بندوں پر پوری ہو جائے (ارواحِ ثلاثہ ص ۲۵۴) اس لئے مولانا کو حجۃ الاسلام کا لقب دیا گیا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا مولانا کچھ عرصہ بیمار رہ کر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۹۷ھ کو دار فانی کو چھوڑ گئے انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا اس کو بھرتا تو ہمارے بس میں نہیں مگر المیہ یہ ہے کہ مولانا کی کتابوں سے استفادہ نہیں کیا جاتا مولانا کی کتابوں سے استفادے کی صورت یہ ہے کہ ان کی مختلف کتابوں کو بار بار پڑھا جائے بسا اوقات ایک کتاب میں اجمال ہوتا ہے دوسری میں اس کی تفصیل مل جاتی ہے

مولانا نبی کریم ﷺ سے انتہائی عشق و محبت رکھتے تھے ادب کا یہ عالم تھا کہ حضرت مدنیؒ فرماتے تھے آپ نے سبز رنگ کا جوتا جو اس زمانے میں عام تھا کبھی نہیں پہنا مدینہ منورہ میں باوجود سواری ملنے کے ننگے پاؤں چلے حتیٰ کہ پاؤں زخمی ہو گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت شیخ الہند جیسے شاگرد عطا کئے وہ ابھی اتباع سنت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ذیل میں حضرت نانوتویؒ کے چند اشعار دیئے جاتے ہیں یہ اشعار قصائد قاسمی میں ہیں اس قصیدے کے کچھ اشعار مولانا مدنیؒ نے

الشہاب الثاقب ص ۲۸، ص ۵۱ میں بھی نقل کیے ہیں شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ نے فضائل درود شریف کا خاتمہ بھی ان کے بعض اشعار پر کیا ہے فرماتے ہیں۔

جہاں کے سارے کمالات تجھ ایک میں ہیں ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
خوشا یہ نصیب کہاں نصیب مرے تو جس قدر ہے بھلا میں اسی قدر برا
یہ سن کے کہ آپ شفیع گناہ گاران ہیں کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار
اڑائے خاک میری مشیت خاک کو پس مرگ کرے حضور کے روضہ کے آس پاس ثار

حضرت نانوتویؒ کے مسلک کی بنیاد چار اصولوں پر ہے اللہ کی محبت رسول اللہ ﷺ کی

محبت قرآن وحدیث اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان اصولوں کو اپنانے کی توفیق دے آمین

☆☆☆☆☆☆

﴿علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی خدمات﴾

ریاست بہاولپور کی ایک مسلمان خاتون نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ اس کا شوہر مرزا نیت قبول کر کے اسلام سے خارج ہو گیا اس لئے اس کا نکاح باقی نہیں رہا یہ صرف ایک خاتون کی آبرو کا معاملہ نہ تھا بلکہ اس مسئلہ کا تعلق اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت سے تھا اور خود سرور دو عالم ﷺ کی عزت و ناموس کا سوال درپیش تھا اس لئے اس مقدمہ کو بے پناہ شہرت و اہمیت حاصل ہوئی۔ نواب آف بہاولپور نے مقدمہ ایک جج کے حوالے کر کے شرعی فیصلہ کرنے کا حکم صادر کیا قادیان کی پوری قوت حرکت میں آگئی اور مسلمانوں نے بھی ملک کے چوٹی کے علماء کو بیانات کے لئے مدعو کیا علامۃ العصر سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیوبند میں جب پہلی پیشی کی اطلاع ملی تو آپ بہت کمزور تھے مرض بڑی شدت پر تھا اور موسم سخت گرم تھا مدرسہ دیوبند کے بڑے بڑے علماء نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ اس کمزوری اور تکلیف میں سفر نہ فرمائیں ہم میں سے جن کو آپ حکم دیں ہم اس خدمت کیلئے تیار ہیں مگر آپ نہ مانے خود بہاولپور پہنچے جب واپس گئے تو ان علماء سے فرمایا آپ ناراض نہ ہونا کہ میں نے آپ کی بات نہیں مانی میں خود اس لئے گیا ہوں کہ حضور اقدس ﷺ قیامت کے دن میری شفاعت سے انکار نہ فرماویں کہ میری عزت کا سوال تھا تو نے خود سفر کیوں نہ کیا۔

بہاولپور کی ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ شاید یہ بات مغفرت کا سبب بن جائے کہ پیغمبر ﷺ کا جانبدار ہو کر بہاولپور آیا تھا۔ آپ کے عشق رسالت کا اس سے اندازہ کریں کہ آپ نے انتہائی کمزوری اور نقاہت کے باوجود جناب رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت اور اس ضمن میں پیش آنے والے مسائل پر کئی دن مسلسل پانچ پانچ گھنٹے عدالت میں بیان دے کر علم و عرفان کے دریا بہائے اور مرزائیوں کو ہر مسئلہ میں لا جواب کیا آپ کے بیانات نے مقدمہ کی کاپی پلٹ دی آپ نے وفات سے کچھ دن پہلے خدام کو فرمایا کہ میری چار پائی اٹھا کر مدرسہ لے چلو وہاں پہنچ کر آپ

نے سب علماء کو جمع کیا اور فرمایا میں بہت کمزور ہوں اٹھ نہیں سکتا ایک بات کہنے آیا ہوں جس کسی کو حضور ﷺ کی شفاعت کی آرزو ہو وہ آپ کی عزت و حرمت کی حفاظت کرے اور فتنہ مرزائیت کے مٹانے اور اس سے مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کرتا رہے۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر مقدمہ بہاولپور کے فیصلہ سے پہلے میری زندگی پوری ہو جائے تو میری قبر پر فیصلہ سنا دیا جائے ۱۹۳۳ء میں آپ کا وصال ہوا اور ۱۹۳۵ء میں جج صاحب نے اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ کیا جس میں مدعا علیہ کے ارتداد کی تاریخ سے نکاح کو منسوخ اور مرزائیوں کو کافر قرار دیا۔

حضرت مولانا محمد صادق مرحوم بہاولپور سے دیوبند گئے اور حضرت کی وصیت کے مطابق مزار پر حاضر ہو کر جج صاحب کا فیصلہ بلند آواز سے آپ کو سنایا (بارگاہ رسالت اور بزرگان دیوبند ص ۲۶ تا ۲۸ از مولانا عبد اللہ صاحب مہتمم مدرسہ دارالہدی بھکر)

مولانا محمد انوریؒ فرماتے ہیں کہ علامہ انور شاہ صاحبؒ بہاولپور شہر میں جامع مسجد ودیگر مقامات پر قادیانیت کے خلاف تقریر کرنے کیلئے علماء کو بھیجتے رہتے تھے دودفعہ احقر کو بھی بھیجا ان ایام میں اس قدر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے چہرہ مبارکہ پر انوار کی بارش ہوتی رہتی تھی ہر شخص اس کو محسوس کرتا تھا حضرت نے بارہا دیکھا کہ اندھیرے کمرے میں مراقبہ فرما رہے ہیں لیکن روشنی ایسی جیسے بجلی کے قمتے روشن ہوں حالانکہ اس وقت بجلی گل ہوتی تھی بہاولپور جامع مسجد میں جمعہ کی نماز حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ پڑھایا کرتے تھے بعد نماز کچھ بیان بھی ہوتا تھا ہزاروں کا مجمع رہتا تھا پہلے جمعہ میں فرمایا تھا:

”حضرات میں نے ڈابھیل جانے کیلئے سامان سفر باندھ لیا تھا کہ یکا یک مولانا غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ کا خط دیوبند موصول ہوا کہ شہادت دینے کیلئے بہاولپور آئیے چنانچہ اس عاجز نے ڈابھیل کا سفر ملتوی کیا اور بہاولپور کا سفر کیا یہ خیال کیا کہ ہمارا نامہ اعمال تو سیاہ ہے ہی شاید یہی بات میری نجات کا باعث ہو جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا جانب دار ہو کر بہاولپور آیا

تھا۔ بس اس فرمانے پر تمام مسجد میں چیخ و پکار پڑ گئی لوگ دھاڑیں مار مار کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے خود حضرت پر ایک عجیب کیفیت و وجد طاری تھا ایک مولوی صاحب نے اختتام و عظ پر فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کی شان ایسی اور آپ ایسے بزرگ ہیں وغیرہ حضرت فوراً کھڑے ہوئے اور فرمایا:

حضرات! ان صاحب نے غلط کہا ہے ہم ایسے نہیں بلکہ ہمیں تو یہ بات یقین کے درجہ کو پہنچ گئی کہ ہم سے گلی کا کتا بھی اچھا ہے ہم اس سے گئے گزرے ہیں یعنی وہ اپنی گلی اور محلے کا حق نمک خوب ادا کرتا ہے مگر ہمارے ہوتے ہوئے لوگ ناموس پیغمبر پر حملہ کرتے ہیں (واقعات و کرامات اکابر علماء دیوبند ۲۱۰، ۲۱۱ من جانب ثناء اللہ سعد بحوالہ انوار انوری)

﴿سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا کردار﴾

تقسیم ملک کے بعد حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سیاسیات سے الگ ہو کر جناب رسول اللہ کی ختم نبوت کی حفاظت پر کمر بستہ ہو گئے ملک بھر کے دورے کئے اور ناموس رسول ﷺ کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کو بیدار کیا جس کے نتیجے میں ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے بے شمار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا اور ہزاروں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اسی زمانہ کی بات ہے کہ حضرت حافظ الحمد میث مولانا محمد عبداللہ درخواسی رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ طیبہ گئے وہاں خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی حضور اقدس ﷺ نے ان کو حضرت امیر شریعت کے نام سلام اور اپنے کام میں لگے رہنے کا پیغام دیا تھا آپ کے اس دور کے چند خطابت پارے ملاحظہ فرمائیے۔

ختم نبوت میرا جزو ایمان ہے جو شخص اس ردا کو چوری کرے گا جی نہیں چوری کا حوصلہ کرے گا میں اس کے گریبان کی دھجیاں پھاڑ دوں گا میں میاں کے سوا کسی کا نہیں نہ اپنا نہ پر اپنا میں انہی کا ہوں وہی میرے ہیں۔ جس کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے قسمیں کھا کھا کے آراستہ کیا

ہو میں ان کے حسن و جمال پر نہ مرنٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور لعنت ہے ان پر جو ان کا نام تو لیتے ہیں لیکن سارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشا دیکھتے ہیں۔۔۔۔۔ آپ کی عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی خطابت ہی سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کہا تھا۔

کانوں میں گونجتے ہیں بخاری کے زمرے

بلبل چمک رہا ہے ریاض رسول میں

(بارگاہ رسالت اور بزرگان دیوبند ص ۲۶ تا ۲۸ از مولانا عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ دارالحدیٰ بکھر)

﴿حمد و نعت کا تلازم﴾

حضرت مولانا محمد انوریؒ فرماتے ہیں: ایک دفعہ غالباً ۱۹۵۴ء کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ملتان سے لائل پور [یعنی فیصل آباد] تشریف لائے ایک مکان پر ان کی دعوت تھی احقر بھی مدعو تھا۔ احقر بھی حاضر ہوا، ملاقات پر حضرت انور شاہ صاحبؒ کی باتیں ہونے لگیں میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

قہوہ حمد راسخ دانور دارچینی زنت مصطفیٰ

[شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے انور شاہ کشمیری حمد خداوندی کے قہوہ کیلئے مصطفیٰ ﷺ کی نعت سے دارچینی ضروری ہے]

یہ شعر سنتے ہی مولانا عطاء اللہ شاہ صاحبؒ پھڑک گئے کہ اس سے معلوم ہوا کہ حمد خدا پوری ہی نہیں ہوتی جب تک کہ نعت رسول ﷺ نہ کہی جائے۔ (انوار انوری ص ۲۰۸) اس لئے راقم کہتا ہے کہ ان حضرات کا مسلک چار چیزوں کا مجموعہ ہے: اللہ کی محبت رسول اللہ ﷺ کی محبت قرآن اور حدیث۔ اور جو شخص ختم نبوت کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ کبھی مومن نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر اس کے دل میں اللہ کی محبت ہو تو اللہ نے جو اپنے نبی ﷺ کو یہ اعزاز دیا وہ کبھی اس کا انکار نہ کرے۔ ختم نبوت کا منکر کبھی اللہ کا دوست نہیں ہو سکتا۔ اللہ کا کوئی دشمن ہی اس عقیدے کا انکار کرے گا۔

باب اول

خلاصہ تحقیق نانوتوی در شان رسالت و ختم نبوت

راقم نے طالبات کو عقائد پڑھاتے وقت حضرت نانوتویؒ کے موقف کی وضاحت کی پھر اس کو قدرے تفصیل کے ساتھ مرتب کر کے کتاب ”اسلامی عقائد“ میں اس کے بعد کتاب ”آیات ختم نبوت“ میں طبع کرایا۔ اس بحث کو یہاں بھی ذکر کیا جاتا ہے اور کتاب ”نَبِیُّ الْأَنْبِیَاء“ میں ان شاء اللہ مزید وضاحت کے ساتھ لکھا جائے گا۔

اس سے پتہ چلتا ہے جس طرح حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کی شان کو بیان کیا ہے اس طرح ادوروں نے بیان نہ کیا اور ساتھ ہی ختم نبوت کا اعلان بھی کرتے گئے۔ حضرتؒ نے درج ذیل وجوہات سے دیگر انبیاء علیہم السلام پر نبی کریم ﷺ کی فوقیت کو ثابت کیا ہے۔

نمبر ۱: نبوت کا تفوق:

آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت سورج کی طرح ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت چاند ستاروں کی طرح ایک جگہ آپ نے لکھا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ امت کے نبی ہیں اسی طرح آپ ﷺ انبیاء کے بھی نبی ہیں (تحدیر الناس صفحہ ۳۴) حضرت کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کیلئے نبی ہیں مگر ہمارے نبی ﷺ کیلئے امتی ہیں آپ ﷺ امت کے بھی نبی اور معراج کی رات انبیاء علیہم السلام کے بھی امام بنے۔ پہلے زمانے میں ایک وقت میں ایک سے زیادہ نبی ہوتے تھے جیسے موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام مگر نبی کریم ﷺ کی شان ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی اور نبی نہیں اگر بالفرض آپ ﷺ پہلے انبیاء کے زمانے میں تشریف لاتے تو وہ انبیاء علیہم السلام آپ کی اتباع کرتے۔ دوسری جگہ حضرت فرماتے ہیں کہ آپ سب سے اعلیٰ ہیں اس لئے آخر میں آئے کہ جیسے بڑی عدالت میں انسان بعد میں جاتا

ہے اسی طرح اعلیٰ نبی کو اللہ نے آخر بھیجا (دیکھئے انقصار الاسلام ص ۵۸) حضرت نانو توئی کا منشا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو نبوت آپ ﷺ کی برکت سے ملی حضرت کی اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ قیامت کے دن جب تک آپ ﷺ شفاعت نہ کریں گے کوئی اور نبی شفاعت نہ کرے گا جب تک آپ ﷺ کو اسی نہ دیں گے اوروں کی گواہی موقوف رہے گی۔

نمبر ۲: معجزات کا تفوق:

حضرت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے معجزات دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے اعلیٰ ہیں موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ پتھر سے پانی کے چشمے نکلتے ہیں کمال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی اعثمان مبارک سے پانی کے چشمے نکلتے تھے جس سے لشکر کے لشکر سیراب ہو جاتے تھے گوشت پوست سے پانی کا نکلتا زیادہ عجیب ہے کیونکہ زمین اور پتھر سے تو چشمے نکلا ہی کرتے ہیں مگر انگلیوں سے تو پانی نہیں نکلا کرتا۔ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ لاشی سانپ بن گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ مارے سے پرندہ بن گیا مگر نبی ﷺ کا معجزہ کہ سوکھاتا آپ کے غم میں رونے لگ گیا اور یہ معجزہ ان معجزوں سے زیادہ عظیم ہے اس لئے کہ لاشی نے سانپ بن کر وہی کام کیا جو سانپ کیا کرتے ہیں اور مارے سے بنے ہوئے پرندے نے وہی کام کیا جو پرندے کیا کرتے ہیں مگر آپ ﷺ کا معجزہ زیادہ عجیب ہے کہ کھجور کے تنے نے تنا ہوتے ہوئے محبت میں رو کر وہ کام کیا جو ایک سمجھدار اور عقلمند درودل رکھنے والے انسان کا ہوتا ہے (ماخوذ از مباحثہ شاہجہانپور ص ۳۵ تا ۴۰، قبلہ نماص ۱۲، ۱۵)

نمبر ۳: آپ کا عقل و فہم میں اعلیٰ و افضل ہونا:

حضرت فرماتے ہیں کہ عقل و فہم میں آپ ﷺ سے ممتاز تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ خود اُمی تھے اور جس ماحول میں پیدا ہوئے ہوش سنبھالا بلکہ عمرگزاری وہ علوم سے یکنخت خالی، نہ علوم دینی کا پتہ، نہ علوم دنیوی کا۔ اس کے باوجود ایسی لا جواب کتاب لائے ایسا

محکم آئین ایسی واضح ہدایات دے گئے کہ اُن اُن پڑھ لوگوں کو عقائد و عبادات معاملات، اخلاق اور سیاسیات میں بڑے بڑے اہل عقل کا پیشوا بنادیا ان کے کمال پر اہل اسلام کی بیشمار کتابیں شاہد ہیں ایسے علوم بتائیں تو سہی کس قوم اور کس مذہب والوں کے پاس ہیں جس کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ کا یہ حال ہو اُن کے استاد اور مربی یعنی حضرت محمد ﷺ کا کیا حال ہوگا؟ (مباحثہ شاہجہانپور ص ۳۰، ۳۱)

نمبر ۴: اخلاق میں بلندی :

حضرت فرماتے ہیں آپ ﷺ اخلاق میں سب سے بلند تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نہ کہیں کے بادشاہ تھے نہ بادشاہ زادے نہ امیر نہ امیر زادے نہ تجارت کا سامان نہ کھیتی کے بڑے اسباب نہ میراث میں کوئی چیز ہاتھ آئی نہ خود کوئی دولت کمائی ایسے افلاس میں ملک عرب کے گردن کشوں، جفاکشوں برابر کے بھائیوں کو ایسا مسخر کر لیا کہ یہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں اپنا خون بہانے کو تیار ہوں۔

پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دور روز کا ولولہ تھا نکل گیا ساری عمر اسی کیفیت میں گزار دی یہاں تک کہ گھربار چھوڑا زن و فرزند چھوڑے مال و دولت چھوڑی آپ کی محبت میں سب پر خاک ڈالی۔ انہوں سے آمادہ جنگ و پیکار ہوئے کسی کو آپ مارا کسی کے ہاتھوں آپ مارے گئے یہ تسخیر اخلاق نہیں تھی تو اور کیا تھی یہ زور و شمشیر کس تنخواہ میں آپ نے حاصل کیا ایسے اخلاق کوئی بتائے تو سہی کس میں تھے؟ کسی اور کی نبوت میں شک ہو کہ نہ ہو حضرت محمد ﷺ کی نبوت میں کسی اہل عقل و انصاف کو شک کی گنجائش نہیں بہر حال یہ بات واجب التسلیم ہے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء کے قافلہ کے سالار، سب رسولوں کے سردار اور سب میں افضل اور سب کے خاتم ہیں (مباحثہ شاہجہانپور ص ۳۱، ۳۲)

نوٹ: یاد رہے کہ کتاب قبلہ نما ایک ہندو پنڈت دیانند سرسوتی کے جواب میں لکھی گئی اور

کتاب مباحثہ شاہجہانپور عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ کئے گئے مناظرہ کی روئداد ہے ان کتابوں اور ان مباحثوں کے اندر مولانا نے آپ ﷺ کی ختم نبوت کو واضح الفاظ میں ذکر فرمایا ایک موقع پر فرماتے ہیں کسی اور نبی نے دعویٰ خاتمیت نہ کیا۔ کیا تو حضرت محمد ﷺ نے کیا چنانچہ قرآن وحدیث میں بقرع موجود ہے سوا آپ کے اگر آپ سے پہلے دعویٰ خاتمیت کرتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے مگر دعویٰ خاتمیت تو درکنار انہوں نے یہ فرمایا کہ میرے بعد جہان کا سردار آنے والا ہے (مباحثہ شاہجہانپور ص ۳۵) (۱)

کتنے تعجب کی بات ہے کہ وہ شخص جو غیر مسلموں کے جمعوں میں جا کر کھول کھول کر نبی کریم ﷺ کی خاتمیت کا اعلان کرتا رہا لوگوں نے اس کی ناکمل عبارتوں کو لے کر اس پر ختم نبوت کے انکار کا الزام لگا دیا۔

مسلمانوں سوچو تو سہی اگر وہ شخص ختم نبوت کا منکر تھا تو مسلمانوں نے اسلام کی ترجمانی

(۱) انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان مذکور ہے ”اس کے بعد میں تم سے بہت باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں (یوحنا باب ۱۲ آیت ۳۰)

یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کا دعویٰ نبوت تو بڑا کام ہے ہی مگر ختم نبوت کا دعویٰ اس سے بھی بڑا ہے کوئی شخص اس زمانے میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ تو کر دیتا ختم نبوت کے جھوٹے دعویٰ کی جرات نہ کرتا کیونکہ نبی کریم ﷺ سے پہلے ہزار ہا سال سے انبیاء کرام مسلسل آتے رہے نبی کریم ﷺ نے اعلان کیا کہ نبوت کا سلسلہ آپ کے ساتھ ختم ہو گیا اور پھر نبوت آپ کی بعثت کے ساتھ کٹ چکا ہے اس اعلان پر چودہ صدیوں سے زیادہ گزر گئیں مگر کوئی ایسا شخص ظاہر نہ ہوا جو اس دعویٰ کو توڑ دے۔

تو یہ نبی کریم ﷺ کے سچے ہونے پر ایک بہت بڑی دلیل ہے اگر آپ کا اپنے اعلان کی سچائی کا یقین نہ ہو تو اپنی آمد کے ساتھ ختم نبوت کے اعلان کی جرات نہ کرتے کیونکہ ان سے پہلے انبیاء کے طریق کے یہ بات مخالف تھی۔ (دیکھئے بشریۃ المسیح ونبوۃ محمد ﷺ مکتب الہدین ص ۲۹۱، ۲۹۲)

کیلئے کافروں کے مقابلہ میں اُس کو کیوں چن لیا جنہوں نے آپ پر کفر کے فتوے لگائے اُن کو کیوں نہ بلایا اگر وہ ختم نبوت کا منکر ہوتا تو ان موقعوں پر اس کو ختم نبوت کے اعلان کی کیا مجبوری۔
 تھی اگر وہ ختم نبوت کا منکر ہوتا تو غیر مسلم کہہ دیتے کہ تو تو مسلمانوں کا نمائندہ نہیں۔ یا یہ کہ تو ختم نبوت کا منکر ہے اس موقع پر ختم نبوت کا کس منہ سے کر رہا ہے؟ الغرض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر ختم نبوت کے انکار کا الزام جھوٹ ہے اسی طرح حضرت مولانا ظلیل احمد سہارنپوریؒ اور دیگر علماء حق پر گستاخ رسول ہونے کا الزام نرا جھوٹ ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے آمین۔ (اسلامی عقائد ص ۵۵ تا ۵۸ آیات ختم نبوت ص ۵۹۲ تا ۵۹۶)

(۵) آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیاں اور انبیاء سے بڑھ کر ہیں:

جو شخص وقائع آخرت کی خبر دیتا ہے وہ دور تک کی خبر دیتا ہے..... اب دیکھئے کس کی پیشگوئیاں زیادہ ہیں اور پھر وہ بھی کہاں کہاں تک اور کس کس قدر دور دور از زمانہ کی باتیں ہیں؟ رہا یہ احتمال کہ آخرت کی پیشگوئیوں کا صدق اور کذب کس کو معلوم ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ کوئی پیشگوئی کیوں نہ ہو قبل وقوع سب کا یہی حال ہوتا ہے۔ اگر دو چار گھڑی پیشتر کی ہو تب تو اکثر حاضرین کو معلوم ہوگا ورنہ بیان کسی کے سامنے کی جاتی اور ظہور کسی کے سامنے ہوتا ہے۔

تورات کی پیشگوئیوں کو دیکھ لیجئے بعض بعض تو اب تک ظہور میں نہیں آئیں بہر حال پیشگوئیاں اگلے ہی زمانے میں جا کر معجزہ ہو جاتی ہیں یعنی ان کا معجزہ ہونا اگلے زمانے میں معلوم ہوتا ہے..... بالجملہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی پیشگوئیاں بھی اس قدر ہیں کہ کسی اور نبی کی نہیں کسی صاحب کو دعویٰ ہو تو مقابلہ کر کے دیکھیں جن میں سے کثرت سے صادق بھی ہو چکی ہیں مثلاً خلافت کا ہونا، حضرت عثمانؓ اور حضرت حسینؓ کا شہید ہونا اور حضرت حسنؓ کے ہاتھ دو گروہ اعظم کا صلح ہو جانا، الخ (حجۃ الاسلام ص ۳۹، ۴۰)



﴿باب دوم﴾

اس باب میں حضرت نانوتویؒ کی اپنی کتابوں کی عبارات دی جائیں گی ترتیب یوں ہوگی پہلے کتاب کے ٹائٹل کا عکس، اس کے بعد اُس کتاب کا تعارف، پھر عبارات کو رکھا جائے گا ہر عبارت کے ساتھ کتاب کا نام اور صفحہ نمبر بھی دیا جائے گا اور اگر مناسب ہو تو سطر نمبر بھی دی جائے گی اور جہاں ضرورت ہوگی ان شاء اللہ سمجھانے کے لئے حواشی لگائیں گے۔

اور مرزائیوں کو یہ چیلنج ہوگا کہ حضرت سے انکار ختم نبوت کی صریح عبارتیں دکھاؤ اور دوسرے یہ کہ عالم اسلام میں کوئی ایسا شخص پیش کرو جس نے اس انداز میں یہ عقیدہ سمجھایا ہو۔ مولانا اُس زمانے میں جب نہ کوئی نبوت کا دعویدار تھا، اور نہ ختم نبوت کا کوئی منکر تھا ختم نبوت پر اتنا کام کر گئے تو اگر قادیانی اُس زمانے میں لکھتا تو کتنا کام کرتے۔ مولانا کے دلی جذبات کا فیض تھا کہ آپ کے شاگردوں نے اور شاگردوں کے شاگردوں نے اس فتنے کی سرکوبی کے لئے خود کو وقف کر دیا۔

حضرت کی ان واضح تصریحات کے آنے کے بعد ”تحذیر الناس“ کے خلاف لکھی گئی کتابیں کالعدم سمجھی جائیں جس کو مولانا پر کوئی اعتراض کرنا ہو پہلے اس کتاب کا مکمل جواب دے پھر اُس کی طرف رخ کرے۔ وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ وَالْمُعِينُ۔

الَّذِي وَلَظِيقٌ لِّطَبْعِهِ الْخَوَّازِيُّ سَخِيبَتِي أَدْلَى خِفَافَةٍ مِنْ رَحْمَةِ الْكَلَامَةِ وَالطَّبَائِعُ أَمَّا الْأَمْرُ بِمَنْعِ

والله اعلم بالصواب فان الحكماء لم يوافقوا في ذلك ولا في غيره من مسائلهم التي اختلفوا فيها
والله اعلم بالصواب فان الحكماء لم يوافقوا في ذلك ولا في غيره من مسائلهم التي اختلفوا فيها

الحمد لله

[illegible]

والأمر بالخصوص الزائد

[illegible]

ملنے کا یہ

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ کراچی

الطبعة الاولى - ١٩٢٨

طبعة الثانية - ١٩٤١ م

﴿عبارات حاشیہ صحیح البخاری﴾

مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بخاری شریف پر حاشیہ لکھ کر تصحیح کر کے شائع کرنے کا کام شروع کیا تو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو اس کام میں تعاون اور رفاقت کی سعادت نصیب ہوئی بخاری شریف جو ہندوپاک میں چھٹی ہے اس کے تیس پارے بنائے جاتے ہیں حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ بخاری شریف کے آخری پانچ چھ پاروں کا حاشیہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے لکھا (سوانح عمری ص ۶ طبع لاہور) مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی فرماتے ہیں: مولانا نانوتویؒ اس وقت نو عمر تھے (۱۲۶۹-۱۲۶۸ھ) مولانا نانوتویؒ کی عمر اس وقت اکیس سال تھی (ولادت ۱۲۳۸ھ) مگر اس کام کیلئے جس دینی علمی کمالات کی ضرورت تھی وہ مولانا میں بدرجہ اتم موجود تھے چنانچہ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نے بخاری شریف کے آخری پاروں کے حاشیہ کی تکمیل کا کام مولانا محمد قاسم کے سپرد فرمایا (قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ص ۷۳)

حضرت نانوتویؒ نے بخاری شریف کے کتنے پاروں کا حاشیہ لکھا؟

مولانا یعقوب نانوتویؒ کہتے ہیں پانچ چھ پاروں کا بعض ساڑھے چار پاروں کا حاشیہ بتاتے ہیں جبکہ مولانا یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور کی تحقیق رائے یہ ہے کہ مولانا نانوتویؒ کا حاشیہ آخری تین پاروں پر ہے (تفصیل کیلئے دیکھئے قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ص ۷۵ تا ۷۷)

ہم نے اس کم از کم والے قول کو لے کر سرسری سا مطالعہ کیا تو بھی کئی جگہوں پر نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اعلان مل رہا ہے۔ اگر حضرت نانوتویؒ کے دل میں خدا نخواستہ ایسی کوئی بات ہوتی تو اس عربی تحریر میں ملا علی قاری یا شاہ ولی اللہ کی کوئی مبہم سی عبارت لکھ دیتے جو بعد میں اس کیلئے کام دیتی دیکھیں مرزا قادیانی کے دل میں چور تھا اس نے براہین احمدیہ کے پہلے

حصوں میں جو اپنے خطرناک دعووں سے پہلے تحریر کئے گئی ایسی عبارتیں لکھیں جن کو بعد میں اپنے باطل دعووں کیلئے بطور تائید کے پیش کرتا تھا۔ اب ذیل میں حاشیہ بخاری سے کچھ عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت نافوتوی حاشیہ بخاری میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

صَدَقَ فِي زَمَانِهِ أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ لِأَحَدٍ غَيْرِهِ نُبُوَّةٌ فَإِنْ قُلْتَ هَلْ يَقَالُ لِصَاحِبِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةِ لَكَ شَيْءٌ مِنَ النُّبُوَّةِ قُلْتُ جُزْءُ النُّبُوَّةِ لَيْسَ بِنُبُوَّةٍ إِذْ جُزْءُ الشَّيْءِ غَيْرُهُ أَوْ لَا هُوَ وَلَا غَيْرُهُ فَلَا نُبُوَّةَ لَهُ وَقَالَ ابْنُ التَّيْنِ مَعْنَى الْحَدِيثِ أَنَّ الْوَحْيَ يَنْقُطِعُ بِمَوْتِي (بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۵ حاشیہ نمبر ۵)

ترجمہ: آپ کے زمانہ میں یہ صادق ہے کہ آپ کے علاوہ کسی اور کیلئے نبوت باقی نہ رہی۔ پھر اگر کہا جائے کیا اچھی خواب والے کیلئے کہنا درست ہے کہ اس کو نبوت کا کچھ حصہ حاصل ہے میں کہوں گا نبوت کا جز نبوت نہیں کیونکہ شے کا جز اس کا غیر ہوتا ہے یا نہ وہ عین ہوتا ہے نہ غیر لہذا اچھے خواب دیکھنے والے کو نبوت حاصل نہیں ہے ابن التین نے فرمایا حدیث کا معنی یہ ہے کہ وحی میری وفات کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔

(☆) اس حاشیہ میں خط کشیدہ تین جگہ ختم نبوت کا اعلان ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتُلَ فِتْنَتَانِ عَظِيمَتَانِ يَكُونُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ دَعَاؤُهُمَا وَاحِدَةٌ وَحَتَّى يَمُوتَ دَجَالُونٌ كَذَّابُونَ قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ الْحَدِيثُ ترجمہ: قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ دو جماعتیں ایسی نہ لڑیں جن میں بڑی لڑائی ہو دونوں کا دعویٰ ایک ہو اور یہاں تک کہ تیس کے قریب دجال کذاب نکلیں ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

دَجَالُونٌ كَذَّابُونَ کے حاشیہ میں حضرت نافوتوی لکھتے ہیں

دَجَالُونَ اَيَّ خَلَاطُونَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ مُمَوِّهُونَ وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ
الدَّجَالِ الْاَكْبَرِ اَنَّهُمْ يَدْعُوْنَ النَّبُوَّةَ وَهُوَ يَدْعِي الْاِلَهِيَّةَ لَكِنْ كُلُّهُمْ مُشْتَرِكُونَ فِي
التَّمْوِيهِ وَاِدْعَاءِ الْبَاطِلِ الْعَظِيمِ وَقَدْ وَجَدَ كَثِيرٌ مِنْهُمْ وَقَضَحَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى
وَاَهْلَكَهُمْ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴ احاشیہ ۱۱)

ترجمہ: دجالوں کا مطلب ہے حق و باطل کو رلا ملا دینے والے، ملیع سازی کرنے والے (پھر
لکھتے ہیں) ان جھوٹے نبیوں میں اور دجال اکبر میں فرق یہ ہے کہ یہ نبوت کا دعویٰ کریں گے اور
دجال اکبر خدائی کا دعویٰ کرے گا لیکن دھوکہ دینے میں اور بہت بڑے جھوٹ کا دعویٰ کرنے میں
یہ سب شریک ہوں گے ان میں کذاہین میں سے بہت سے پیدا ہو چکے ہیں اللہ نے ان کو ذلیل
کیا اور ان کو ہلاک کیا ہے۔

(☆) دیکھئے اس عبارت میں بھی حضرت نانو توئیؒ نے نبی کریم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت
کرنے والوں کو کذاہین میں شمار کیا ہے۔

(۳) ایک اور مقام پر حضرت نانو توئیؒ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْاَحَادِيثَ قَدْ بَيَّنَّتْ اَنَّهُ يَخْرُجُ بَعْدَ اُمُوْرٍ ذِكْرَتْ وَاَنَّ عِيْسٰى يَقْتُلُهُ
بَعْدَ اَنْ يَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَيُحْكَمُ بِالشَّرِيعَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ..... قَوْلُهُ سَأَقُولُ لَكُمْ
قَوْلًا لَمْ يَقُلْ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ قَبْلَ اَنْ يَسْرَفَ فِي اخْتِصَاصِ النَّبِيِّ ﷺ بِالتَّنْبِيْهِ الْمَذْكُوْرِ
مَعَ اَنَّهُ اَوْضَحَ الْاِدْلَةَ فِي تَكْذِيبِ الدَّجَالِ اَنَّمَا يَخْرُجُ فِيْ اُمَّتِهِ دُوْنَ غَيْرِهَا مِمَّنْ
تَقَدَّمَ مِنَ الْاَمَمِ وَكَذَلِكَ الْخَبَرُ اَنَّهُ اِنَّمَا طُوِيَ عَنْ غَيْرِ هَذِهِ الْاُمَّةِ كَمَا طُوِيَ عَنِ
الْجَمِيْعِ عِلْمٌ وَقَبْلَ قِيَامِ السَّاعَةِ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۵ احاشیہ نمبر ۷)

ترجمہ: بے شک احادیث نے اس کو بیان کیا کہ دجال ان چیزوں کے بعد نکلے گا جن کا ذکر ہوا
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترنے کے بعد اسے قتل کریں گے پھر شریعت محمدی کے
ساتھ حکمرانی کریں گے آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک بات کہتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم سے نہ

کہی۔ (یعنی یہ کہ دجال امور یعنی کانا ہوگا بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۵) کہا گیا ہے کہ دجال کے جھوٹا ہونے کے دلائل کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کے بالخصوص امور والی نشانی کو بتانے میں راز یہ ہے کہ دجال آپ کی امت میں نکلے گا۔ آپ سے پہلی امتوں میں دجال نہ آیا۔ حدیث پاک سے یہ بھی پتہ چلا کہ اس نشانی کا علم اس امت کے علاوہ اور کسی کو نہ دیا گیا جیسا کہ قیامت آنے کے وقت کا علم سب امتوں سے لپیٹ دیا گیا ہے۔

(☆) اس عبارت سے پتہ چلا کہ حضرت نانوتویؒ اس امت محمدیہ کو آخری امت بتا رہے ہیں وہ اس طرح کہ دیگر امتوں کو نبی ﷺ سے پہلی امتیں کہا ہے۔ حضرت یہ بھی بتا گئے کہ قیامت کے وقوع کا علم صرف اور صرف اللہ کو ہے وہ نہ کسی ولی کو نہ کسی نبی کو، نہ کسی انسان کو نہ کسی فرشتے کو۔

☆☆☆☆☆☆

إِنَّ الدِّينَ فَتْرُوهُ دِينُهُمْ كَانَ رِشِيكَائِي مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ (رضاء)

اجوبہ العین

ردّ روافض
حصہ اول

از: ہجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

— واز —

حضرت مولانا عبد اللہ انصاری سابق ناظم شعبہ دینیات علی گڑھ کالج

— مقدمہ —

حضرت مولانا مصوفی عبد الحمید صاحب السوائی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ



ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گنجینہ گھر گوجرانوالہ

﴿تعارف کتاب اجوبہ اربعین﴾

ہمارے پیش نظر اجوبہ اربعین کا وہ نسخہ ہے جو ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے شائع ہوا ہے شروع میں استاذ محترم مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقدمہ ہے آپ اس میں لکھتے ہیں:

اجوبہ اربعین کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس کتاب میں اہل رفض و تشیع کی طرف سے [جو] چالیس اعتراضات اہل سنت والجماعت پر کئے گئے ہیں ان کے دندان شکن اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں ان کا پہلا حصہ حضرت نانوتویؒ نے ایک دن رات میں مکمل کیا ہے اور اس میں ۱۲۸ اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں حضرت نانوتویؒ کے ساتھ مولانا عبداللہ انصاریؒ (سابق ناظم دینیات مدرسہ علی گڑھ) بھی شریک تھے یہ مولانا عبداللہ صاحب حضرت نانوتویؒ کے داماد تھے اور حضرت مولانا ظلیل احمد سہارنپوریؒ کے چچا زاد بھائی دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے تھے.....

حضرت نانوتویؒ کے ساتھ ہر ایک اعتراض کا ایک ایک جواب حضرت مولانا عبداللہ انصاریؒ نے بھی تحریر فرمایا ہے پہلا جواب حضرت نانوتویؒ کا دوسرا جواب مولانا عبداللہ انصاریؒ کا ہے بعض جوابات نہایت مختصر ہیں اور بعض کافی طویل ہیں زبان اردو قدیم ہے علم عمیق اور فہم دقیق جوابات لا جواب ہیں جن کے پڑھنے اور ان میں غور و فکر اور تدبر کرنے کی ضرورت ہے۔ انصاف شرط ہے..... پہلے حصے میں خلافت کے بارے میں تحقیقات ہیں..... حضرت صوفی صاحبؒ لکھتے ہیں: یہ مسئلہ ایک اہم اور اصولی مسئلہ ہے اور چاروں خلفاء راشدین کی خلافت علی منہاج النبوة ہے اور علی الترتیب ان کے مراتب بھی اسی طرح ہیں..... شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں خلافت ان بزرگوں کی ایک اصل ہے اصول دین سے جب تک لوگ اس اصل کو مضبوط نہ پکڑیں گے تو کوئی مسئلہ مسائل شریعت میں سے مضبوط نہ ہوگا (اجوبہ اربعین ص ۲۷ تا ۲۹ مختصر)

﴿عبارات کتاب اجوبہ اربعین﴾

ایک جگہ فرماتے ہیں:

اُس زمانے سے لے کر آج تک حضرت ابراہیم علیہ السلام سب انبیاء اور اولیاء کے پیشوا رہے یہاں تک کہ خود حضرت سید المرسلین ﷺ کی نسبت ارشاد ہے **وَإِنِ اتَّبَعُ مَلَكًا وَإِنِ اتَّبَعُ نَفْسًا** جس کے یہ معنی ہیں کہ تم بھی اے محمد ﷺ ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کرو مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سید المرسلین ﷺ سے افضل ہو جائیں بڑے بڑے امیر بادشاہوں کے آگے راہ کی درستی اور صفائی کے لئے چلا ہی کرتے ہیں اور بادشاہ اس باب میں ان کی پیروی کیا کرتا ہے (اجوبہ اربعین ص ۱۹۶)

[دیکھئے کیسے احسن انداز میں حضرتؑ نے نبی کریم ﷺ کی افضلیت پر ایک اہم شبہ کا جواب ارشاد فرمایا]

ایک جگہ فرماتے ہیں:

ارواح انبیاء علیہم السلام میں فیض نبوی محمدی ﷺ کا ہونا جملہ خاتم النبیین سے بشرط انصاف و فہم ظاہر و باہر ----- اہل فہم و انصاف سے سر و کار ہے سوان کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ موافق حدیث **إِنَّ لِكُلِّ آيَةٍ ظَهْرًا وَبَطْنًا** (ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے) خاتمیت زمانہ کے لئے جواز قسم ظہر ہے یعنی معنی ظاہری ہے کوئی باطن یعنی معنی باطنی بھی چاہئے سو باعتبار باطن خاتمیت نبوت یہ ہے کہ آپ پر سلسلہ فیض نبوت ختم ہو جاتا ہے یعنی جیسے نور قرہ کو اکب فیض آفتاب ہے اور نور آفتاب عالم اسباب میں کسی اور کا فیض نہیں ایسے ہی نبوت انبیاء سابق علیہم السلام تو فیض محمدی ﷺ ہے پر نبوت محمدی ﷺ عالم اسباب میں کسی اور کا فیض نہیں جیسے آفتاب پر سلسلہ نور ختم ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے **خَاتَمُ الْمُرْسَلَاتِ** کہتے تو بجا ہے ایسے ہی روح محمدی ﷺ ہر سلسلہ نبوت اختتام پاتا ہے اور اس وجہ سے آپ کو **خَاتَمُ النَّبِيِّينَ** کہنا

زیا ہے۔ (اجوبہ اربعین ص ۲۹۵ سطر ۱۳ تا ۱۴)

[حضرت کی اس عبارت کو خوب یاد رکھیں اگر یہ بات سمجھ آگئی تو یقین کریں کی تحذیر الناس حل ہوگئی حضرت نے اسی مضمون کو دوسرے الفاظ میں تحذیر الناس میں بیان کر دیا ہے حضرت نے اس مقام پر یہ بات ارشاد فرمائی کہ خاتم النبیین سے جیسے خاتمیت زمانی سمجھ آتی ہے خاتمیت ربی بھی سمجھ آتی ہے اور یہی بات وہاں تحذیر الناس میں سمجھائیں گے]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اب اہل فہم کی خدمت میں یہ گزارش ہے کہ جب خاتم النبیین کے یہ معنی ہوئے تو آپ کی فضیلت اور سیادت اور تاخر زمانی سب بجائے خود ہوئی۔ افضلیت اور سیادت کا حال تو بے کہے ظاہر ہے ربی خاتمیت زمانی اس کی یہ وجہ ہے کہ مہمان کو اگر متعدد کھانے کھلاتے ہیں اور مختلف قسم کی نعمتیں اس کے سامنے لے جاتے ہیں تو عمدہ اور افضل سب کے بعد دیتے دلاتے ہیں سو ایسے ہی مہمانانِ دارِ دنیا کیلئے دین اور کتب دین اور مردمان دین پر و نعمت خدا داد ہیں جن میں سے سب سے افضل اور عمدہ محمد رسول اللہ ﷺ اور یہ قرآن اور یہ دین و ایمان تھا اس لئے سب کے بعد آپ کا ظہور مناسب ہوا اور ظاہر ہے کہ یہی مفاد خاتمیت زمانی ہے۔ (اجوبہ اربعین ص ۲۹۵ سطر ۱۸ تا ۲۹ نیز دیکھیے ص ۳۴۰)

[ان عبارتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے آپ کی افضلیت معلوم ہوتی ہے کیا اس کے بعد یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ حضرت کے نزدیک آیت کریمہ کے ظاہری معنی کے اعتبار سے

[خاتم النبیین = آخری نبی]

اور آیت کریمہ کے باطنی معنی کے لحاظ سے

[خاتم النبیین = اعلیٰ نبی + آخری نبی]

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ كَيْتُ قُلُوبَنَا عَلَىٰ دِينِكَ

قاسم العلوم

مع اردو ترجمہ

النوار النجوم

حضرت مولانا محبت قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بانی دارالعلوم دیوبند کے فارسی میں مجتہد عالمی خطوط
جو معرفت ربانی اور کشفیات الہامی کا مرقع الجہر و کرم
قدرت کا شاہکار ہیں مع اردو ترجمہ و حواشی

مترجمہ

پروفیسر محمد انوار الحسن شیرکوٹی
۱۲۹۔ ڈی پی پی پبلشرز لاہور

پبلشرز
ناشرانِ قرآنِ ملیہ
۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون: ۶۸۵۸۱

﴿تعارف کتاب قاسم العلوم﴾

یہ حضرت نانوتویؒ کے مکاتیب ہیں حضرت صوفی عبد الحمید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ فارسی زبان میں دس مکتوبات کا مجموعہ ہے اس کی ترتیب و تبویب اور تسہیل و تہشہ وترجمہ حضرت مولانا پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی فاضل دیوبند (فیصل آبادی) نے کیا ہے اور لاہور سے طبع ہوا ہے۔ یہ مجموعہ پہلی طباعتوں میں چار حصوں پر مشتمل تھا لیکن اب اس کی ایک ہی جگہ مترجم شکل میں جمع کر کے طباعت کرائی گئی ہے۔ (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۳۷) حضرت مولانا پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ سے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہت بہت جزائے خیر دے انہوں نے بڑے سائز کے ۵۶۰ صفحات میں حضرت نانوتویؒ کے ان مکاتیب کو بڑی محنت شاقہ کے ساتھ شائع کیا شروع میں بڑا قیغ مقدمہ لکھا جا بجا حواشی بھی لکھے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کی محنت سے یہ نایاب مجموعہ ہماری پہنچ میں آ گیا ورنہ پہنچ نہیں ہمیں اس کی زیارت بھی ہوتی یا نہ۔

حضرت صوفی صاحبؒ فرماتے ہیں:

اس [مجموعہ] میں بعض مکاتیب بہت اہم ہیں مثلاً مکتوب شرح حدیث ابی رزینؓ بہت مشکل اور اہم مکتوب ہے اس کا ترجمہ اور تفہیم ابھی بہت کچھ ناکافی ہے..... علوم قاسمیہ کی وقت ان میں نمایاں ہے مکتوب صعب بلکہ اصعب ہے اس پر بہت زیادہ وقت اور محنت کی ضرورت ہے اس کی تبویب و تسہیل ارباب حکمت قاسمیہ کے لئے اہم مقاصد میں سے ہے..... اسی طرح عصمت انبیاء کا مکتوب بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے..... باقی مکاتیب بھی علمی نکات سے لبریز ہیں اور ہر ایک مکتوب اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتا ہے اسلام کے بہت سے شرائع و قوانین، احکام کی علل و مصالح اسباب خفیہ اور حکم غامضہ جس طرح ان مکاتیب سے سمجھ آتی ہیں از حد اہم اور لا جواب ہیں۔ (اجوبہ اربعین ص ۳۷، ۳۸)

﴿عبارات قاسم العلوم مع اردو ترجمہ انوار النجوم﴾

ایک جگہ فرماتے ہیں:

(۱)

بشنو، درصفت پاک شہ لولاک جائے می فرماید خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ ودرجائے ارشاد است
النَّبِیُّ اَوَّلِیُّ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ 'معنی خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ در نظر ظاہر پرستار ہمیں باشد کہ
زمانہ نبوی ﷺ آخرت از زمانہ گذشتہ و باز نبی دیگر نخواہد آمد۔ مگر میدانی این سخن است کہ مدے
ست در راں نہ دے باز جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدًا اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رَّجَالِكُمْ این معنی راجعہ علاقہ کہ از اں
استدراک فرمودہ فرمودند وَلَکِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ اگر از من پرسی معنیش این است
کہ نبوة دیگر اں مستفاد از حضرت محمدی ست ﷺ و نبوة آنحضرت ﷺ در عالم اسباب مستفاد از
نبوت دیگر اں نیست پس چنان کہ نور قمر از آفتاب است و نور آفتاب از نور دگر نیست بلکہ قصہ
استفادہ اختتام یافت ہمچنین نبوت دیگر اں و نبوت نبی آخر الزماں را باید شناخت ﷺ و چون ایں
چنین باشد آمدن نبی دیگر بعد اں سرور عالم ﷺ خود ممنوع شود بعد طلوع آفتاب تا غروب نور شفق
چنان کہ حاجت نور کو اکب و نور قمر نیفتہ ہمچنین بعد طلوع ایں آفتاب نبوت تا بقاء نور کلام اللہ کہ از
فیوض اوست و مشابہ نور شفق است حاجت نور دیگر اں نباشد (قاسم العلوم ص ۵۵، ۵۶)

ترجمہ: سنو! شاہ لولاک پاک کی صفت میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ خاتم النبیین فرماتے
ہیں اور ایک جگہ ارشاد ہے کہ نبی (ﷺ) ایمان والوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں
خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ کے معنی سطحی نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی ﷺ گذشتہ انبیاء کے
زمانے کے آخر کا ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ
جس میں خاتم النبیین ﷺ کی نہ تو تعریف ہے اور نہ کوئی برائی ہے پھر ”محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد
کے باپ نہیں ہیں“ کے جملے کو اس معنی سے کیا تعلق کہ اس سے استدراک فرما کر فرمایا ”لیکن اللہ
کے رسول اور خاتم النبیین“ (سب نبیوں کے ختم پر ہیں، بیان القرآن) اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو

اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے نبیوں کی نبوت حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے فیضیاب ہے اور آنحضرت ﷺ کی نبوت دنیا میں دوسروں کی نبوت سے فیضیاب نہیں ہے پس جیسا کہ چاند کی چاندنی سورج سے ہے اور آفتاب کا نور کسی اور نور سے نہیں ہے بلکہ (حضور) کو حصول فیض کسی اور سے حاصل ہونے کا معاملہ ہی ختم ہو گیا اسی طرح دوسروں کی نبوت اور نبوت آخر الزمان کو سمجھنا چاہیے جب صورتحال یہ ہے تو پھر کسی اور نبی کا سرور عالم ﷺ کے بعد آنا خود بخود ممنوع ہو جاتا ہے اور باقی نہیں رہتا جس طرح سورج نکلنے کے بعد نور شفق کے ختم ہونے تک چاند اور ستاروں کی روشنی کی ضرورت نہیں پڑتی اسی طرح اس آفتاب نبوت محمدی ﷺ کے طلوع ہونے کے بعد قرآن شریف کے نور باقی رہنے تک کہ آپ کے فیوض میں سے ہے اور نور شفق کے مشابہ ہے دوسروں کی نبوت کے نور کی ضرورت نہیں رہتی (ایضاً)

[چونکہ یہ خط ایک عالم فاضل کے نام ہے اس لئے حضرت نے اس خط میں آیت کریمہ کے باطن کے اعتبار سے خاتم النبیین کے اس معنی کو اور انداز میں کھولا ہے جس کو اجوبہ اربعین کے حوالے سے لکھا جا چکا ہے اور تذییر الناس میں اس سے بھی زیادہ وضاحت موجود ہے]

(۲) ایک جگہ فرماتے ہیں:

ارواح انبیاء پیش خاتم النبیین ﷺ بمنزلہ قمر از پیش آفتاب و ارواح این لمة بمنزلہ انوار زمین و دیوار (قاسم العلوم ص ۶۲) ترجمہ: محمد عربی ﷺ کے سامنے پہلے انبیاء کی روحيں آفتاب کے سامنے چاند کی مانند ہیں اور اس امت کی روحيں زمین اور درو دیوار کے انوار کی جگہ

نہیں

[حضرت نے یہاں نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین بھی مانا اور سب انبیاء سے افضل و اعلیٰ بھی]

(۳) ایک اور جگہ نبی ﷺ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

سید الانبیاء ﷺ (قاسم العلوم ص ۷۹)

[حضرت کی اس عبارت میں خاتمیت رتبی کا ذکر ہے آپ کو سب انبیاء کا سردار کہا ہے]

(۴) ایک جگہ شیعہ پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَمِنْ كَيْفِيَّةِ هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ أَنَّ إِمَامَ مَهْدِي عَلَيْهِ السَّلَامُ اعْتَقَادَهُ كَرَدِّهِ دُونَ مَعْتَقَدِ نَحْوِ
أَوَّلِ دَنِ جَاهِلِيَّةٍ خَوَافِمْ دَازِيسَ صَاحِبِهَا كَيْ بِرَسَدِ أَكْرَ كَيْ مَعْتَقَدِ إِمَامَتِ شَاا شَدِّ كَدَامِ شَمْعِ عِلْمِ بِشِ
نَظَرِشِ افْرِوختِ وَ أَكْرَ مَعْتَقَدِ كَدَامِ غِبَارِ جَهْلِ بِشِ دِيدِهِ بِصِيرَةِ أَوْ بِرِخَاسَتِ فَحَقِّ اِنْتِسَابِي بِشِ نِيسَتِ
كَيْ مَادِرِ الْمَسْئَلَةِ فَلَاا بَزْرِكِ آمَدِهِ اِيْمِ اِگَرِ اِيْسِ اسْتِ نَبُوَّةِ حَضْرَتِ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ چَيْ كِي دَارِدِ كَيْ
بَاوْجُوْدِ اَسْ ضَرْوَرَةِ اِنْتِسَابِ دِيگَرِ اِقْتَادِ (قَاسِمِ الْعُلُوْمِ ص ۱۰۹ تا ۱۱۱)

ترجمہ: اور (شیعہ) کہتے ہیں کہ جس شخص نے امام وقت (یعنی جس کو شیعہ امام مہدی کہتے ہیں اس) کی امامت پر اعتقاد نہ کیا اور دل سے معتقد نہ ہوا وہ جاہلیت کی موت مرے گا ان صاحبان سے کوئی پوچھے کہ اگر کوئی ان کی امامت کا معتقد ہو تو کون سی علم کی شمع اس کی آنکھ کے سامنے روشن ہوگئی اور اگر معتقد نہ ہو تو کونسا جہالت کا غبار اس کی چشم بصیرت کے سامنے آگیا بس نسبت سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی امامت میں آگئے ہیں اگر یہ ہے تو حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت کوئی کی رکھتی تھی کہ باوجود اس کے کسی دوسرے کا دامن پکڑنے کی ضرورت پیش آگئی (ایضاً)

[اگر حضرت کے نزدیک آپ کے بعد کسی نبی کا امکان ہوتا تو اس مقام پر مہدی کے مقابل اس کا ذکر کرتے اس عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے سے شیعہ پر رد کیا ہے]

(۵) ایک جگہ فرماتے ہیں:

دراں زمانہ کہ جاہلیہ کبریٰ اگر آن راتواں خواند حضرت معدن العلوم سرور انبیاء ﷺ
برا کچھند والحق دران زمانہ ہمچیں یگانہ علیم عَلِمْتُ عَلِمَ الْاَوَّلَیْنِ وَالْاٰخِرَیْنِ یٰ بایست نہ آں
سرور انبیاء بودے نہ گمراہاں آن زمانہ را ازان جہالہ بدر کشیدی چہ ”ہر کارے ہر مردے“ ایں چنین
جہالت کبریٰ اگر مرتفع ے شود با چنین علم وسیع مرتفع ے شود نہ بہر قدر کہ باشد پس ازاں ہر قدر کہ
جہالت راہ ے یابد با نذاہ اش عالمی را میفریسنده مردماں را بہدیشش کا میاب میفرماید (قاسم

(العلوم ص ۱۱۳)

ترجمہ: اُس زمانے میں کہ اُس کو سخت جاہلیت کا زمانہ کہا جاسکتا ہے حضرت معدن العلوم سرور انبیاء ﷺ کو مبعوث فرمایا اور حق یہ ہے کہ اُس زمانے میں دنیا کے یکتا کی (جنہوں نے فرمایا کہ) میں اولین و آخرین کا علم دیا گیا ہوں (حدیث) امتیازی ضرورت تھی نہ وہ نبیوں کے سردار ہوتے نہ اس زمانے کے گمراہوں کو اس جہالت سے باہر نکالتے کیونکہ ہر کام کیلئے ایک مرد ہوتا ہے اگر اُس جیسی سخت جہالت دور ہو سکتی ہے تو اسی جیسے وسیع علم کے ذریعے دور ہو سکتی ہے معمولی علم سے نہیں زمانہ نبوت کے بعد جس قدر کہ جہالت راہ پاتی ہے اُس کے اندازے کے مطابق کسی عالم کو کھڑا کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی ہدایت سے کامیاب کرتے ہیں (ایضاً)

اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کی افضلیت کا واضح الفاظ میں ذکر پایا جاتا ہے [

(۶) قاسم العلوم میں ایک مکتوب عصمت انبیاء پر ہے اس میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

۱۱ بات بابرکات حضرت خلاصہ موجودات سرور کائنات عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
 ۱۲ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اَلْعُسْلُمَاتِ اَلشَّائِبَہِ شَیْطَانِیْ مَبْرَاہِشْدُوْرہٗ اَتَجَاعُ مَطْلُقٌ چکونہ صورت بند
 (۱۰) (العلوم ص ۱۲۷) ترجمہ: حضرت خلاصہ موجودات سرور کائنات علیہ علی آلہ افضل الصلوات و
 اعلیٰ التسلیمات کی ذات بابرکات شیطانی شائبہ سے بالکل پاک اور خالص ہو ورنہ بلا شرط آپ
 کی پیروی کس طرح ہو سکتی تھی (ایضاً)

[اس عبارت میں صاف کہہ دیا کہ امت کو نبی کریم ﷺ کی بلا شرط پیروی کا حکم ہے اور آپ کی اطاعت مطلقہ کا حکم بھی ختم نبوت کی دلیل ہے اس لئے کہ اگر آپ کے بعد کسی اور کو نبی مانا جائے تو اس کی پیروی بھی کرنی ہوگی جبکہ حکم آپ کی کامل پیروی کا ہی ہے]

(۷) ایک مکتوب کے شروع میں لکھتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا
 مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ (قاسم العلوم ص ۱۵۳)

[اس میں نبی کریم ﷺ کی خاتمیت رقی کا ذکر کیا ہے]

(۸) شیعہ پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نہ بنی کہ وقوع اس جنس المۃ پس از رحلۃ حضرت خاتم النبیین ﷺ منقوض بہیں وصف خاتمیت است چہ امام مصطلح شیعہ اگر غور کردہ شود مرادف نبی است نزد ایشان وحی براوی آید و نسخ احکام سابقہ فی فرماید و نبی زیادہ ازین چہ می باشد (قاسم العلوم ص ۲۱۹) ترجمہ: دیکھتے نہیں کہ اس جیسی امامت کا حضرت خاتم النبیین ﷺ کی رحلت کے بعد واقع ہونا اسی وصف ختم نبوت کی وجہ سے ٹوٹ کر رہ گیا ہے کیونکہ شیعوں کا اصطلاحی امام اگر غور کیا جائے تو اُن کے نزدیک وہ نبی کے ہم معنی ہے اُس پر وحی آتی ہے اور پہلے احکام کو وہ منسوخ بھی کر سکتا ہے اور نبی میں اس سے زیادہ کیا ہوتا ہے؟ (ایضاً)

[حضرت کی اس عبارت میں واضح طور پر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی بنتا ہے اس عبارت میں حضرت نے نہ صرف یہ کہ نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اعلان کیا بلکہ اس کے ساتھ شیعہ پر رد بھی کر دیا ہے]

(۹) ایک کتب کے آخر میں حضرت فرماتے ہیں:

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ (قاسم العلوم ص ۳۷۲)
[یہاں حضرت نے نبی کریم ﷺ کی خاتمیت رقی کا ذکر کیا ہے]

(۱۰) ایک کتب میں فرماتے ہیں -

آرے تو اتر دہی نبوت محمد رسول اللہ ﷺ و اظہار معجزات و ادعاء ختم نبوت بطور احتمال معنی دیگر نمائند ایں ہمہ الواث پاک است (قاسم العلوم ص ۴۳۰) ترجمہ: ہاں نبوت محمدی کے دعوے کا تو اتر اور معجزات اور ختم نبوت کے دعوے کا تو اتر اس طریقے پر کہ کسی دوسرے معنی کا احتمال ہی نہ رہے ان تمام برائیوں سے پاک ہے

[اس مقام پر ختم نبوت سے ختم زمانی ہی مراد ہے کیونکہ تبادر بھی معنی مراد ہوتے ہیں اور ظاہر آیت سے خاتمیت زمانی ہی سمجھا آتی ہے جیسا کہ حضرت کی کتاب اجوبہ الرعین کے حوالے سے گزرا]

(۱۱) ایک مکتوب کے شروع میں حضرت فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ (قاسم العلوم ص ۵۱۴)

[اس میں نبی کریم ﷺ کی خاتمیت رتبی یعنی افضلیت کا ذکر ہے]

کتاب دینار کے کاپیہ، مولوی احمد علیک کتب خانہ اعجازیہ دیوبند

مکتبہ تیشہ و تدریس میں تیشہ

الحمد لله کہ رسالہ مسی بہ

فیوض مسی

صاحب معقودہ

حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب باقی دارالعلوم دیوبند قدس
جس کو

مولوی سید احمد علیک کتب خانہ اعجازیہ دیوبند نے
اپنے

مکتبہ تیشہ و تدریس میں تیشہ

کتاب کی وجہ سے مولانا مولوی سید احمد علیک کتب خانہ اعجازیہ دیوبند
کا نام و نشان علم و دیوبند میں ہوا

﴿تعارف کتاب فیوض قاسمیہ﴾

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

یہ مجموعہ حضرت نانوتویؒ کے کچھ کاتب پر مشتمل ہے جو مختلف حضرات نے آپ سے دریافت کئے تھے بعض میں شیعہ حضرات کے اعتراضات کے جوابات ہیں اور کچھ اعتراضات وہ ہیں جو حضرات کی کتاب ہدیۃ الشیعہ پر اٹھائے گئے تھے ان کے جوابات دیے ہیں ایک مکتوب جمعہ کی تحقیق پر مشتمل ہے یزید کے ایمان اور عدم ایمان کی بحث نذر بغیر اللہ کی تحقیق علم غیب مختص ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ہے سری و جبری قراءۃ کی حکمت بدعت و سنت کی تحقیق تصور شیخ کا مسئلہ اور نفس کی تحقیق وغیرہ پر مشتمل ہے۔ (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۴۱)

﴿عبارات از فیوض قاسمیہ﴾

(۱) مکتوب ششم متعلق بحکم جمعہ کے شروع میں فرماتے ہیں۔
الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا خاتم النبیین محمد والہ واصحابہ وازواجہ
اجمعین (فیوض قاسمیہ ص ۲۵)

[دیکھئے اس عبارت میں نبی ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی کتنی واضح شہادت پائی جاتی ہے]
(۲) مکتوب دہم متعلق بندریتاں وغیرہ کی ابتدا یوں کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم المرسلین محمد والہ واصحابہ اجمعین (فیوض
قاسمیہ ص ۳۴)

[دیکھئے اس عبارت میں نبی ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی کتنی واضح شہادت پائی جاتی ہے]
(۳) مکتوب سیزدہم در بیان آنکہ کسے نیست کہ آنرا علم غیب باشد سوائے جناب باری تعالیٰ
(ص ۴۷ سطر ۷)

ترجمہ: ”تیرھواں مکتوب اس بارے میں کہ جناب باری تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جسے علم غیب
حاصل ہو۔“

(۴) ایک جگہ لکھتے ہیں:

مرشدوں کی نسبت یہ خیال غلط ہے کہ وہ ہر دم ساتھ رہتے ہیں اور ہر دم آگاہ رہتے ہیں
یہ خدا ہی کی شان ہے۔ کہ وہ بگاہ بطور خرق عادت بعض اکابر سے ایسے معاملات ظاہر ہوئے ہیں
اُس سے جاہلوں کو یہ دھوکا پڑا ہے۔ تصور میں صورت کا خیال امر فضول ہے جیسے کسی کے تذکرہ کے
وقت کسی کا خیال آتا ہے ایسا ہی تصور شیخ میں۔ مگر تصور کرو تو اپنے آپ کو اپنی جگہ اور شیخ کو اپنے
وطن میں اور اس کے ساتھ یہ خیال رہے کہ ادھر سے (محض اللہ کے حکم سے۔ راقم) کچھ فیض آتا

ہے۔ اللہ الصمد اور بسم اللہ کو برائے چندے موقوف رکھو اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بہت مختصر ہے مگر رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر نہ سمجھنا چاہئے ورنہ اسلام کیا ہوگا کفر ہوگا بلکہ یوں سمجھئے یہ پیام فرشتے پہنچاتے ہیں والسلام (فیوض قاسمیہ ص ۳۹ سطر ۱۶ تا ۲۳)

[ان عبارتوں کو دینے کا مقصد یہ ہے کہ پتہ چل جائے کہ حضرت نے توحید، شان رسالت اور عقیدہ ختم نبوت سب پر کام کیا ہے ایک پہلو کی وجہ سے دوسرے سے غافل نہیں ہو گئے تھے اور انسان وہی کامیاب ہے جو پورے دین پر عمل کرے جو شخص کسی ایک پہلو میں کوتاہی کر لے وہ فتنے سے نہ بچ سکے گا]

(۵) ایک جگہ فرماتے ہیں:

خداوند علیم تو عَالِمُ الْغُیْبِ وَالشَّہَادَةِ اور بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہے پھر اُس کے ساتھ میں لا یضل ولا یسنی خود اپنی شان میں فرماتا ہے جس کے یہ معنی ہوئے کہ نہ ہیکے نہ بھولے اس صورت میں غلطی ہو تو کیونکر ہو اور جناب سرور کائنات علیہ علی الصلوٰۃ والسلام ہر چند بشر تھے پر خیر البشر خدا کے منظور نظر تھے خداوند کریم نے اپنے سب کمالوں سے حصہ کامل ان کو عنایت فرمایا تھا مجملہ کمالات علم جو اول درجہ کا کمال ہے اپنے ہی علم میں سے ان کو مرحمت کیا چنانچہ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحِیْ اِس دعوٰی کیلئے دلیل کامل ہے اس صورت میں آپ کا علم خدائی کا علم ہوا اور آپ کا کہا وہ خدائی کا کہا نکلا باقی رہا کسی بات کا رد جانا سو سورۃ نحل میں اس کلام اللہ کی شان میں رَبَّیْنَا لَکُلِّ شَیْءٍ یعنی بیان کرنے والے ہر چیز کے اَدْرِ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا بھی ان احکام دین کے باب میں آیا ہے یعنی پورا کیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا اور پوری کی اوپر تمہارے نعمت اپنی الخ [فیوض قاسمیہ ص ۴۳]

[یہاں بھی حضرت نے شان رسالت کو توحید کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ باقی سورۃ النحل کی

آیت رَبَّیْنَا لَکُلِّ شَیْءٍ کی تفسیر کیلئے دیکھئے آیات ختم نبوت ص ۳۹۰ تا ۳۹۲]

قَالَ لَنْبُصِي عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِمُ إِنَّمَا أَنَا أَوْلَدُ بَيْتِي



ازافاضات حامی مساطین الموحیدین حامی مساطیر الموحیدین حجتہ اللہ علی الخلائق
کاشف اسرار المعارف والحقائق مظهر کالات السلف الصالحین وارث علوم
سید الانبیاء والمرسلین جامع الفيوض والبرکات قاسم العلوم والخیرات سیدنا للہ
محمد ص ۴۴ انا لله ربنا وانا اليه راجعون علی العالمین بکلامه وحسنه

جسٹکی

سید مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند نے حاصل استہام کیا ہے

کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سے شائع کیا

فرم کی کہیں قرآن شریف و تصنیفات مکتوبہ دیوبند کے
میں (مولوی) سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
میں فرم کی کہیں دیوبند میں علی غازی اردو کتب خانہ دیوبند کے

﴿تعارف رسالہ تحفہ لمحیہ﴾

حضرت صوفی عبدالحمید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں حضرت نانوتویؒ نے ہنود کے اس رسم باطل کا رد لکھا ہے کہ جانوروں کا ذبح کرنا ظلم ہے اور ان کا گوشت کھانا تعدی ہے حضرت نانوتویؒ نے ثابت کیا ہے کہ حلال جانوروں کا گوشت کھانا اور ان کا ذبح کرنا بالکل فطرت کے مطابق ہے عقل سلیم بھی اس کو تسلیم کرتی ہے عقلی دلائل سے اس مسئلہ کو حضرت نے بین طور پر ثابت کر دیا ہے اگر ان کا گوشت کھانا ظلم ہے تو ان کی کھال کا جو تا پہننا اور ان کی ہڈیاں اور دیگر اجزاء کا استعمال کرنا اور ان سے سواری وغیرہ کی خدمت لینا کونسا انصاف ہے؟ (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۳۸، ۳۹)

حضرت نانوتویؒ اس رسالہ میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

بلکہ خدا کے جاہ و جلال اور جمال پر اگر نظر کریں اور اپنی بندگی اور عاجزی کو دیکھیں اور پھر تصور کریں کہ اس نے یہ نعمتیں ہمارے لئے بنائی ہیں تو قطع نظر اس کے کہ ان نعمتوں کا قبول نہ کرنا قلت محبت اور کثرت غرور و نخوت پر بمقابلہ خدا تعالیٰ کے دلالت کرتا ہے اور مضمون بندگی اور فرمانبرداری سے بہت بعید ہے اور قاعدہ عشق و محبت سے کہیں دور۔ اندیشہ اس کا ہے کہیں مورد عتاب نہ ہو جائیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی بادشاہ کسی ادنیٰ سے نوکر کو کچھ مٹھائی یا روٹی وغیرہ عنایت کرے اور فرمائے کہ کھاؤ اور وہ بایں خیال کہ اگر کھاؤں گا تو یہ بادشاہ کی چیز ہے اس کی بیعت بگڑ جائے گی، ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہو کر خراب ہو جائے گی اور پیٹ میں جا کر کچھ کا کچھ بن جائے گا انکار کر دے اور نہ کھائے اور غنیمت سمجھ کر سر و آنکھوں پر نہ دھرے بلکہ الٹا پھیر دے تو اس بادشاہ کو کیا اچھا معلوم ہوگا؟ (تحفہ لمحیہ ص ۸)

﴿ عبارت از رسالہ تحفہ لمحیہ ﴾

اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں کو ہمارے لئے حلال کیا ہے ہندوستان کے ہندو گوشت کھانے کو ظلم کہہ کر اسلام پر اعتراض کرتے تھے حضرت نانوتویؒ نے ان کے جواب میں اپنا عجیب و غریب رسالہ لکھا جس کا نام ہے تحفہ لمحیہ۔ شاہجہانپور کے مباحثہ کیلئے جو کتاب حجۃ الاسلام لکھی تھی اس کے آخر میں بھی گوشت کھانے کی حلت کو عقلی دلائل سے ثابت کیا تھا۔ تحفہ لمحیہ کے آخر میں حضرت فرماتے ہیں:

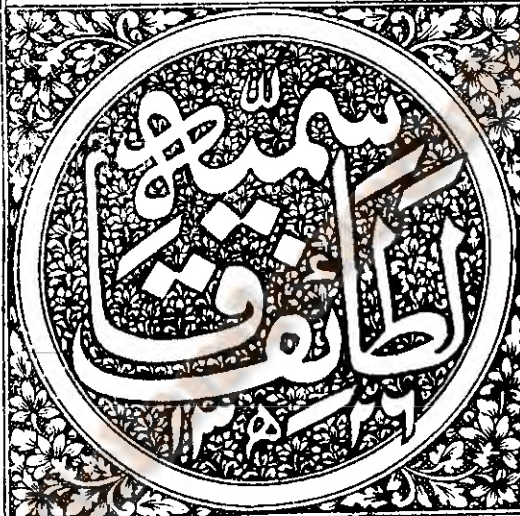
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ (تحفہ لمحیہ ص ۱۲)

[دیکھئے اس عبارت میں حضرت نے رسول اللہ ﷺ کا نام لے کر آپ کو ساری کائنات

سے افضل مانا ہے]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اللَّهُ أَلَمَ بِشَيْءٍ وَهَذَا لِيَمِينِ

احمد نند و الفتہ کہ مکتوب باب عالم ربانی حضرت مولوی محمد کاظم صاحب نانوتوی مدظلہ العالی



باردوم با تہم حقرا نام محمد عبد اللہ احد غفر لہ العبادہ ذیقعد ۱۲۶۹ ہجری

مُطَبَّعٌ فِي مَدِينَةِ
 دَاخِلٌ مَحْتَبَاوَا وَمُطَبَّعٌ

﴿تعارف کتاب لطائف قاسمیہ﴾

اس میں کئی مکتب ہیں ایک مکتوب میں حیات النبی ﷺ کو ثابت کیا گیا ہے دوسرے مکتوب میں تراویح کو عقلی دلائل اور نقلی براہین سے ثابت کیا گیا ہے اس سے اگلا مکتوب علم کی فضیلت کے بیان میں ہے پانچویں مکتوب میں رہن کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیا ہے چھٹا مکتوب مرزا عبد القادر بیگ کے نام ہے جس میں ان کو اپنی بیوہ چچی کے ساتھ احیاء سنت کی نیت سے نکاح کرنے پر مبارکباد دی ہے۔ ساتویں مکتوب میں رزق کی وسعت اور قرض کی ادائیگی کے لئے یہ وظیفہ بتایا کہ پانچ سو دفعہ **حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ** اور **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ**، **لَا مُلْجَأَ وَلَا مُنْجَا مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ** پڑھا کریں اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف بھی پڑھ لیا کرو اور پڑھتے وقت یہ دھیان رکھو کہ میں اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں اور دل و زبان دونوں سے عرض مطلب کر رہا ہوں (لطائف قاسمیہ ص ۲۱) آٹھواں مکتوب ہوس دنیا کے علاج میں۔ اس میں حضرت لکھتے ہیں: ہر روز گھڑی آدھ گھڑی موت کے تصور میں گزار دیا کرو اور اس وقت اس قسم کا خیال رکھا کرو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جس قدر انبیاء ہوئے وہ سب مر گئے (۱) جس قدر بادشاہ اس زمانہ سے پہلے ہوئے وہ سب مر گئے (لطائف قاسمیہ ص ۲۱، ۲۲) نواں مکتوب حکم جمعہ کی تحقیق میں ہے اور یہ مکتوب فیوض قاسمیہ ص ۲۵ تا ۳۰ میں بھی مذکور ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ایضاً الادلۃ میں اس مکتوب کی حوالہ دیا ہے حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں:

اور اس آیت کے متعلق حضرت مولانا مولوی محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر ہے جس میں اس امر کو خوب ثابت کر دیا ہے کہ جمعہ کی کل شرائط آیت مذکورہ ہی سے مستفاد ہوتی ہیں اور سب شرائط کی طرف اسی آیت میں اشارہ ہے (ایضاح الادلۃ ص ۹۷ مطبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

- (۱) اس عبارت سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال نہ کیا جائے اس لئے کہ یہ کلام مجمل ہے حضرت تانوتویؒ نے تحذیر الناس ص ۴ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بالخصوص ذکر فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مانتے ہیں فوت شدہ مانتے تو نزول نہیں احیاء کا لفظ بولتے۔

﴿عبارات لطائف قاسمیه﴾

(۱) مکتوبِ نبیم کے شروع میں فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا
خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ بعد حمد و صلوٰۃ بندہ کترین
ہیچداں بے سرو سامان محمد قاسم الخ

[دیکھیں اس عبارت میں واضح طور پر نبی کریم ﷺ کے سید المرسلین ہونے کا ذکر ہے اور آپ کے
خاتم النبیین ہونے کی بھی شہادت موجود ہے]

(۲) لطائف قاسمیه کے شروع میں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناجاتِ بدرگاہِ قاضی الحاجات مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الہی غرق دریائے گناہم	تو میدانی و خود ہستی گواہم
گناہ بے عدد را باز بستم	ہزاراں بار توبہ ہا شکستم
حجاب مقصدم عصیان من شد	گناہم موجب حرمان من شد
ہاں رحمت کہ وقف عام کردی	جہاں را دعوت اسلام کردی
نمیدانم چرا محروم ماندم	رہین این چنین مقسوم ماندم
گدا خود را تر سلطان چو دیدم	بدرگاہ تو اے رحمان دو دیدم
دل از نقش باطل پاک فرما	براہ خود مرا چالاک فرما
یکش از اندرونم الفت غیر	بشوا ز من ہوائے کعبہ و دیر
درونم را از عشق خویشتم سوز	بتیر و در خود جان و دم دوز
دل را محو یا د خویشتم گردان	مرا حسب مراد خویشتم گردان

اگر نالایم قدرت تو داری کہ خار عیب از جام بر آری
گناہم را اگر دیدی مگر ہم بعفو و فضل خود اے شاہ عالم
بے بگذشتہ شاہانہ مراد بدرگاہت رسیدم سازشادم
پچشم لطف ای حکم تو بر سر بحال قاسم بچارہ بگر (لطائف قاسمیہ ص ۲)

حضرتؒ کے یہ اشعار قدرے اضافے کے ساتھ قصائد قاسمی میں بھی ہیں حضرت تھانویؒ نے مناجات مقبول کے آخر میں ان کو دیا ہے ان کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی مدح و ثناء ہی نہیں کی بلکہ آپ کی دعوت کو پورا پورا مانا ہے نبی ﷺ نے استغفار کی ترغیب دی تو حید کی طرف لوگوں کو بلایا۔ لطائف قاسمیہ کے شروع میں اللہ کو قاضی حاجات کہہ کر اللہ ہی کو حاجت روا مشکل کشا فریادرس مانا ہے اور یہی توحید ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتایا کہ گناہوں کو بخشا صرف اللہ کا کام ہے چنانچہ حضرت شہاد بن اوسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے درج ذیل کلمات یقین کے ساتھ صبح کو پڑھ لئے اور اس کی وفات اسی دن ہوگئی تو وہ جنت میں جائے گا اور اگر شام کو پڑھ لئے اور اسی رات اس کی وفات ہوگئی تو جنت میں جائے گا۔

﴿اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ
وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتَ أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ
بِلَذْنِي فَأَغْفِرْ لِي يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ﴾ (اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی
معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور تیرے وعدے پر ہوں
جتنی میرے اندر طاقت ہے میں تیری پناہ میں آتا ہوں اپنے اعمال کے شر سے میں اقرار کرتا
ہوں اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اور اقرار کرتا ہوں اپنے گناہوں کا لہذا تو مجھے بخش دے اس لئے کہ
تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخشنے والا نہیں) (بخاری ج ۲ ص ۹۳۳)

[ان کلمات کے آخر میں تصریح ہے کہ اے اللہ تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ عَبْدًا أَذْنَبَ ذَنْبًا، فَقَالَ رَبِّ أَذْنَبْتُ فَأَغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهُ: أَعْلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ثُمَّ مَكَتَ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ أَذْنَبْتُ فَقَالَ أَعْلِمَ عَبْدِي إِنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ثُمَّ مَكَتَ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ أَذْنَبْتُ ذَنْبًا آخَرَ فَأَغْفِرْهُ لِي فَقَالَ أَعْلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِي فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ (متفق عليه مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۴)

ایک شخص نے گناہ کیا تو کہا اے میرے رب میں نے گناہ کیا تو اسے بخش دے تو اللہ نے فرمایا کیا میرے بندے کو علم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر جتنی دیر اللہ نے چاہا وہ بندہ رک رہا پھر اس نے کوئی گناہ کیا کہا اے میرے پروردگار میں نے گناہ کیا تو اس کو بخش دے تو اللہ نے فرمایا کیا میرے بندے کو پتہ ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر جتنی دیر اللہ نے چاہا وہ رک رہا پھر اس سے کوئی گناہ ہو گیا اس نے کہا اے میرے رب میں نے ایک اور گناہ کر لیا تو مجھے بخش دے تو اللہ نے فرمایا کیا میرے بندے کو پتہ ہے کہ اس کو ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے میں نے اپنے بندے کی بخشش کر دی وہ جو چاہے کرے۔

نکتہ مہمہ:

استاد کی خوشی اور رضامندی اس میں کہ اس کی بات کو مانا جائے تاریخ کا استاد پڑھائے گا کہ پاکستان کا بانی قائد اعظم ہے۔ اگر امتحان میں یہ سوال آئے کہ پاکستان کا بانی کون؟ اور شاگرد بجائے قائد اعظم کا نام لینے کے لکھ دے کہ پاکستان کے بانی ہمارے استاد جی

ہیں تو استاد صاحب کبھی اس سے خوش نہ ہوں گے اسی طرح اگر سوال ہو کہ دو اور دو کتنے ہیں تو کوئی لڑکا اگر کہہ دے کہ

۲+۲= میرے استاد جی۔ تو استاد خوش نہ ہوگا اس طرح کوئی کہے کہ عالم الغیب ہمارے پیر صاحب ہیں تو تو سچا پیر اس سے ہرگز خوش نہ ہوگا بلکہ ایسے عقیدے سے بیزاری کا اظہار کرے گا یا درکھے کہ نبی کریم ﷺ کی خوشی اس میں کہ ہم کہیں علم غیب صرف اللہ ہی کی صفت ہے۔ گناہوں کو بخشنے والا صرف اللہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆

فتویٰ متعلقہ اجرت تعلیم

از حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

<http://IslamUrduBooks.net>

﴿تعارف فتویٰ متعلقہ اجرت تعلیم﴾

حضرت صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی بابت لکھتے ہیں:
جس میں حضرت نانوتویؒ نے دینی تعلیم پر اجرت لینے کے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر
محققانہ طریق پر بحث کی ہے (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۴۳)

مولانا نور الحسن راشد اس تحریر کے بارے میں فرماتے ہیں:

پوری کی پوری پڑھنے کے لائق ہے اس تحریر سے خاص طور پر علوم عقلیہ (جس میں
جدید سائنسی علوم بھی شامل کئے جاسکتے ہیں) کی تعلیم کے حوالہ سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے نیز
اس تحریر میں شعر و شاعری سے دلچسپی اور اس کے مفید اور غیر مفید ہونے (کی) جامع مگر مختصر
وضاحت فرمائی گئی ہے۔ افادیت کے اور بھی کئی پہلو اس میں نظر آتے ہیں اس لئے یہ تحریر بطور
خاص یہاں پیش کی جا رہی ہے (قاسم العلوم ص ۶۵۹)

﴿ عبارت از فتویٰ متعلقہ اجرت تعلیم ﴾

مولانا کا یہ فتویٰ ایک سوال کے جواب میں ہے قاسم العلوم کے صفحہ ۶۶۰ میں پہلے وہ سوال دیا گیا ہے پھر اسی صفحہ ۶۶۰ تا ۶۷۷ میں اس کا جواب دیا ہوا ہے۔ سوال کے بعد لکھا ہے:

جواب مولانا محمد قاسم صاحب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

عَاتِمِ النَّبِیْنَ وَالْاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَجْمَعِیْنَ (قاسم العلوم ص ۶۶۰)

[دیکھئے اس گم نام تحریر کے اندر بھی حضرت نانوتویؒ نے جناب نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کی تصریح کی ہے]

محرم ۱۴۰۲ھ
 بحمد رسول اللہ ﷺ وَاللّٰہُ یُنِیْ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلٰی الْکُفَّارِ وَجَآءُ بَیِّنَاتٍ
 محمد رسول اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں۔ وہ کافروں کے مقابلہ میں تتریب آپس میں ہر ایک ہیں۔

پیر الہیہ

تصنیف لطیف

حجۃ اللہ حجتہ الاسلام، آیت من آیات اللہ، رئیس المتکلمین
 استاذ الاساتذہ، منبع الحکمتہ و معدن العلوم
 حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نور اللہ
 ضریحہ، و برز مضجعہ (بانی دارالعلوم دیوبند)

بحمد اللہ باہتمام کتب خانہ حقانیہ کارڈن روڈ، پولیس سٹیکوارٹ
 کراچی ۷۵ (شائع ہوئی)

قیمت مجلد ۸/- روپے

﴿تعارف کتاب ہدیۃ الشیعہ﴾

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۱۲۸۳ھ میں شیعہ کے کچھ اعتراضات کے بارہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک خط حضرت نانوتویؒ کی طرف لکھا تھا کہ ان اعتراضات کے جوابات لکھ کر روانہ فرمائیں حضرت مولانا نانوتویؒ نے متفرق اوقات میں ان اعتراضات کے جوابات لکھ کر ماہ صفر ۱۲۸۴ھ یعنی چند ماہ میں اس کو مکمل کیا اور اس کا نام ”ہدیۃ الشیعہ“ رکھا۔

اس کتاب میں شیعہ حضرات کے تمام اور ماہہ الامتياز مسائل کا ذکر آگیا ہے خلافت، صحابہ کرام کا ایمان و مقام، شیعوں کا عقیدہ و تلبیہ، مباحث فذک، وراثت وغیرہ۔ حضرت نانوتویؒ نے قرآن کریم اور وہ احادیث جو اہل سنت والجماعت کی مسلمہ ہیں اور پھر ان روایات سے بھی جو مسلم عند الشیعہ ہیں تمام اعتراضات کے ایسے مسکت جوابات دیے ہیں کہ ان کے جواب سے ان شاء اللہ شیعہ ہمیشہ عاجز رہیں گے..... اور اس کتاب میں ضمناً ایسے عجیب و غریب علمی نکات بیان کئے گئے ہیں جن سے اہل علم کو ایقان و اذعان نصیب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس عالم برحق کو دین قیم کے بارے میں کتنی عظیم سمجھ عطا فرمائی تھی یہ کتاب اس پر دلیل مبین ہے۔ (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۴۳، ۴۴)

حضرت نانوتویؒ اس کتاب میں بہت سی نادر علمی ابحاث لائے ہیں مثلاً شیعہ کے عقیدہ بد اکامل رد کیا، اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ تینوں زمانے مجتمعاً موجود ہیں فنا نہیں ہوئے (دیکھئے ہدیۃ الشیعہ ص ۱۲۷) اسی طرح لَيْسَلُوْكُمْ اَنْبِیَکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا، وَلَتَبْلُوْكُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِیْنَ کی مفصل بحث کی ہے (دیکھئے ہدیۃ الشیعہ ص ۱۱۸ تا ۱۳۰)

مولانا نور الحسن راشد صاحب فرماتے ہیں:

شاہ صاحب [یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔ راقم] نے اپنی کتابوں خصوصاً

حجۃ اللہ البالغہ میں کتب حدیث کی ایک خاص ترتیب و تقسیم فرمائی ہے جو ہند پاکستان کے دینی علمی حلقوں میں رائج اور معتمد علیہ ہے..... منجملہ ان افادات و اضافات کے ایک نہایت اہم اضافہ اور قیمتی مدلل بحث وہ ہے جو قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنی کتاب حدیۃ الشیعہ میں (جو شیعہ مجتہدین کے ایک اعتراض کے جواب میں) فرمائی ہے مگر افسوس ہے کہ اس نہایت قیمتی بحث کی ویسی اشاعت اور استفادہ نہیں ہوا جو اس کا حق تھا حضرت شیخ الہند کے شاگرد اور تربیت یافتہ مولانا عبید اللہ سندھی اس بحث کے نہایت مداح تھے مولانا سندھی نیز برصغیر کے ایک اور جلیل القدر نامور عالم حدیث، مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ کا قول ہے کہ یہ بحث کتب حدیث کی تحقیق و تنقید میں حضرت شاہ ولی اللہ کے اصولوں کی جامع ترین تشریح و تنقید ہے۔ ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے کتب حدیث کے اصول تنقید کو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے بہتر کسی نے نہیں سمجھا (قاسم العلوم ص ۶۳۱)

کتب حدیث کے درجات کی یہ بحث حدیۃ الشیعہ ص ۲۵۶ تا ص ۲۷۸ میں پائی جاتی ہے۔ مولانا نور الحسن راشد لکھتے ہیں: حضرات علماء کی توجہ اور تصریحات کا تقاضہ ہے کہ کتب حدیث کی ترتیب اور اصول تنقید کے مباحث میں حضرت مولانا نانوتویؒ کی ان افادات سے خاص استفادہ کیا جائے (قاسم العلوم ص ۶۳۳) واللہ الموفق۔ مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے یہ بھی فرمایا: جن لوگوں نے مولانا کی تقریر درس حدیث میں سنی ہے وہ اس کے شاہد ہیں کہ واقعی مولانا اقوال ابی حنیفہ کی تقریر ایسی کرتے تھے جس کے بعد وہ بالکل حدیث کے موافق نظر آتے تھے حدیث کو قول ابی حنیفہ کے مطابق نہیں کرتے تھے کہ اس کا خلاف ادب ہونا ظاہر ہے بلکہ قول ابی حنیفہ کو حدیث کے مطابق کر دیا کرتے تھے (قاسم العلوم ص ۶۳۳)

[کتنی حیرت کی بات ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی حدیث کا اتنا ادب کرتا تھا اس کو بھی مرزائیوں نے ختم نبوت کا منکر کہہ دیا]

﴿عبارات از کتاب حدیۃ الشیعہ﴾

(۱) شیعہ کا عقیدہ ہے کہ ان کا امام مہدی آئے گا تو احکام شریعت کو بدل دے گا اس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور ہماری اس صلاح کے ماننے میں فقط ان کا یہی فائدہ نہیں کہ نصاریٰ اور یہود سے جیت جائیں۔ نہیں بلکہ لفظ ”خاتم النبیین“ جو سورۃ احزاب میں ہے اس پر بھی ایمان درست ہو جائے گا (۱)۔ (حدیۃ الشیعہ ص ۳۷)

[اس عبارت میں حضرت نانوتویؒ نے عقیدہ ختم نبوت کا ذکر کیا ہے]

(۲) آگے لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ بات میسر نہیں آئی کہ خدا

(۱) حضرت نانوتویؒ کے زمانے میں قادیانی کا فتنہ نہ تھا مگر حضرت کی کتابوں میں اللہ کے فضل سے ایسے اصول ہیں جن میں شیعہ ہی نہیں مرزائیوں کی تردید کا بھی پورا پورا سامان موجود ہے قادیانی نے ایک جگہ لکھا تھا:

میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام قلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّونَ مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا أَوْرُؤَهُم بِهَمٍّ ذَلِكِ أَزْكَىٰ لَهُمْ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیس (۲۳) برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے۔ (اربعین نمبر ۴ درود روحانی خزائن ص ۴۳۵، ۴۳۶ ج ۱ بحوالہ رد قادیانیت کے زیریں اصول ص ۱۸۲) [اس آیت میں امر کا مینہ قل موجود ہے لیکن نہی کہاں ہے؟ قادیانی ذرا تلاش کر کے نشاندہی کریں تو ان کے شکر گزار ہوں گے] قادیانی پر دو طرح رد یوں ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

نے دین کا مقدمہ ان کے سپرد کر دیا ہو بلکہ جو کچھ انہوں نے احکام مقرر کئے سب حسب فرمان خداوندی مقرر کئے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ تو درکنار کلام اللہ سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ خود سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی یہ اختیار نہ تھا (حدیث الشیخہ ص ۳۷)

[حضرت نے اس عبارت میں ایک تو اس قطعی اسلامی عقیدہ کو ذکر کیا کہ حلال و حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کو سب انبیاء سے اعلیٰ اور ان کا سردار بتایا]

(۳) حضرت نانوتویؒ نے اس کتاب میں جا بجا نبی کریم ﷺ کو ساری کائنات کا سردار بتایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تحذیر الناس کی درج ذیل عبارت قادیانی کی اس بات کی پوری تردید کرتی ہے: ”اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی؟ سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہتے ہیں اور شہادت آیہ ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی؟“ (تحذیر الناس طبع جدید ص ۵۲) دوسرے حضرت اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

اور (شیعہ) کہتے ہیں کہ جس شخص نے امام وقت (یعنی جس کو شیعہ امام مہدی کہتے ہیں اس) کی امامت پر اعتقاد نہ کیا اور دل سے معتقد نہ ہوا وہ جاہلیت کی موت مرے گا ان صاحبان سے کوئی پوچھے کہ اگر کوئی ان کی امامت کا معتقد ہوا تو کون سی علم کی شیعہ اس کی آنکھ کے سامنے روشن ہو گئی اور اگر معتقد نہ ہوا تو کونسا جہالت کا غبار اس کی چشم بصیرت کے سامنے آ گیا بس نسبت سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی امامت میں آگئے ہیں اگر یہ ہے تو حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت کونسی کی رکعتی تھی کہ باوجود اس کے کسی دوسرے کا دامن پکڑنے کی ضرورت پیش آگئی (قاسم العلوم مع انوار النجوم ص ۱۰۹ تا ۱۱۱) اس عبارت سے مرزائیوں کا رد یوں ہے کہ نظری حفاظت کا حکم جب قرآن پاک میں موجود ہے تو قادیانی کا دامن پکڑنے کی کیا ضرورت رہی؟

کہیں فرماتے ہیں: جناب سرور کائنات ﷺ اور کہیں فرماتے ہیں: سید الابرار ﷺ کہیں فرماتے ہیں: سرور عالم ﷺ اور کہیں فرماتے ہیں: سرور مرسلین ﷺ کہیں فرماتے ہیں: سید الوری محمد مصطفیٰ ﷺ (نمونے کیلئے دیکھئے ہدیۃ الشیعہ ص ۴۷، ص ۷۱، ص ۷۳ نیز ص ۴۷۰، ص ۴۷۲) (۴) ایک جگہ لکھتے ہیں:

سو چونکہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی نبوت تو اور نبیوں کی نبوت سے بالاتر ہے تو اس امت کے صدیق اکبر کا رتبہ اپنی امت کے صدیقیوں کے مرتبہ سے تو بڑھ کر ہی ہے اور امتوں کے صدیقیوں کے مرتبہ سے بھی بالاتر ہوگا (ہدیۃ الشیعہ ص ۵۴)

[اس جگہ حضرت نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کو سب سے اعلیٰ بتایا]

(۵) چاروں خلفاء کی خلافت ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اور نیز یہ بھی اہل فہم و انصاف پر روشن ہو گیا کہ اُن کے زمانے میں اُن کے ہاتھوں سے جو کچھ دین کے مقدمہ میں ظہور میں آیا اور اُس نے رواج پایا جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک کا نہ دینا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا متعہ کا منع کرنا اور تراویح کی تاکید اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمعہ میں ایک اذان کا بڑھادینا وہ سب منجملہ دین پسندیدہ اور مصداق مضمون 'اَوْقَضُوا لَہُمْ' ہے (ہدیۃ الشیعہ ص ۶۹)

[خلافت راشدہ کے کاموں میں سرفہرست جمعوں نے نبیوں کو کافر ماننا اور ان کو ماننے والوں کی سرکوبی ہے معلوم ہوا کہ ایسے مرتدین سے جہاد بھی پسندیدہ دین سے ہے]

(۶) صد ہا آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سواء جناب باری تعالیٰ کے کسی کو علم غیب نہیں (ہدیۃ الشیعہ ص ۱۲۸) نیز فرماتے ہیں: ہمارا خدا عالم الغیب ہے ازل سے ابد تک سب اُس کے پیش نظر ہے۔ (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۳۷)

[علم غیب کے بارے میں یہ عقیدہ چونکہ نبی کریم ﷺ سے ہی ہمیں ملا ہے اس لئے اس عقیدے کا اظہار بھی نبی کریم ﷺ کی محبت کا حصہ ہے]

(۷) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و عنہم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان کی خلافت میں البتہ بسبب وفات رسول اللہ ﷺ کے چار طرف سے شورا و تدابیر
بہت لوگ ادائے زکوٰۃ سے جو رکن اسلام ہے مانع آئے سونہ ابو بکر صدیق ہوں نہ یہ فتنے دیں
، ان کے برکات اور حسن انتظام اور خوبی خلافت کے باعث جو حضرت امیر کے آنکھوں میں کبھے
ہوئے تھے اور شیعہ بھی جی میں تو مانتے ہی ہوں گے زبان سے کہیں یا نہ کہیں حضرت امیر رضی اللہ
عنہ اپنے زمانے کے فساد اور فتنوں کو دیکھ دیکھ کر انہیں یاد کرتے ہیں اور تاسف کرتے ہیں اور ایسے
زمانے میں ایسا شخص ہونا چاہئے تھا۔

اور کیوں نہ ہو؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ تھے کہ بعد وفات رسول اللہ ﷺ کے جب
چار طرف سے مرتدین کا زور ہوا تو اکثر صحابہ گھبرا گئے یہاں تک کہ حضرت عمر جیسے جری اور ذی
ہوش اور صاحب رائے کے ہوش بھی ٹھکانے نہ رہے۔ یہ انہیں کی ہمت بندھانے کو حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا ”أَجَبَّازُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّازُ فِي الْإِسْلَامِ“ یعنی اے عمر کیا
کفر کے زمانے میں یہ شورا شوری تھی اور اسلام میں یوں بول گئے۔ القصہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کی یہ رائے تھی کہ ایسے میں اگر لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نہ بھیجا جائے تو مناسب معلوم ہوتا
ہے مبادا مدینہ منورہ لشکر مجاہدین سے خالی ہو جائے اور دشمن تاخت کر بیٹھیں لیکن آفرین ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور استقامت پر کہ باوجود ان ہنگاموں کے ہرگز نہ گھبرائے اور یہ
فرمایا کہ جس لشکر کی تیاری خود سرور کائنات ﷺ کر گئے ہوں یہ نہیں ہو سکتا کہ اُس کو روانہ نہ
کروں اور ایسے ہی مرتدین کے قتال میں جو لشکر کے بھیجنے کا ارادہ فرمایا اور اکثر صحابہ کی رائے اس
باب میں اُن کی رائے کے مخالف ہوئی تو ایسا کچھ فرمایا کہ اگر کوئی نہ جائے گا تو میں تنہا جا کر
لڑوں گا اور اسی طرح زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کے قتال کے باب میں جب حضرت عمر نے یہ
شبہ کیا کہ وہ کلمہ گو ہیں تو ارشاد فرمایا کہ جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا نماز کو فرض کہے گا اور اسے
فرض نہ سمجھے گا میں اس سے بے تامل لڑوں گا واللہ اگر رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک بکری کا

بچہ لوگ زکوٰۃ میں دیتے ہوں گے اور اب نہ دیں گے تو میں ان سے جہاد میں درخیز نہ کروں گا۔
الحاصل یہ انہیں کی شجاعت اور فہم و فراست تھی جو یہ رائے صائب و سوجھی اور دین کو تھما۔ ورنہ
دین میں وہ فتور پڑے تھے کہ خدائی حافظ تھا۔ (حدیث الشیخہ ص ۱۵۳، ۱۵۴)
[صدیق اکبر کی محبت بھی تو نبی کریم ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے نیز خط کشیدہ الفاظ سے نبی کریم
ﷺ کی عظمت کو بیان کیا ہے]

(۸) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور خود خلف الرشید حضرت امیر رضی اللہ عنہ، سید الشہداء، شہید کربلاء رضی اللہ عنہ جان
نازنین کو ثار راہ خدا کر گئے اگر تقیہ سنت حضرت علیؑ بلکہ فرض خداوندی تھا تو اس سے زیادہ اور کونسا
موقع تقیہ کا ہوگا کہ تیس ہزار فوج جرار بر سر کار زار، زن و فرزند ہمراہ، تنگ و ناموس کا اندیشہ نہ کھانا
نہ دانائے پانی کا سامان، نہ آڑ کیلئے کوئی مکان اور اُس طرف سے فقط اتنی طلبگاری کہ بیعت یزید
قبول کر لو پھر جہاں جی چاہے چل دو، بڑے حیف کی بات ہے کہ جان و مال سب برباد ہو گئے زن
و فرزند پر جو کچھ گزری سب جانتے ہیں پھر تسہر خاتمہ ہوا تو یوں ہوا کہ فرض مفترض معمول بہ اہل
بیت پر عمل نہ کیا۔ بے گنا ہوں کو مفت کے مظلمہ میں گرفتار کیا۔ اُن کا وبال نعوذ باللہ اپنی گردن پر لیا
نعوذ باللہ اگر یہی تقیہ ہے تو ہم جانتے ہیں کہ یہ دوست بدر از ہزار دشمن بہ نسبت حضرت امام
الشہداء نعوذ باللہ عقیدہ خَمْسَةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رکھتے ہیں، واللہ کہ ان الفاظ کے کہتے ہوئے جی
ڈرتا ہے مگر خداوند عالم الغیب والشہادۃ خوب جانتا ہے کہ میں تقیہ سے نہیں کہتا کہ یہ سب رد و کد
بدولت حضرات مدعیان دروغ فرقہ مسمیٰ بھیجے کے ہے ورنہ یہ خاک کھائے غلامان اہل بیت ان
حضرات کو اکابر اولیاء اللہ اور عمدہ صدیقین اور افسر مخلصین اور خلاصہ محسنین اور زبدۃ متقین اور سر
حلقہ مجاہدین سمجھتا ہے (حدیث الشیخہ ص ۱۶۳)

[یہاں ایک تو اس میں یہ بتایا کہ حضرت حسین کے سچے محبت اہل سنت ہیں شیعہ نہیں دوسرے یہ کہ
نجات کیلئے اہل بیت کی عزت اور ان سے سچی محبت بھی ضروری ہے تیسرے اس میں اللہ ہی کو عالم

الغیب کہا گیا ہے اور یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے]

(۹) [حضرت ابراہیم علیہ السلام کا] یوں کہنا کہ بڑے نے کیا ہے یہ جھوٹ کیا کج سے زیادہ اصلی مطلب پر دلالت کرتا ہے سب جانتے ہیں کہ یہ جواب کیا تھا ایک چڑانا تھا ایسے میں تو ان کو غصہ آتا تب آیا اور حقیقت میں چھپاتے تو دین کو اس وقت چھپاتے سو چھپانا تو درکنار حضرت نے اول تو ان کو چڑایا اور پھر کیا کیا سوال جواب کئے کہ رستم کا حوصلہ نہیں جو ایسے وقت میں ایسی بات کہے (ہدیۃ الشیعہ ص ۱۷۷)

[اس عبارت کو لانے کا ایک تو مقصد یہ بتانا ہے کہ مولانا نانوتویؒ سب انبیاء کی عظمت کے قائل تھے اور سب کے دفاع کا اپنی زندگی کا مشن بنایا ہوا تھا، دوسرے یہ کہ تہفۃ العقائد کی درج ذیل عبارت کی اس سے وضاحت ہوتی ہے: پھر دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضرور نہیں اگرچہ ہمارے پیغمبر ﷺ سب ہی سے محفوظ رہے۔ خط کشیدہ عبارت سے پتہ چلتا کہ یہاں وہ کذب مراد ہے جو کج سے زیادہ مطلب پر دلالت کرتا ہو]

(۱۰) اہل السنۃ کی نشانی یہ ہے کہ وہ صحابہ اور اہل بیت دونوں سے محبت رکھتے ہیں اس کو سمجھاتے ہوئے فرمایا:

اہل بیت رسول اکرم ﷺ تو ہمارے حق میں چشم و چراغ ہیں ہمارے نزدیک اعتقاد اصحاب اور حب اہل بیت دونوں کے دونوں ایمان کے لئے بمنزلہ دو پرکے ہیں دونوں ہی سے کام چلے ہے۔ جیسے ایک پر سے طائر بلند پرواز نصف پرواز تو کیا ایک بالشت بھی نہیں اڑ سکتا ایسے ہی ایمان بھی بے ان دو پروں کے سہارے کے موجب فوز مقصود (جس کی طرف اُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يَا قَاٰرَ قُوْرًا عَظِيْمًا وغیرہ میں اشارہ ہے) نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا ایمان ایسا ہی ایمان ہے جس کا آیت لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا میں بیان ہے ہاں اگر ہم قدم بقدم حضرات شیعہ ہوتے تو جیسے انہوں نے موافق مثل مشہور غیروں کی بد فہمی کیلئے اپنی ناک کاٹ لی سنیوں کی ضد میں

اصحاب کرام کو برا کہہ کے اپنے ایمان کا زیاں کیا ہم بھی شیعوں کی ضد میں نعوذ باللہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو برا کہہ کر مثل خوارج و نواصب اپنے ایمان کو خراب کرتے لیکن ہم کو تو پابندی عقل و نقل سے ناچاری ہے شیعہ تو نہیں کہ مثل شتر بے مہار پر اگندہ رفتار جائیں۔

راہ کی بات تو یہ ہے کہ ہم کو دونوں فریق بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں کس کو پھوڑیں؟ جس کو پھوڑیں اپنا ہی نقصان ہے۔ (حدیث الشیعہ ص ۲۲۲)

[حق جماعت کے چار اصول ہیں: نمبر ۱: اللہ پاک کی محبت نمبر ۲: رسول اللہ ﷺ کی محبت نمبر ۳: قرآن پاک نمبر ۴: حدیث شریف۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے آنحضرت ﷺ کے صحابہ اور اہل بیت سے محبت رکھنا (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے آیات ختم نبوت ۲۷۸ تا ۲۸۰) حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ اور اہل بیت ہمارے لئے دو آنکھوں کی طرح ہیں]

(۱۱) شان رسالت کریمان کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں:

شان نبوت بہت رفیع ہے اور پھر نبوت بھی کس کی نبوت (حدیث الشیعہ ص ۳۲۱)

[اس میں شان نبوت کی رفعت کا ذکر کیا اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کو زیادہ رفیع بتایا]

(۱۲) ایک جگہ فرماتے ہیں:

حیات النبی ﷺ، روضہ مبارکہ میں زندہ (حدیث الشیعہ ص ۳۲۱) نیز فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء بالیقین قبر میں زندہ ہیں (حدیث الشیعہ ص ۳۶۰) نیز فرماتے ہیں: انبیاء اپنی قبور میں زندہ موجود ہیں (حدیث الشیعہ ص ۳۲۷)

[نبی کریم ﷺ کی محبت کا ایک تقاضا ہے کہ آپ کے فضائل کو مانا جائے آپ کے فضائل میں سے ایک قبر مبارک میں زندہ ہونا بھی ہے حضرت نانوتویؒ نے یہاں اسی کا ذکر کیا ہے]

(۱۳) ایک جگہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ ہی کلام اللہ اور کلام اللہ کے دقائق کو نہ سمجھیں تو پھر کون سمجھے؟.....

یہاں تو یہ صورت ہے کہ اگر اجتہاد بھی ہو تب بھی یہ امر ممکن نہیں کہ آپ غلطی کریں اور پھر متنبہ نہ

ہوئے ہوں (حدیث الشیعہ ص ۳۹۰)

[اس مقام پر ایک تو نبی کریم ﷺ کو قرآن کا سب سے بڑا عالم مانا دوسرے آپ کو معصوم مانا]

(۱۳) ایک مقام پر فرماتے ہیں:

خود سرور کائنات عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کو جناب باری تعالیٰ یوں فرماتے ہیں وَادْكُمُ رَبَّكَ اِذَا نَسِیْتُ یعنی یاد کر اپنے رب کو جب بھول جایا کرے۔ اس سے صاف امکان نسیان بہ نسبت پیغمبر آخر الزمان ﷺ ثابت ہے بلکہ شان نزول اُس کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کفار سے ایک بات کا وعدہ کیا کہ کل بتاؤں گا اتفاق سے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے اس پر خدا کی طرف سے یہ نصیحت ہوئی (حدیث الشیعہ ص ۴۷۰) ایک اور مقام پر نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں پیغمبر آخر الزمان ﷺ (حدیث الشیعہ ص ۴۷۵)

[ان عبارت میں واضح طور پر نبی کریم ﷺ کے سب سے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کا ذکر ہے]

(۱۵) نیز حضرت لکھتے ہیں:

ایک جگہ علاوہ پیغمبر ﷺ کے اوروں کو فرماتے ہیں: وَمَا اَوْفِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا [بنی اسرائیل: ۸۵] یعنی نہیں دیئے گئے تم علم سے مگر تھوڑا۔ اور پیغمبر خدا ﷺ کے مستثنیٰ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ لفظ قُلِ الرُّوْحُ جو اس سے پہلے ہے اس بات پر شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ بمنزلہ قاصد اس خطاب کے اور اس فرمان کے پہنچانے والے ہیں داخل زمرہ مخاطبین نہیں ہیں اور بایں ہمہ ہم یہ کب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہی قرآن کے دقات کو خدا کے برابر سمجھتے ہیں لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اوروں سے سب سے زیادہ سمجھتے ہیں (حدیث الشیعہ ص ۴۷۳)

[اس میں بتایا کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ سے باقیوں سے زیادہ علم عطا فرمایا مگر علم غیب یا علم کلی وہ صرف اللہ کے پاس ہے جیسا کہ پہلے حضرت کے حوالے سے بھی گزرا ہے]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اسرار الطهارة

✽ از افاضات مبارکہ ✽

حضرت قاسم العلوم والنجرات مولانا محمد اسلم صاحب

بانی دارالعلوم نور اللہ مرقدہ

(باجواماں مالکان ملحق)

(جناب مولانا قاری نوید حبیب شاہ مولانا قاری نوید طاہر شاہ)

در مطبع قاسمی واقعہ نزدیکیہ

﴿تعارف رسالہ اسرار الطہارۃ﴾

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

یہ بھی مختصر رسالہ ہے اور اس کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے حضرت نانوتویؒ کی تحریرات سے حاصل کر کے ان سے مرتب کیا ہے اس میں طہارۃ کے اسرار و حکم اور عجیب و غریب نکات بیان کئے گئے ہیں فقہہ اور خروج ریح کیسے ناقض وضو ہوتے ہیں اس کی حیرت انگیز تشریح بیان فرمائی ہے اور ایسے حکیمانہ افکار بیان کئے ہیں جن میں حضرت منفرد معلوم ہوتے ہیں (مقدمہ اجوبہ بالعین ص ۴۳)

﴿ عبارات از رسالہ ”اسرار الطہارۃ“ ﴾

مولانا نور الحسن راشد فرماتے ہیں

رسالہ ”اسرار الطہارۃ“ کب چھپا اس کی صراحت نہیں ملی، اس کے جو نسخے میری نظر سے گزرے ہیں وہ سب ایک ہی طباعت کے ہیں اور غالباً اس وقت یہی پہلی اور آخری طباعت ہے (قاسم العلوم ص ۳۴۷ موصوف نے قاسم العلوم کے صفحہ ۵۰۶ میں اسرار الطہارۃ کی اس طبع کے ٹائیکل کا عکس بھی دیا ہے۔ موصوف نے حضرت نانوتویؒ کے اس سلسلہ میں کچھ مکتوبات کا عکس اپنی کتاب میں شائع کیا ہے۔ راقم الحروف نے اس رسالہ کے ٹائیکل کا عکس بھی قاسم العلوم سے لیا ہے اور عبارات بھی اسی سے نقل کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو ہم سب کی طرف سے بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

(۱) حضرت نانوتویؒ ایک مکتوب کے شروع میں لکھتے ہیں:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ
النَّبِيِّينَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَامُہٗ اٰجَمَعِیْنِ (قاسم العلوم ص ۳۵۱)

۱۔ دیکھیں اس عبارت میں واضح طور پر نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کی شہادت ہے [

(۲) ایک پادری نے طہارت کے مسائل پر اعتراض کئے تھے اس کا اصولی جواب دے کر

موجودہ عیسائیت کا بطلان اور ملت محمدیہ کی حقانیت ثابت کرتے ہوئے حضرتؒ فرماتے ہیں:

بعد حمد و صلوٰۃ یہ گزارش ہے کہ اور مذہبوں والے جب اہل اسلام کے عقائد [جن میں عقیدہ ختم

نبوت بھی شامل ہے۔ راقم] میں مجال دم زدن نہیں پاتے تو اُن کے اعتراضوں کے مقابلہ میں جو

وہ اوروں کے عقائد پر کرتے ہیں اہل اسلام کے فروع اور مسائل پر اعتراض کرتے ہیں (۱)

(۱) یعنی اہل اسلام دوسروں کے عقائد پر اعتراض کر کے ان کے مذہب کا بطلان ثابت کرتے

ہیں اور دوسروں سے اسلام کے عقائد پر اعتراض نہیں ہوتا تو اسلام کے مسائل پر اعتراض کرتے ہیں۔

حالانکہ اہل عقل کے نزدیک بعد ثبوت عقائد و درستی اصول اعمال کی وجہ سے باز پرس کرنی ایسے ہے جیسے بعد اس بات کے معلوم ہو جانے کے۔ کہ ملکہ بادشاہ ہند ہے اور کلکٹر اس کا مقرر کیا ہوا حاکم۔ قانون سرکاری اور احکام سرکاری میں جو بواسطہ کلکٹر وغیرہ نافذ اور جاری ہوتے ہیں تکرار کیجئے اور ان کے اوپر اعتراض کیجئے جیسے اس قسم کا شخص لائق جواب تو کیا ہوتا تھا قابل مواخذہ ہوتا ہے ایسے ہی وہ شخص جو شروع پر اعتراض کرے لائق جواب تو کیا تھا لائق عتاب خداوندی ہے (۱) القصہ احکام کی بات میں جیسے چوں چرانا مناسب نہیں ہوتی۔ بے دلیل ان کے احکام کا ماننا لازم ہوتا ہے اس سے بڑھ کر خدا کے احکام میں چوں چرانا مناسب ہے بے دلیل تسلیم کرنا واجب ہے ہاں جیسے حکام کو بوجہ مراعات عدل بحفیہ احکام اور تجویز قوانین میں وجہ اور حکمتوں کا لحاظ ہوتا ہے گو بوجہ حکومت اس کی ضرورت کچھ نہ ہو ایسے ہی خدائے تعالیٰ کے احکام میں بہ لحاظ عدل حکمتیں اور وجہیں ہوتی ہیں بوجہ حکومت اس کی کچھ ضرورت نہیں ہوتی مگر ہر چہ باادب استفسار و دلائل و وجوہ احکام بنظر تسلیم سخت گستاخی ہے۔ مگر ہم پاس ملت محمدی ﷺ اس پر بھی پادری صاحب کے ان چار اعتراضوں کے جواب جو انہوں نے بعض احکام و وضو پر وارد کئے ہیں لکھے دیتے ہیں مگر اول پادری صاحب سے یہ التماس ہے کہ آپ اول تثلیث اور کفارہ کی وجہ بتلایئے (۲) جو آپ کے دین کی اصل اصول ہیں۔

(۱) مذہب کی بنیاد عقائد پر ہوتی ہے اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے عقائد ہی سرے سے باطل ہیں اس لئے ان کے اعمال بھی قابل قبول نہیں جبکہ اسلام کے عقائد کی حقانیت عقل کی رو سے حضرت نانو تو تو ثابت کرتے رہتے تھے۔ اور دوسروں کو حضرت کے دلائل پر اعتراض کی جرات نہ ہوتی تھی۔ تو جب عقائد ثابت ہو گئے مذہب اسلام سچا ہوا تو مسائل پر اعتراض کرنا اپنی ہلاکت ہے۔

(۲) یعنی ہم اسلام کے مسائل کو بھی ثابت کرتے ہیں پادری صاحب اپنے مذہب کے بنیادی عقائد بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ تو اسلام کے مسائل پر کس منہ سے اعتراض کرتے ہیں؟

تماشا ہے کہ پادری صاحب ایسے نامعقول عقیدے تو تسلیم کئے بیٹھے ہیں کہ جن کو نہ محل مانے نہ نقل سے ثبوت ہو نہ انجیل میں پتہ ہو نہ توریت میں ذکر ہو۔ نہ پہلے کسی نبی نے ان کی طرف ہدایت فرمائی نہ کوئی کتاب اس کی تائید میں آئی جس کی وجہ سے یہ کہنا لازم آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے جتنے نبی یا ولی یا صلحاء یا شہداء ہوئے سب دولت ایمان سے بے بہرہ رہے عوام تو عوام پادری صاحب آپ کس منہ سے اہل اسلام پر اعتراض کرتے ہیں تین خداؤں کو ایک کہو اور ایک کو تین کہو ایسی محال بات کو مان کر بھی آپ کو ہوس اعتراض اہل اسلام پر ہے۔ یہ وہ غلط عقیدہ ہے کہ بت پرستان جاہل بھی اس کو سن کر کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اول تو کوئی بت پرست خدا کو متعدد نہیں کہتا نہ عرب کے جاہل مشرک نہ ہندوستان کے بیوقوف صورت پرست۔ سب کے سب پیدا کرنے والا ایک ہی کو سمجھتے ہیں گو کسی اور سے اوروں کی بھی عبادت کرتے ہوں دوسرے اس پر طرہ یہ ہے کہ ایک اور محال بھی سر دھرے یعنی تین خداؤں کو پھر ایک کہئے اور وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کو اکٹھا کر دیجئے۔

رہا کفارہ اس کے یہ معنی ہوئے کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔ گناہ کریں امتی پکڑے جائیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ جو خدا بھی خدا کے بیٹے بھی اس علوشان پر تین دن دوزخ میں رہنے سے تو یہی بہتر تھا کہ بندہ رہتے کہ خدا اور خدا کا بیٹا نہ بنتے بایں ہمہ تثلیث کا تو کہیں پتہ ہی نہیں انجیل میں ہوتا تو ہوتا اس میں بھی نہیں تو پھر کہاں ہو۔ رہا کفارہ اس میں سے اتنی بات تو اس انجیل محرف سے نکلتی ہے کہ تین دن کے بعد قبر میں نعرہ کا پتہ نہ ملا کہنے والے تو کہہ سکتے ہیں کہ کسی نے نعرہ نکال لی ہوگی باقی اور کچھ ہی نصرانیوں کا ایجاد بندہ ہے پادری صاحب آپ اول اس کا جواب عنایت فرمادیں اور پھر ہمارے جوابات ملاحظہ فرمادیں۔ (قاسم العلوم ص ۲۵۱ تا ۲۵۳)

۱ دیکھا آپ نے حضرت نانوتویؒ نے کس طرح مدلل طریقے سے عیسائیت کو باطل کیا ہے جب عیسائیت باطل ہوئی اور اسلام کی حقانیت ثابت ہوئی تو نبی کریم ﷺ کا سچا ہونا آپ کا آخری نبی ہونا اور نجات کا آپ کی اتباع میں منحصر ہونا خود بخود لازم آگیا خط کشیدہ الفاظ بتاتے ہیں کہ

حضرت احکام خداوندی کے بارے میں حکمتیں پوچھنے کو جائز نہ مانتے تھے ہاں لوگوں کے شکوک دور کرنے کیلئے ان کو بیان کیا کرتے تھے۔]

(۳) ایک جگہ فرماتے ہیں:

محبت غیر اللہ کس قدر ناپاک چیز ہے شرک میں اور کیا ہوتا ہے یہی محبت غیر ہی تو ہوتی ہے (قاسم العلوم ص ۴۵۷)

[نبی کریم ﷺ کی محبت کا اہم تقاضا یہ ہے کہ آپ کی کامل تصدیق کی جائے شرک سے کامل اجتناب کیا جائے شرک کی سب سے خطرناک قسم اللہ کی محبت میں غیر کو شریک کرنا ہے جس کا حضرت نے اس مقام پر ذکر کیا ہے۔ الغرض ایسے مضامین کو لکھنا نبی کریم ﷺ کی محبت اور آپ پر ایمان رکھنے کی وجہ سے ہے]

(۴) ایک اور جگہ لکھتے ہیں

صاحبو! دین اسلام پر جو اعتراض ابناء روزگار کے خیال میں آتے ہیں تو بوجہ قصور فہم خیال میں آتے ہیں اور اس لئے عجیب کو یہ دقت پیش آتی ہے کہ قرار واقعی بیان کیجئے تو معترضوں میں مادہ عقل نہیں اور بات کو الجھے چھوڑ دیجئے تو کام نہیں چلتا مگر بنا چاری کچھ نہ کچھ کہنا ہی پڑتا ہے (قاسم العلوم ص ۴۵۹)

[اس سے انداز کریں کہ حضرت کو دین اسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کسی طرح شرح صدر عطا فرمایا تھا اور دین میں اسی کو شرح صدر ہوگا جو نبی کریم ﷺ کو اللہ کا آخری نبی مانتا ہو]

(۵) آگے فرماتے ہیں:

علوم شرعیہ اگر اتنے آسان ہوتے جیسے اور علوم تو خداوند عالم ہماری ہی عقل پر چھوڑ دیتا اور اپنی طرف سے معلم یعنی انبیاء کرام کو نہ بھیجتا یہ علوم کچھ دقیق ہی تھے تو یہ انتظام ہوا اور اس دقت ہی کی وجہ سے تو اس علم کا نام منقول ہوا معقول نہ ہوا اور نہ یہ مطلب نہیں کہ علوم نقلیہ سے عقل کو سرکار نہیں (قاسم العلوم ص ۴۶۰، ۴۵۹)

[حضرت نے اس عبارت میں علوم شرعیہ کو سب علوم سے اہم اور سب سے مشکل بتایا وہ اس طرح کہ دیگر علوم تو انسانی عقل سے حاصل ہوتے ہیں سائنس کے اندر انسان اپنی عقل سے روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر علوم شرعیہ کی بنیاد انبیاء کی تعلیمات ہی ہیں۔ چونکہ پہلے انبیاء کی تعلیمات ہمیں صحیح سند سے نہیں ملے اب بھی اب نجات صرف حضرت محمد ﷺ کی اتباع میں ہے]

(۶) نیز لکھتے ہیں:

شرک کی کل دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ منصب حکومت احکم الحاکمین میں کسی دوسرے کو شریک سمجھے یعنی احیاء و اماتت پیدا کرنے اور ناپید کر دینے وغیرہ میں جو تصرفات خاصہ خداوندی میں سے ہیں کسی دوسرے کو شریک سمجھے دوسرے یہ کہ کمال و جمال وغیرہ امور میں جو بناء محبوبیت ہیں کسی دوسرے کو ہتّاء ذات یکتا وحدہ لا شریک نہ اعتقاد کرے باقی رہا علم غیب وہ بحیثیت کمال تو دوسری قسم میں داخل ہے اور بایں نظر کہ حکم سے پہلے ارادہ اور ارادہ سے پہلے علم کی ضرورت ہے وہ مبادی حکومت میں سے ہے۔ (قاسم العلوم ص ۴۶۲)

[حضرت نے اس عبارت میں اول شرک کی دو قسمیں کی ہیں پھر یہ بتایا ہے کہ غیر اللہ کیلئے علم غیب کا اعتقاد ایک حیثیت سے شرک کی پہلی قسم میں داخل ہے اور دوسری ناحیت سے شرک کی پہلی قسم میں۔ اور ظاہر ہے کہ توحید کے ایسے نکات کا ذکر اور وہ بھی احکام طہارت کی حکمتوں کے ضمن میں نبی کریم ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے]

(۷) ایک جگہ فرماتے ہیں:

اطاعت بوجہ حکومت کیسی ہی اخلاص سے کیوں نہ ہو پھر بوجہ مجبوری ہے اخلاص حکومت اس سے زیادہ اور کیا ہے کہ حاکم کو دل سے حاکم سمجھے اور بایں نظر کہ خداوند عَالَمُ الْغُیْب ہے نفاق کو دل سے دور کر دے مگر ہر چہ بادا باد بناء تابعداری مجبوری اور لا چاری پر ہوگی اور وہ اطاعت جو بوجہ محبت ہو اس میں ہرگز وہم جبر و تعدی اور گمان نا چاری نہیں ہوتا وہاں جو کچھ ہوتا ہے تہہ دل سے ہوتا ہے۔ غرض وہ بندگی جو بوجہ محبت ہو وہ اول درجہ میں ہے اس لئے وہ شرک جس

میں محبوبیت خاصہ خداوندی میں دوسروں کو شریک کیا جائے اعلیٰ درجہ کا شرک ہوگا اور اس کی ناپاکی اول مرتبہ کی ناپاکی ہوگی۔ (صفحہ ۳۶۲)

اگر اخلاص کے ساتھ اللہ کے ڈر سے اس کی بندگی کی جائے تو بھی قابل قبول ہے مگر اعلیٰ درجہ کی بندگی یہ ہے کہ اللہ کی محبت کی وجہ سے کی جائے۔ تو جیسے اعلیٰ درجہ کی بندگی محبت کی وجہ سے ہے اسی طرح اعلیٰ درجہ کا شرک یہ ہے کہ اللہ کی محبت میں غیر کو شریک کیا جائے حضرت شیخ الہند ارشاد باری یُحِبُّوْهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی صرف اقوال وافعال جزئیہ ہی میں ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں مانتے بلکہ محبت قلبی جو کہ صدور اعمال کی اصل ہے اس تک شرک اور مساوات کی نوبت پہنچا رکھی ہے جو شرک کا اعلیٰ درجہ ہے اور شرک فی الاعمال اس کا تابع (تفسیر عثمانی ص ۳۱۴) اور ارشاد باری وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ کے تحت لکھتے ہیں:

مشرکین کو جو اپنے معبودوں سے محبت ہے مومنین کو اپنے اللہ سے اس سے بھی بہت زیادہ اور مستحکم محبت ہے کیونکہ مصائب دنیا میں مشرکین کی محبت بسا اوقات زائل ہو جاتی ہے اور عذاب آخرت دیکھ کر تو بالکل ہی تہری اور بیزاری ظاہر کریں گے جیسا کہ اگلی آیت میں آتا ہے بخلاف مومنین کے کہ اُن کی محبت اپنے اللہ کے ساتھ ہر ایک رنج و راحت مرض و صحت دنیا و آخرت میں برابر باقی اور پائیدار رہنے والی ہے اور نیز اہل ایمان کو جو اللہ سے محبت ہے وہ اس محبت سے بہت زیادہ ہے جو محبت اہل ایمان کو ماسوی اللہ یعنی انبیاء و اولیاء و ملائکہ و عباد یا علماء یا اپنے آباؤ اجداد اور اولاد و مال وغیرہ سے رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو اس کی عظمت شان کے موافق بالاصالہ اور بالاستقلال محبت رکھتے ہیں اور اوروں سے بالواسطہ اور حق تعالیٰ کے حکم کے موافق ہر ایک کے اندازہ کے مطابق محبت رکھتے ہیں۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندگی

خدا اور غیر خدا کو محبت میں برابر کر دینا خواہ وہ کوئی ہو مشرکین کا کام ہے (تفسیر عثمانی ص ۳۱۴)

(۸) اس کے بعد لکھتے ہیں:

اور یہ بھی مسلم ہے کہ کمال ہو یا جمال وہ سب عطاء خدا ہے اور پھر وہ عطا بھی از قسم داد و دہش رو پیہ و فلوس نہیں یعنی یہ نہیں کہ جیسے یہ چیزیں بعد عطاء معطلی کے قبضہ سے نکل جاتی ہیں اور معطلی نہ کے قبضہ و تصرف میں چلی جاتی ہیں کمال و جمال خداوندی بھی بعد عطاء، خدا میں نہ رہے اوروں میں چلا جائے بلکہ اس کی خوبیاں سب ازلی وابدی ہیں اس لئے یہ بھی کہنا پڑے گا کہ عطاء خداوندی اس قسم کی ہیں جیسے آفتاب سے اوروں کو فیض نور ہوتا ہے اور آفتاب میں جوں کا توں رہتا ہے۔ (قاسم العلوم ص ۴۶۲، ۴۶۳)

[مطلب یہ ہے کہ بندے ہر دم اللہ کے محتاج ہیں جیسے بلب بجلی سے جلتا ہے جو بجلی بند ہوتی ہے بلب بجھ جاتا ہے۔ اگر اللہ کا فضل و کرم شامل حال نہ رہے تو مخلوق کا کوئی کمال تو کیا اس کا وجود ہی ختم ہو جائے۔ ایسے مضامین کا بیان کرنا علماء ربانی ہی کا حصہ ہے نبی کریم ﷺ کی سچی محبت ہو تو یہ مضامین قرآن پاک سے سمجھ آ جاتے ہیں ارشاد باری ہے ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْعَمُ الْفُقَرَاءُ إِلَيَّ اللَّهُجَ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ“ (سورۃ الفاطر: ۱۵) ترجمہ: ”اے لوگو تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ وہی ہے بے پروا سب تعریفوں والا“۔ نیز فرمایا: ”اللَّهُ الصَّمَدُ“ (سورۃ الاخلاص: ۲) ”اللہ بے نیاز ہے“۔ ان آیات سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ بندہ ہر دم اللہ کا محتاج ہے کسی وقت اس کی رحمت سے بے نیاز نہیں۔]

(۹) عیسائی پادری نے ایک اعتراض یہ کیا تھا کہ نیند سے وضو کیوں ٹوٹ جاتا ہے؟ (دیکھئے قاسم العلوم صفحہ ۴۴۱، صفحہ ۵۰۴) اس کے جواب کے دوران حضرت نے انبیاء کرام علیہم السلام کی نیند کے ناقض وضو نہ ہونے کی حکمت بھی بتائی اور ساتھ ہی نبی کریم ﷺ کی عظمت اور آپ کی خاتمیہ کا اعلان بھی کرتے گئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

نوم بذات خود ناقض وضو نہیں اگر ہے تو بایں نظر کہ اس وقت بوجہ استرخاء اعصاب [اعصاب کے ڈھیلے ہونے کی وجہ سے۔ راقم] گمان غالب یہ ہے کہ رتخ نکل جائے اور خبر نہ ہو

اور یہ خوب معلوم ہے کہ اکثر افراد بنی آدم کا حکم جیسے ہر وقت کسی قدر نہ کسی قدر بول و براز پر مشتمل رہتا ہے ایسے ہی ریح سے بھی خالی نہیں رہتا اور دوسری وجہ اگر ہو سکتی ہے تو یہ ہو سکتی ہے کہ اصل میں یا خداوندی موجب روشنی و صفائی قلب ہے اور غفلت موجب کدورت اصلی۔ اور ظاہر ہے کہ نیند کے وقت سے زیادہ غفلت متصور نہیں مگر جب کدورت ہوئی تو اثر طہارت جو صفائی باطن تھا کہ اس رہا؟ اس لئے یوں ہی کہنا پڑے گا کہ طہارت بھی چلتی ہوئی، مگر جہاں وقت خواب [یعنی نیند کے وقت] بھی خدا سے غفلت نہ ہو (۱) وہاں نہ یہ احتمال ہے کہ ریح کے نکلنے کی خبر نہ ہو اور نہ اس کدورت کی کوئی صورت ہے جو بوجہ غفلت وقت خواب پیش آتی ہے (ص ۴۶۶، ۴۶۷)

(۱) مقصد یہ ہے کہ جن وجوہات سے عام انسان کا نیند سے وضو ٹوٹتا ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کی نیند ان سے پاک ہوتی ہے اس لئے ان کا وضو نیند سے نہیں جاتا۔ فقہاء کی تصریحات اس کی مؤید ہیں۔ چنانچہ رد المحتار ج ۱ ص ۱۴۱ میں ہے جس شخص کو انفلات ریح کا مرض ہو سونے سے نیند سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ محض نوم ناقض وضو نہیں اور جس کو یہ عذر ہو خروج ریح سے اس کا وضو نہیں جاتا بلکہ وقت کے نکلنے سے جاتا ہے تو نیند میں خروج ریح کے احتمال سے وضو خراب نہ ہوگا۔

فقہ حنبلی میں نواقض وضو میں زوال عقل کو بھی لکھا ہے (مختصر الخرقی مع المغنی ج ۱ ص ۱۶۴) امام ابن قدامہؒ لکھتے ہیں: وَمَنْ لَمْ يُغْلَبْ عَلَى عَقْلِهِ فَلَا وَضُوءَ عَلَيْهِ (المغنی ج ۱ ص ۱۶۷) جس کی عقل مغلوب نہ ہو اس پر وضو نہیں۔

رد مختار میں ہے کہ انبیاء کرام کی نیند ناقض وضو نہیں رد المحتار میں ہے: عَلَّةٌ عَدِمَ النِّقْضُ بِنَوْمِهِمْ هِيَ حِفْظُ قُلُوبِهِمْ مِنْهُ وَهَذِهِ الْعِلَّةُ مَوْجُودَةٌ حَالَةَ اَعْمَانِهِمْ قَالَ لِي الْمَوَاضِي اللُّدِّيَّةُ كَيْفَ السُّبُكِيِّ عَلَى اَنَّ اَعْمَاءَهُمْ يَخَالِفُ اَعْمَاءَ غَيْرِهِمْ وَالْمَا هُوَ عَنْ عَلَيْهِ الْاَوْجَاعِ لِمَحَاسِنِ الظَّاهِرَةِ دُونَ الْقَلْبِ وَلَكِنْ زَادَ تَنَامُ اَعْيُنُهُمْ لَا قُلُوبُهُمْ لِاِذَا حُفِظَتْ قُلُوبُهُمْ مِنَ النَّوْمِ الْاَلَدِيِّ هُوَ اَخَفُّ مِنَ الْاَعْمَاءِ فَوَيْتُهُ بِالْاَوَّلِي (رد المحتار ج ۱ ص ۱۴۳) ترجمہ: نیند کے ساتھ انبیاء کرام کے وضو نہ ٹوٹنے کی علت یہ ہے کہ ان کے قلوب نیند سے محفوظ رہے (باقی اگلے صفحہ پر)

(۱۰) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

فہم وشعور و اخلاق از قسم اوصاف ہیں اور اوصاف کی دو قسمیں ہیں جس میں سے ایک کا نام مصدر اور موصوف اصلی یعنی صاحب وصف خانہ زاد ہے اور دوسری کا نام قابل اور مستعیر ہے اور یہ پہلے ثابت ہو لیا کہ فرد اکمل مصدر ہوگا اور باقی قابل۔ اس صورت میں فرد اکمل ارواح اور اک وشعور اور فہم و فراست و علم و اخلاق حمیدہ کے حق میں مصدر ہوگا اور موافق قراود حال اس سے فہم وشعور کا انفصال نہ ہوگا اس لئے اس کی خواب [نیند] اور موت گواوروں کی خواب [نیند] اور موت کے ہرنگ اسی طرح نظر آئیں جیسے سورج گہن اور چاند گہن بظاہر ہرنگ یکدگر ہوتے ہیں، پر حقیقت میں اس کی خواب [نیند] اور موت گہن اور چاند گہن میں فرق ہوتا ہے یعنی جیسے وقت گہن نور آفتاب تو زائل نہیں ہوتا بلکہ چاند کی اوٹ میں ایسے طرح مستور ہو جاتا ہے جیسے وقت گرد و غبار۔ اور چاند کا نور وقت خسوف بوجہ حیولت زمین اسی طرح زائل ہو جاتا ہے جیسے آئینہ مقابل آفتاب کا نور کسی چیز کے حائل ہو جانے کے باعث۔ ایسے ہی اُس فرد اکمل کا فہم وشعور وقت خواب [نیند] و موت و مرگ مستور ہوگا زائل نہ ہوگا۔ اور افراد ناقصہ کا فہم وشعور وقت خواب [نیند] و موت زائل ہوگا مستور نہ ہوگا۔ اور اس لئے نہ اُس [فرد اکمل] کے مال میں میراث جاری ہوگی نہ اس کی ازواج سے اوروں کو نکاح جائز ہوگا۔

مگر فرد اکمل کی خواب [نیند] و مرگ میں اس کا فہم وشعور زائل نہ ہوا (۱) مستور ہوا تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہیں اور یہ طلعہ اغناء کی حالت میں بھی ہے مواہب لدنیہ میں ہے کہ علامہ سبکی نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ انبیاء کرام کا اغناء دوسروں کے اغناء کی طرح نہیں ہوتا انبیاء کرام کے اغناء میں حواس ظاہر پر غلبہ ہوتا ہے دل پر نہیں۔ اور یہ وارو ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں نہ کہ دل۔ تو جب ان کے دل اس نیند سے محفوظ ہیں جو اغناء سے خفیف ہے تو اغناء سے بدرجہ اولیٰ محفوظ ہوں گے۔

پھر جیسے نور چراغ۔ اُس وقت جس وقت اس کو کسی طرف [برتن فیروز اللغات اردو جدید ص ۴۷۴] کلی [مٹی کا بنا ہوا۔ فیروز اللغات اردو جدید ص ۵۷۷] یا مٹی [تانبے کا بنا ہوا، فیروز اللغات اردو جدید ص ۶۳۴] وغیرہ میں رکھ کر اوپر سے سرپوش ڈھک دیجئے، بایں وجہ کہ ساری شعائیں جو پہلے دور دور پھیلی ہوئی تھیں سب طرف سے سمٹ کر اسی طرف میں آ جاتی ہیں۔ اور بھی شدید ہو جاتا ہے ایسے ہی لازم یوں ہے کہ فرد اکمل کا فہم و شعور وقت خواب اور بھی تیز ہو جائے مگر یہ ہوگا تو نہ وقت خواب کدورت غفلت جو وقت خواب ہم کو ہم کو ہوا کرتی ہے اس کو پیش آئے گی اور نہ یہ احتمال ہوگا کہ ریح نکل جائے اور بوجہ غفلت خواب اس کی خبر نہ ہو۔ (قاسم العلوم ص ۴۷۳، ۴۷۴)

[دیکھا حضرت نانوتویؒ نے کتنے پیارے آسان فہم انداز میں سورج گرہن اور چاند گرہن کی مثالوں سے انبیاء کرام کی نیند اور عام آدمی کی نیند کا فرق بتا دیا کہ جیسے سورج گرہن اور چاند گرہن دونوں کو گرہن کہا جاتا ہے مگر حقیقت کا فرق ہے چاند کو گرہن ہو تو روشنی ختم ہو جاتی ہے اور سورج کو گرہن ہو تو روشنی ہم سے چھپ جاتی ہے اسی طرح ہماری نیند میں ہوش و حواس ختم ہو جاتے ہیں جبکہ حضرات انبیاء کرام کی نیند میں ہوش و حواس چھپ جاتے ہیں قارئین کرام نیند سے وضو ٹوٹنے کا حکم تو اور علماء بھی لکھتے ہیں مگر ایسے نکات صرف حضرت نانوتویؒ ہی بیان کرتے ہیں]

(۱۱) اس کے بعد فرماتے ہیں:

جب یہ مسلم ہو چکا تو اب یہ اتنا سہل ہے کہ جو شخص فرد اکمل ہوگا اس پر مراتب کمالات ایسی طرح ختم ہو جائیں گے جیسے بادشاہ پر مراتب حکومت۔ پھر جیسے ہر مرتبہ حکومت کے لئے

(۱) نبی کریم ﷺ کا قلب مبارک نیند کی حالت میں بھی بیدار رہتا تھا اس کے برخلاف قادیانی کا دل جاگنے کی حالت میں بھی سویا ہوتا تھا ہوش قائم نہ رہتے تھے۔ دائیں پاؤں کا جوتا بائیں پاؤں میں اور بائیں پاؤں کا جوتا دائیں پاؤں میں ڈالتا تھا۔ (سیرۃ المہدی جلد ۱ ص ۶۷ بحوالہ دفاع ختم نبوت ص ۴۲۶)

جدے ہی القاب اور جدے ہی آداب ہوتے ہیں کلکٹر کا لقب کلکٹر ہے اور کشر کا لقب کشر لٹنٹ کا لقب لٹنٹ اور گورنر کا لقب گورنر بادشاہ کا بادشاہ۔ ایسے ہی ہر مرتبہ کمال کیلئے خدا کی طرف سے بحیثیت کمال جدے جدے القاب اور آداب ہوں گے اور باعتبار حکومت بھی جدے جدے القاب اور آداب ہوں گے..... الی ان قال..... سو جس کی شان میں وہ لقب خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے جو اختتام مراتب کمال اور اختتام مراتب حکومت پر دلالت کرے اس شخص کو فرد اکمل اعتقاد کرنا چاہئے اور اس کی خواب و موت کو سائر ہوش و حواس و فہم و شعور سمجھنا ضرور ہے اور اس کی خواب و موت کو مزیل ہوش و حواس و فہم و شعور خیال نہ کرنا چاہئے مگر ایسا شخص جس کی شان میں خدا کی طرف سے وہ لقب آیا جو بنی آدم میں سے اس کے خاتم الکمالات اور خاتم مراتب حکومت ہونے پر دلالت کرے سوائے حضرت محمد رسول اللہ اور کوئی نہیں ہوا نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اس قسم کا لقب آیا نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہم کی شان میں اس قسم کا لقب وارد ہوا اور نہ ان صاحبوں میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ میرے بعد کوئی حاکم نہ آئے گا اور کوئی نبی یا صاحب کمال اعظم ظہور نہ فرمائے گا اس قسم کا دعویٰ اگر کرتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے اور اس قسم کا لقب آتا تو ان کی شان میں آتا جب انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ مقولہ موجود ہو کہ جہان کا بادشاہ آنے والا ہے (۱)۔ (قاسم العلوم ص ۴۷۵، ۴۷۶)

(۱) ایک موقع پر آپ نے فرمایا: کسی اور نبی نے دعویٰ خاتمیت نہ کیا۔ کیا تو حضرت محمد ﷺ نے کیا چنانچہ قرآن وحدیث میں بتصریح موجود ہے سوا آپ کے اگر آپ سے پہلے دعویٰ خاتمیت کرتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے مگر دعویٰ خاتمیت تو درکنار انہوں نے یہ فرمایا کہ میرے بعد جہان کا سردار آنے والا ہے (مباحثہ شاہجہانپور ص ۳۵) انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان مذکور ہے ”اس کے بعد میں تم سے بہت باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں (یوحنا باب ۱۴ آیت ۳۰)

(۱۲) ایک جگہ فرمایا:

مکروہ [دنیا کا سردار جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی۔ راقم] کون ہیں؟ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اول تو حضرت محمد رسول اللہ سے پہلے کسی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا اور نہ کوئی نبی ہوا دوسرے آپ کے سوا اور کسی نے دعویٰ خاتمیت نہیں کیا اور نہ بحوالہ پیغام وحی خداوندی اس قسم کا لقب اپنی نسبت کسی نے کسی کو سنایا۔ (قاسم العلوم ص ۷۷)

[دیکھیں کس طرح مدلل طریقے سے کتب سابقہ کے حوالہ جات کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی نبوت اور خاتمیت کو ثابت کیا جا رہا ہے]

(۱۳) اس کے بعد فرمایا:

رہے حضرات حواریین اول تو وہ نبی نہ تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے دعوت دین مسیحی کرتے تھے جس کا حاصل یہ ہوا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اور ان کے نائب اور ان کے بھیجے ہوئے تھے۔ بے واسطہ خدا کے بھیجے ہوئے نہ تھے اور اگر ان کی نبوت حسب اعتقاد مسیحیوں تسلیم بھی کیجئے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس مقولہ کے مخاطب نہ تھے اس لئے وہ شخص کوئی اور ہی ہونا چاہئے۔

[عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین اور پولس کیلئے نبوت یا رسالت کا اعتقاد رکھتے ہیں اس لئے انانجیل اربعہ کے بعد جس کتاب میں پولس کے کاموں کا ذکر ہے انہوں نے اس کا نام رکھا ہوا ہے ”رسولوں کے اعمال“۔ اس عبارت میں حضرت نے عیسائیوں کے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے وہ یہ کہ عیسائی کہتے ہیں کہ انجیل میں مذکور جہان کے سردار سے مراد حواریین میں سے کوئی ہے یا پولس ہے حضرت اس عبارت میں پہلی شق کا جواب دیتے ہیں کہ حواریین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نائب تھے خود نبی نہ تھے اور اگر عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق ان کو نبی مان بھی لیا جائے تب بھی اس کلام کے مصداق نہیں کیونکہ اگر ان میں سے کوئی مراد ہوتا تو اس

طرح غائب کے الفاظ سے اس کی خبر نہ دی جاتی]

(۱۴) اس کے بعد لکھتے ہیں:

رہے پولوس مقدس ان کو حواری کہتا بجز بے حیائی اور کیا ہے (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کا نام و نشان نہ تھا بایں ہمہ کسی نے ان میں سے نہ دعویٰ خاتمیت کیا (۲) نہ بحوالہ وحی اپنے لئے اس قسم کا لقب بیان کیا۔ (قاسم العلوم ص ۴۷۷، ۴۷۸)

(۱) موجودہ عیسائیت کا مدار پولس کی تعلیمات اور تشریحات پر ہے اور پولس یہودی تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آپ کے ماننے والوں کو ستا تا رہا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد اس نے اپنے طور پر عیسائیت کا اعلان کر دیا (دیکھئے رسولوں کے اعمال: باب ۲۲ آیت ۳ تا ۱۲) اور پولس نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواریتین سے ملے بغیر ہی اپنے طور پر عیسائیت کا پرچار شروع کیا چنانچہ پولس خود لکھتا ہے: ”اور میں نے یہی حوصلہ رکھا کہ جہاں مسیح کا نام نہیں لیا گیا وہاں خوشخبری سناؤں تاکہ دوسرے کی بنیاد پر عمارت نہ اٹھاؤں“ (رومیوں کے نام پولس رسول کا خط باب ۱۵ آیت ۲۰) پھر پولس نے حسبِ نشانہ اس میں تبدیلیاں کر ڈالیں چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے: ”میں یہودیوں کیلئے یہودی بناتا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں ان کیلئے میں شریعت کے ماتحت ہوتا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں اگرچہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا بے شرع لوگوں کیلئے بے شرع بناتا کہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں (کرنیقیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط باب ۹ آیت ۲۰، ۲۱) حضرت فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو اس پیشگوئی کا مصداق کہنا بجز بے حیائی اور کیا ہے؟

(۲) حواریتین پولس کو اس بشارت کا مصداق بنانے پر رد اس عبارت میں یوں کرتے ہیں کہ ان حضرات میں سے کسی نے دعویٰ خاتمیت نہ کیا اور نہ ہی ان میں سے کسی کو وحی میں خاتم کہا گیا۔ اس لئے اگر بالفرض ان میں سے کوئی نبی تھا بھی تو خاتم النبیین نہیں۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے دعویٰ خاتمیت کیا پھر قرآن وحدیث میں آپ کی خاتمیت کی منصوص ہے اس لئے اس بشارت کے مصداق آپ ہی ہیں۔

(۱۵) اس کے بعد فرماتے ہیں:

البتہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں لقب خاتم النبیین اور لذیو للعالمین اور رحمۃ للعالمین قرآن شریف میں موجود ہے جن میں سے دو اول سے تو خاتمیت مراتب حکومت بالتصریح اور خاتمیت مراتب کمال بالالتزام نکلتی ہے اور تیسرے لقب سے خاتمیت مراتب کمال تو بالتصریح اور خاتمیت مراتب حکومت بالالتزام نکلتی ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ نبی اور نذیر حکومت اور حکمرانی میں نائب خدا ہوتے ہیں جو ان کا خاتم ہوگا اس پر مراتب ماتحتی ختم ہو جائیں گے اس لئے وہ سب پر حاکم ہوگا اور تمام عالم اس کی عمل داری میں اسی طرح داخل ہوگا جیسے گورنر کی عملداری میں تمام ہندوستان اور کسی اور کو یہ بات نصیب نہ ہوگی کیونکہ اور سب اسی طرح خاص خاص اضلاع کے حاکم ہوں گے جیسے لفٹنٹ کمشنر جن وغیرہ خاص خاص اضلاع کے حاکم ہوتے ہیں اور چونکہ حاکم وہی ہونا چاہئے جو حکومتوں سے افضل ہو اور خدا کے یہاں یوں ہی ہوتا ہے۔ یہ نا انصافی اور ظلم نہیں کہ لائق کوئی ہو اور حاکم کوئی ہو جائے؟ تو یہی خاتمیت حکومت اور عموم حکومت اس کی افضلیت اور اکملیت پر دلالت کرے گی اور جب افضلیت اور خاتمیت حکومت میں بوجہ عدل و قدر شناسی خداوندی خاتم ہو تو آیت رحمۃ للعالمین جو افضلیت اور خاتمیت مراتب کمال پر بالتصریح دلالت کرتی ہے خاتمیت مراتب حکومت پر آپ دلالت کرے گی۔ باقی رہا آیت مذکورہ کا خاتمیت مراتب کمال پر دلالت کرنا اس کی صورت یہ ہے کہ یہ تو پہلے ثابت ہو چکا کہ فرد اکمل و افضل اور افراد کے حق میں مفیض اور مفید اور موثر اور معطلی ہوتا ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ عین ترحم اور رحمت ہے سو جو شخص تمام عالم کے حق میں رحمت ہو وہ بیشک سب کی نسبت مفیض اور مفید اور موثر اور معطلی ہوگا اور اس وجہ سے اس کی افضلیت اور اکملیت کا قائل ہونا پڑے گا۔ (قاسم العلوم ص ۸، ۷۷۹)

[دیکھئے کس وضاحت کے ساتھ اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کا سب کا حاکم اور سب کا خاتم کہا

گیا ہے]

(۱۶) اس کے بعد فرماتے ہیں:

باجملہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی شان میں اس قسم کے القاب وارد ہیں جو ان کی افضلیت اور اکملیت اور خاتمیت مراتب کمال و حکومت پر دلالت کرتے ہیں اور کسی کی شان میں اس قسم کے القاب نہیں آئے اور قسم کے القاب آئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ افضل المخلوقات اور اشرف الکائنات ہیں اور یہی وجہ ہوئی کہ ان کا دین آخر اللادیان ٹھہرا علاوہ اور معجزات کے قرآن شریف ان کو معجزہ میں ملا۔

[خط کشیدہ الفاظ کو پڑھیں کسی صراحت کے ساتھ حضرت نے نبی کریم ﷺ کا افضل و اعلیٰ اور سب سے آخری نبی مانا ہے]

(۱۷) اس کے بعد فرماتے ہیں:

اس دین کا آخر اللادیان ہونا تو یوں ضروری ہوا کہ حکام ماتحت کے احکام کا مرافعہ کرتے ہیں تو آخری مرافعہ بادشاہ کی کچہری میں ہوتا ہے اور اس کچہری کا حکم آخری حکم ہوتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ اس کچہری اور اس کچہری کے حاکم پر مراتب حکومت ختم ہو جاتے ہیں سو ایسے ہی کارخانہ حکومت دینی میں اس شخص کا حکم آخر رہنا چاہئے جس پر مراتب حکومت دینی ختم ہو جائیں۔

اور قرآن شریف کا اعجاز ایسے شخص کیلئے اس لئے ضرور ہوا کہ اعجاز میں ایک طرح کا اظہار کمال ہوتا ہے یعنی جیسے بڑا خوش نویس وہ ہے جو ایسا قطعہ لکھ دے جس کے ثانی کے لکھنے سے اور خوش نویس اور مثنوی عاجز آجائیں اور ظاہر ہے کہ یہ عین اظہار کمال ہے ایسے ہی بڑا نبی اور بڑا صاحب کمال وہ ہے جو ایسا کام کر سکے جو اور اقران و امثال اس کے کرنے سے عاجز آجائیں غرض حقیقت اعجاز ایک قسم کا اظہار کمال ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ کمالات میں اعلیٰ اور افضل علم ہے باجملہ کمالات کا خاتمہ علم پر ہے جو شخص خاتم مراتب کمال ہوگا وہ علم میں اوروں سے افضل اور اکمل ہوگا اس لئے اظہار کمال علمی میں وہ سب سے فائق ہوگا اور سوا اس کے اور سب

اُس کے سامنے عاجز ہوں گے اور اس وجہ سے اُس کی معلومات اور اُس کی عبارات اورں کے حق میں معجز ہوں گے جیسے اُس کی معلومات عجیب ہوں گی ایسے ہی اُس کی عبارات بھی عجیب و غریب ہوں گی کیونکہ تجویز عبارت بھی اُسی کمال سے متعلق ہے۔

[اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ و آخر ہونے میں تلازم ذکر کیا ہے اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ خاتمیت رتبی کو خاتمیت زمانی لازم ہے]

(۱۸) اس مکتوب کے آخر میں لکھتے ہیں:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاحْكُمُ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّنَ وَالِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِينَ
نقطہ (صفحہ ۲۷۱ تا صفحہ ۲۸۱ سطر ۱۲)

[اس عبارت میں بھی حضرت نے نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی صراحت کی ہے]

(۱۹) قاسم العلوم ص ۲۸۵ تا ۲۹۵ میں فارسی کا ایک طویل مکتوب ہے جس کا موضوع شان رسالت کا بیان ہی ہے طوالت سے بچنے کیلئے اسے قلم انداز کیا جاتا ہے۔ باذوق حضرات قاسم العلوم کا مطالعہ کریں۔

(۲۰) منشی ممتاز علی صاحب کے نام ایک مکتوب لکھا اور ان سے کہا کہ ایک ہفتہ کے اندر اس کو واپس کر دینا یہ ضائع نہ ہو جائے پھر فرماتے ہیں:

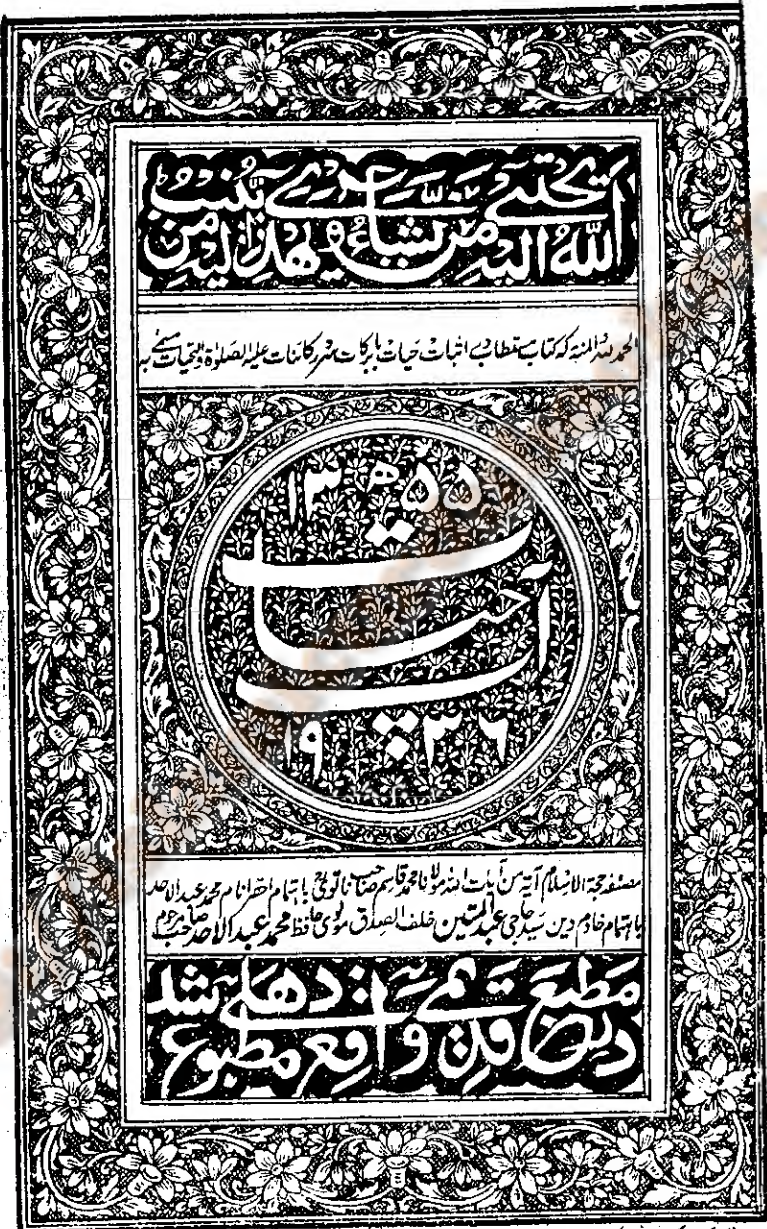
پھر مکرر عرض ہے کہ یہ تحریر گم نہ ہو جائے آپ کی غفلت شعاریاں میری دل آزاری کا سبب نہ ہو جائیں میرے دل دکھانے کیلئے یہی مفتیان دہلی کا غل و شور کافی ہے آپ زیادہ تکلیف نہ فرمائیں۔ (قاسم العلوم ص ۲۹۹)

[تخذیر الناس پر بے سوچے سمجھے کچھ مفتیوں نے فتوے دیئے آپ کو ختم نبوت کا منکر کہا گیا اس سے حضرت کو بہت رنج ہوا۔ اور ہونا بھی چاہئے تھا اس لئے کہ آپ اس الزام سے بری تھے نبی کریم ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت کو اپنا دین و ایمان سمجھتے تھے اور اس عقیدہ کی نشر و اشاعت کو اپنی زندگی

کا مشن بنائے ہوئے تھے جو ختم نبوت کا منکر ہوا اس کو ایسے فتوؤں کی کیا پروا؟
(۱۹) ایک جگہ لکھتے ہیں:

اگر نفسانیت عند اللہ مذموم نہ ہوتی اور بحث و مباحثہ کا انجام خراب نہ آتا اور نزاع اہل اسلام خدا اور رسول ﷺ کو ناگوار نہ ہوتا تو آپ بھی ایک تماشا دیکھ لیتے ان شاء اللہ مخالفانِ احقر کی ہقیقہ معلوم ہو جاتی سب کے نشے ان شاء اللہ ڈھیلے ہو جاتے اور مدعیانِ روزگار اپنے کئے کو پہنچ جاتے۔ پر کیا کروں اَلْذَّنْبُ بِسُجُنِ الْمُؤْمِنِ اس گرفتار ہواؤ ہوس کے ذمہ خدا کی طرف سے بھی دربارہ مباحثہ سیکڑوں قید و قیود لگی ہوئی ہیں وہاں کی باز پرس کا کھٹکا ایسے کام کرنے نہیں دیتا..... مگر جب دیکھا سب اہل مشورہ اسی طرف ہیں اُدھر آپ کا عنایت نامہ بھی بطلب جوابات معلومہ پہنچانا چار ہو کر روانہ کرتا ہوں (قاسم العلوم ص ۴۹۶، ۴۹۷)

[مسلمانو! کیا آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ حضرت پر جو الزام لگائے گئے حضرت نے ان پر صبر سے کام کیوں لیا ان کے خلاف کھل کر کام نہ کیا صرف چند افراد کے لمبی اشکالات کے جواب دینے پر اکتفا کیا نہ ان کے خلاف سر عام جلسے کیے نہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان کے خلاف محاذ قائم کیا جبکہ حضرت انتہائی ذہین تھے۔ بڑے حاضر جواب تھے عوام میں ان کی بڑی مقبولیت تھی بے مثال خطیب تھے۔ یہ خاموشی صرف اس لئے کہ مسلمانوں کے درمیان نزاع نہ ہو اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائیں بتائیے کیا تحذیر الناس کے مخالفین کے دلوں میں کبھی آخرت کا ایسا فکر پیدا ہوا۔ شاید تحذیر الناس کے مخالفین کہتے ہوں کہ ہمارے پاس تحذیر الناس کے سوا مولانا کی اور کوئی کتاب نہیں اب جب کہ ختم نبوت کے حوالے سے مولانا کی اس قدر خدمات سامنے آگئی ہیں تو اگر مخالفین نے واقعی اللہ کی رضا کیلئے ایسا کئے ہے تو ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ علی الاعلان اپنے پہلے قول سے رجوع کریں اور کہہ دیں کہ مولانا اس الزام سے بری ہیں ورنہ آخرت کا فکر کریں۔



ہر قسم کی عیب و غلطی سے محفوظ ہے۔ مطبع و ادب دار الفکر و ادب مطبوع

﴿تعارف کتاب آب حیات﴾

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضرت نانوتویؒ کی معرکہ الآراء کتاب ایسی دقیق عمیق اور صعب بلکہ اصعب کتاب ہے..... ہم نے اپنے استاذ و شیخ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے ترمذی اور بخاری شریف کے درس کے دوران بارہا سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ”حضرت نانوتویؒ نے یہ کتاب علماء کے امتحان کے لئے لکھی ہے“..... اس کتاب کے دیباچے میں حضرت نانوتویؒ نے خود لکھا ہے کہ جس طرح ہدیۃ الشیعہ کی تصنیف کا محرک حضرت مولانا گنگوہیؒ تھے اسی طرح آب حیات کی تصنیف کے محرک حضرت پیر و مرشد مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تھے اُن کے ایماء پر مسئلہ حیات النبیؐ پر اس کتاب کو ہدیۃ الشیعہ سے الگ مستقل کتاب کی شکل میں تصنیف کیا ہے۔ (مقدمہ اجوبہ بعین ص ۳۳)

﴿کتاب آب حیات کے مضامین کا خلاصہ﴾

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”آب حیات“ دقیق علمی کتاب ہے اس کو سمجھنے کیلئے چند تمہیدی باتیں یاد رکھیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا السَّكَنَيْنِ الْيَمَانَيْنِ (بخاری ج ۱ ص ۲۱۸) ترجمہ: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو صرف رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام کرتے دیکھا“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریش نے خانہ کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نہ بنایا۔ حطیم کی جانب سے جگہ چھوڑ دی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو اتباع سنت میں ایک مثال تھے وہ فرماتے ہیں یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ طواف کے دوران نبی کریم ﷺ حطیم والے دو کونوں کا استلام نہ کرتے تھے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۴۳)

(۲) حضرت ابن عمرؓ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ شریعت کا ہر حکم کسی علت کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے جس کو ماہرین شریعت سمجھتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی مشہور کتاب حجتہ اللہ البالغہ کے مقدمہ میں اس کو ثابت کیا ہے (دیکھئے حجتہ اللہ البالغہ ص ۵۴) فقہاء کرام کے قیاس (۱) کی بنیاد یہی علت ہوتی ہے (نور الانوار ص ۲۲۴) اس علت کے متعدد نام ہیں مثلاً: سبب، امارۃ، داعی، مستدعی، باعث، حامل، علامۃ، مناط، دلیل، مقتضی، موجب، مؤثر، معرف (المدخل الی مذهب الامام احمد بن حنبل للشیخ ابن بدران الدمشقی ص ۱۴۷) اور کسی چیز کے ناموں کی کثرت اس چیز کی اہمیت کو ظاہر کیا کرتی ہے۔

(۳) حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ احکام شرع کی علتوں کو سمجھنے والا حکیم کہلاتا ہے (۲) حکمت کہتے ہی اس کو ہیں کہ انسان کو شریعت کے احکام کی علتیں اور حکمتیں سمجھ میں آجائیں۔

(۱) قیاس کے دو معنی ہیں ایک وہ جو اصول فقہ میں چوتھے نمبر پر ہے دوسرا ضابطہ شرعیہ جیسے ہدایہ میں باب التیم سے پہلے ہے: وَلَا يَجُوزُ التَّوَضُّعُ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْأَنْبِذَةِ جَرِيًّا عَلَى قُضِيَّةِ الْقِيَاسِ (حدیث ج ص ۴۸) حضرت نانوتویؒ کی درج ذیل عبارت میں بھی قیاس ضابطہ شرعیہ کے معنی میں ہے: بہر حال نہ اپنے خیال کا وہ اعتبار ہے نہ کسی تاریخ کا وہ اعتبار ہے جس قدر حدیث ضعیف کا اعتبار ہونا چاہئے اور کسی امام نے قیاس کو حدیث ضعیف سے بڑھ کر بھی سمجھا ہے تو اس کی یہ وجہ ہے کہ قیاس [ضابطہ شرعیہ۔ راقم] ماخوذ حدیث صحیح یا متواترات سے ہوتا ہے اس صورت میں حدیث ضعیف سے قیاس [ضابطہ شرعیہ۔ راقم] بڑھ کر نہ راہ وہ حدیث صحیح یا متواترات سے بڑھ کر ہے۔ (تصفیۃ العقائد ص ۳۸)

(۲) حضرت نانوتویؒ کے الفاظ یوں ہیں: ”بعد غور بشرط سلامت ذہن و شہادت عقل یوں معلوم ہوتا ہے کہ لفظ حُکْم و حُکْمَہ سے۔ جو کلام اللہ میں جا بجا آتا ہے۔ علم نہ حکمیہ ہیئتہ احکام شرعیہ مراد ہے“ (آب حیات ص ۶ سطر ۳۲)

(۳) شرب کا ایک حکم ہے کہ چٹ لیٹ کر سونے سے انسان کا وضو جاتا رہتا ہے اور ساتھ یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا وضو نیند سے نہ جاتا تھا (رد المحتار ج ۱ ص ۱۴۳) حضرت نبی کریم ﷺ تہجد کی نماز پڑھ کر دُتروں سے پہلے سو جاتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: ”يَا رَسُولَ اللَّهِ اَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُؤْتِرَ“ (یا رسول اللہ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟) تو آپ نے ارشاد فرمایا: ”يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي“ (اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا) (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴)

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ”وَفِيهِ اَنَّهُ لَا يَنْتَقِصُ وَضُوهُ بِالنَّوْمِ لِكَوْنِ قَلْبِهِ لَا يَنَامُ وَهَذَا مِنْ خَصَائِصِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ مِنْ قَوْلِهِ وَكَذَلِكَ الْأَنْبِيَاءُ تَنَامُ أَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوبُهُمْ“ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۰۴) (اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا تھا کیونکہ آپ کا دل نہیں سوتا تھا اور یہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے ہے جیسا کہ صحیح روایت سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے) مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷ میں صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۱ کے حوالے سے اور ص ۲۹ میں سنن داری کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی نیند کا ذکر ہے اس میں بھی یہ ہے کہ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں دل جاگتا تھا۔

عام آدمی کی نیند اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نیند میں فرق کی وجہ:

”اسرار الطہارۃ“ کی عبارات کے تحت آپ نے پڑھا کہ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیند میں اور عام لوگوں کی نیند میں فرق ہے عام لوگوں کو نیند میں غفلت ہو جاتی ہے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ نیند کی حالت میں اُن سے خروج ریح ہو جائے اور اُن کو پتہ نہ چلے جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کو نیند میں غفلت نہیں ہوتی

اُن کا دل جاگتا رہتا ہے اُن کے اعصاب قوی رہتے ہیں وہ باہوش ہوتے ہیں اگر اُن کا وضو جاتا رہے تو اُن کو پتہ رہتا ہے اسلئے نبی کریم ﷺ نے کبھی تو نیند کے بعد وضو کر کے نماز ادا کی اور کبھی بغیر نیا وضو کیے نماز پڑھی۔ اور یہ فرق احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ: رد المحتار ج ۱ ص ۱۴۳ کے حوالے سے اسرار الطہارہ کی عبارات کے تحت گزرا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وضو تو اغناء کی حالت میں بھی نہیں جاتا کیونکہ دل بیدار رہتا ہے۔ اس کی حکمت:

آپ کا دل جاگتا رہتا تھا اس کی حکمت یہ ہے کہ آپ امت کیلئے اسوۂ حسنہ تھے امت کو ہر وقت آپ کی اطاعت کاملہ کا حکم ہے آپ کا تول فعل ہمارے لئے حجت ہے چونکہ آپ ہر وقت امت کیلئے مقتدی تھے سو تے وقت جاگتے وقت یا اونگھتے وقت کسی حال میں بھی آپ کی زبان سے خلاف حق یا خلاف واقعہ بات سرزد نہ ہوتی تھی۔ اور یہی مطلب ہے آپ کے دل کے بیدار رہنے کا۔ اگر عام لوگوں کی طرح نیند کی حالت میں آپ سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جاتی تو آپ کامل مقتدی نہ رہتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ بھی سنتا تھا اسے یاد کرنے کیلئے لکھ لیتا تھا مجھے قریش کے لوگوں نے منع کیا اور کہنے لگے تو ہر چیز جو رسول اللہ ﷺ سے سنتا ہے لکھ لیتا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں کبھی غصے کی حالت میں ہوتے ہیں کبھی خوشی کی حالت میں حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے مجھے لکھنے کا حکم دیا اور اپنی انگلی کے ساتھ اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ”فَوَ الْيَدِ نَفْسِي بِيَدِهِ مَا خَرَجَ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ“ (اس ذات کی قسم جس سے ہاتھ میں میری جان ہے اس سے حق بات ہی نکلتی ہے) (سنن دارمی

(۴) شریعت کا ایک حکم ہے کہ انبیاء کرام کے چھوڑے ہوئے مال میں وراثت نہیں چلتی ان کی ازواج کا دوسری جگہ نکاح نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۳) (اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ نکاح کرو ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی بیشک یہ اللہ کے ہاں بڑا گناہ ہے) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تُورَثُ مَا تَرَكَنَا صَلَافًا (بخاری ج ۱ ص ۴۳۵) (ہماری وراثت نہیں چلتی جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے) صاحب مشکوٰۃ نے فضائل علم میں ایک طویل حدیث لکھی جس کے بارے میں فرمایا: رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی۔ اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوْرَثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَٰكِنَّمَا وَرَثَتُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَبْطٍ وَافِرٍ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۴) (اور بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار یا درہم وراثت میں نہیں چھوڑتے وہ تو علم چھوڑ کر جاتے ہیں تو جس نے علم کو لے لیا اس نے بڑے نصیب کو لے لیا)

﴿حضرت تھانویؒ کے نزدیک اِن احکام کی علت﴾

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے حوالے سے مفتی اعظم مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ وفات کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاۃ برزخی زیادہ قوی ہوتی ہے اس لئے نہ اُن کی میراث تقسیم ہوتی ہے اور نہ اُن کی ازواج دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہیں چنانچہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۵۴ کے تحت یہ حضرات لکھتے ہیں:

ایسے مقتول کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے شہید کہتے ہیں اور اس کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے، لیکن اس کی موت کو دوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بعد مرنے کے گو برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے اور اسی سے

جزاء و سزا کا ادراک ہوتا ہے لیکن شہید کو اس حیات میں اور مردوں سے ایک گونا گونا امتیاز ہے اور وہ امتیاز یہ ہے کہ اُس کی یہ حیات آثار میں اور مردوں سے قوی ہے جیسے انگلیور کے اگلے پوروے اور ایڑی، اگرچہ دونوں میں حیات ہے اور حیات کے آثار بھی دونوں میں موجود ہیں لیکن انگلیوں کے پرووں میں حیات کے آثار احساس وغیرہ بہ نسبت ایڑی کے زیادہ ہیں، اسی طرح شہداء میں آثار حیات عام مردوں سے بہت زیادہ ہیں، حتیٰ کہ شہید کی اس حیات کی قوت کا ایک اثر بر خلاف معمولی مردوں کے اس کے جسد ظاہری تک بھی پہنچا ہے کہ اس کا جسم باوجود مجموعہ گوشت و پوست ہونے کے خاک سے متاثر نہیں ہوتا، اور مثل جسم زندہ کے صحیح سالم رہتا ہے، جیسا کہ احادیث اور مشاہدات شاہد ہیں، پس اس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو احیاء کہا گیا، اور اُن کو دوسرے اموات کے برابر اموات کہنے کی ممانعت کی گئی مگر احکام ظاہرہ میں وہ عام مردوں کی طرح ہیں، اُن کی میراث تقسیم ہوتی ہے اور اُن کی بیویاں دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں، اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں، مثلاً اُن کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، اُن کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں (بیان القرآن ج ۱ ص ۸۷، ۸۸، معارف القرآن ج ۱ ص ۳۹۷، ۳۹۸)

﴿حضرت نالوتویٰ کے نزدیک ان احکام کی علت﴾

حضرت نالوتویٰ فرماتے ہیں کہ جیسے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی نیند اور بیہوشی عام لوگوں سے مختلف ہے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات بھی عام لوگوں سے مختلف ہوتی ہے۔ نیند اور بیہوشی کے بارے میں گزر چکا ہے کہ عام آدمی کا وضو جا تا رہتا ہے انبیاء کرام کا وضو باقی رہتا ہے عام آدمی کا دل بھی سو جاتا ہے جبکہ انبیاء کرام کا دل جاگتا رہتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی موت اور عام آدمی کی موت میں فرق یہ ہے کہ عام آدمی کی

روح نکال لی جاتی ہے مگر انبیاء کرام کی ارواح نہیں نکالی گئیں بلکہ ان کے جسم کے اندر ہی رکھ دی گئیں تو جب انبیاء کرام کی ارواح نکلی نہیں تو نہ ان کی ارواح نکاح سے نکلیں نہ ان کا ترکہ بعد والوں میں تقسیم ہوا،

عام لوگوں کی نیند کے بارے میں قرآن کریم میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَلّٰى الْاَنفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتٰى لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَازِلِهَا جَبَلَمَسْكُ الْيَتٰى قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاٰخَرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (سورۃ الزمر آیت نمبر ۴۲) (اللہ ہی جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کی موت ان کے سونے کے وقت نہیں آئی پھر ان جانوں کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد متعین تک بھیج دیتا ہے)

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”یعنی نیند میں ہر روز جان کھینچتا ہے پھر (واپس) بھیجتا ہے یہ ہے نشان آخرت کا۔ معلوم ہوا کہ نیند میں بھی جان کھینچتی ہے جیسے موت میں اگر نیند میں کھنچ کر رہ جائے وہی موت ہے مگر یہ جان وہ ہے جس کو (ظاہری) ہوش کہتے ہیں اور ایک جان جس سے سانس چلتی ہے اور نبض اچھلتی ہیں اور کھانا ہضم ہوتا ہے وہ دوسری ہے وہ موت سے پہلے نہیں کھینچتی“ (موضح القرآن) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغوی [مع الخازن ج ۶ ص ۷۸۔ راقم] نے نقل کیا ہے کہ ”نیند میں روح نکل جاتی ہے مگر اس کا مخصوص تعلق بدن سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے جس سے حیات باطل ہونے نہیں پاتی“ (جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہی چیز نکلتی ہے جو موت کے وقت نکلتی ہے لیکن تعلق کا انقطاع ویسا نہیں ہوتا جو موت میں ہوتا ہے واللہ اعلم (تفسیر عثمانی ص ۶۱۶ ف ۴) امام بغوی ہی لکھتے ہیں:

وَلِكُلِّ اِنْسَانٍ نَّفْسَانِ احَدَاهُمَا نَفْسٌ لِلْحَيٰةِ وَهِيَ الَّتِي تُفَارِقُهُ عِنْدَ الْمَوْتِ يَتَزَوَّلُ بِزَوَالِهَا وَالْاُخْرٰى نَفْسُ التَّمَيِّزِ وَهِيَ الَّتِي تُفَارِقُهُ اِذَا نَامَ (معالم

العسلیل مع العازن ج ۶ ص ۷۷) (ہر انسان کی دور و محس ہوتی ہیں ایک زندگی کی روح ہے جو اس سے موت کے وقت جدا ہوتی ہے اور دوسری ہوش کی روح ہے اور وہ اس وقت جدا ہوتی ہے جب وہ موتا ہے)

ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ سونے کی حالت میں انسان کے ہوش اس لئے نہیں رہتے کہ اس کی روح نکال لی جاتی ہے گویا جب اس کی روح نکل گئی تو دل بھی سو گیا۔ اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا چونکہ دل جاگتا رہتا ہے ان کے ہوش ختم نہیں ہوتے اس لئے لاحالہ کہنا پڑے گا کہ نیند کے وقت اس طرح ان کے بدن سے روح کا اخراج نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ ان کی نیند کی وہ کیفیت نہیں جو عام لوگوں کی نیند کی ہوتی ہے۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی موت کی کیفیت بھی عام لوگوں کی موت کی طرح نہیں ہے تاکہ جس طرح نیند کی حالت میں انبیاء کرام علیہم السلام سے خلاف حق بات صادر نہ ہوتی تھی اسی طرح نزع کے وقت بھی وہ کچھ ہو جو امت کیلئے ایک نمونہ بنے۔ عام لوگوں کی روح موت کے وقت بدن سے جدا ہو جاتی ہے مگر انبیاء کرام کی روح کو ان کے بدن کے اندر سمیٹ دیا جاتا ہے۔ چونکہ بدن سے روح کا اخراج نہیں اس لئے نہ مال تقسیم ہوگا اور نہ ان کی ازواج ان کے نکاح سے نکلیں گی۔ واللہ اعلم۔

چنانچہ حضرت لکھتے ہیں: ازواج انبیاء کرام علیہم السلام کو نکاح ثانی کی اجازت کا نہ ہونا، اوروں کی ازواج کیلئے اس اجازت کا ہونا اور اموال انبیاء کرام علیہم السلام میں میراث کا جاری نہ ہونا اور اوروں کے اموال میں جاری ہونا اس پر شاہد ہے کہ ارواح انبیاء کرام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں یعنی سمیٹ لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں اور اس لئے سماع انبیاء علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرین قیاس ہے اور اسی لئے اُن کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایام حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے (جمال قاسمی ص ۱۶)

﴿عبارات کتاب آب حیات﴾

(۱) اس کتاب کے خطبے میں فرماتے ہیں:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا لَكَ يَوْمَ الدِّينِ وَالصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْخَلَائِقِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ (آب حیات ص ۲)

[اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کی خاتمیت رتبی یعنی افضلیت کا ذکر ہے]

(۲) کتاب کی تصنیف کے بارے میں اپنا ارادہ یوں ظاہر کرتے ہیں کہ

شروع تو خدا کے گھر سے کیجئے اور بن پڑے تو بوسہ گاہ عالم در سرور عالم ﷺ پر اختتام کو
پہنچا دیجئے تاکہ ابتدا و انتہا دونوں مبارک ہوں ورنہ جس قدر بن پڑے غیمت ہے کیونکہ اس وسیلہ
سے اس ظلم و جہول کو امید صحت و ظن قبول ہے۔ (آب حیات ص ۵)

[جو شخص نبی کریم ﷺ کے بعد کسی اور نبی کی آمد کا قائل ہو وہ بھلا نبی کریم ﷺ سے ایسے محبت
بھرے جذبات کا اظہار کیسے کر سکتا ہے ان جذبات کا اظہار اس کی دلیل ہے کہ حضرت نانوتوی
جناب نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی ہی مانتے تھے]

(۳) ایک جگہ فرماتے ہیں:

ارواح امت اس امت کے نبی کی روح کے آثار ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے اس امت
کو خود خداوند کریم نے خَيْرَ اُمَّةٍ فرمایا اور کیوں نہ فرمائے اس امت کے نبی افضل المرسلین خاتم
النبیین سید الاولین والآخرین علیہ علی آلہ افضل صلوات المصلین واکمل تسلیمات السالین۔ پھر یہ
امت افضل الامم کیوں نہ ہوگی (آب حیات ص ۱۳۵ سطر ۱۰)۔

[اس عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کے افضل اور آخری نبی ہونے کو ایک ساتھ بیان کیا
نیز آپ کی امت کو خیر الامم ثابت کیا۔ آپ نے جو یہ فرمایا کہ ارواح امت میں روح نبی کے آثار
ہوتے ہیں اس کی دلیل ایک تو یہ ہے کہ معراج کی رات آپ کو تین پیالے پیش کئے گئے ایک

دودھ کا دوسرا شراب کا تیسرا شہد کا آپ نے دودھ کے پیالے کو قبول کر لیا تو آپ سے کہا گیا اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت بہک جاتی (۱) حالانکہ وہ شراب آپ کیلئے حلال تھی مگر اس کا اثر امت پر پڑ جاتا نیز ایک موقع پر جب ایک شخص نے آپ کو غیر عادل کہا آپ نے فرمایا اگر میں انصاف نہ کروں تو انصاف کون کرے گا (۲)؟ ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کی روح کے اثرات امت کی ارواح پر پڑتے ہیں واللہ اعلم

(۳) ایک جگہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نبی الانبیاء ہیں چنانچہ آیہ وَاِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا اَنْتَعِمُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتَقُولُنَّ يٰهٗ وَكُنُصْرُؤُنَا اِنَّا اِسْرَاوِلُ دَلِيلٌ هٗ (آب حیات ص ۱۵۱ سطر ۱۷)

[جیسے اس مقام پر حضرت نے آنحضرت ﷺ کو نبی الانبیاء لکھا تھا خیر الناس میں دو جگہ اس کا ذکر کیا

(۱) اس کو شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے ضوء السراج ص ۵۵ میں بھی لکھا ہے۔

(۲) مندرجہ ذیل صحیح روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:-

عن جابر بن عبد اللہ قال بينما رسول اللہ ﷺ يقسم غنيمة بالجعرانة اذا قال له رجل اعدل قال لقد شقيت ان لم اعدل (بخاری ج ۱ ص ۴۳۳) قاضی عیاض اور نووی کے نزدیک رائج یہ ہے کہ شقیّت بفتح التاء ہو۔ انظر حاشیہ بخاری۔ ایک روایت میں ہے کہ ایسے مقرر ض کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا: من يطيع الله اذا عصيت (بخاری ج ۱ ص ۴۷۲) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ويلك ومن يعدل ان لم اعدل (بخاری ج ۱ ص ۵۰۹) عن انس قال كان النبي ﷺ احسن الناس واشجع الناس واجود الناس (بخاری ج ۱ ص ۳۹۵) عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ان اتقاكم واعلمكم بالله انا (بخاری ج ۱ ص ۷) عن ابی سعید الخدری قال كان النبي ﷺ اشد حياء من العدواء فی خدرها (بخاری ج ۱ ص ۵۰۳)

ہے آیات ختم نبوت میں اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے کہ حضرت نانو توئیؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب انبیاء کے آخر میں اسی لئے بھیجا کہ آپ سب انبیاء کے نبی ہیں سب کے مطاع ہیں کچھ بحث اس کتاب میں بھی آئیگی ان شاء اللہ تعالیٰ]

(۵) ایک جگہ فرماتے ہیں:

حضرت رسول اکرم ﷺ ہر اتب فضل و کمال ایمانی و امکانی میں ایسے یکتا ہیں کہ نہ کوئی ان کے لئے مماثل ہے نہ کوئی ان کا مقابل ہے (آب حیات ص ۱۵۲ سطر ۲)
[اس عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کو ساری کائنات میں یکتا مانا ہے اسی کو ایک شاعر نے یوں بیان کیا ہے:

تیرا ثانی بامکان وقوعی ہو نہیں سکتا نفی امکان مطلق کی مگر ہے قول مرتد کا]

(۶) ایک جگہ فرماتے ہیں:

وصف نبوت میں بھی یہی تقسیم ہے کہیں ذاتی ہے کہیں عرضی ہے سو جناب رسالت اب ﷺ کی نبوت تو ذاتی ہے اور سو آپ کے اور انبیاء علیہم السلام کی نبوت عرضی ہے دلیل نقلی تو اس کیلئے آیت وَرَاٰ اَخَذَ اللّٰهُ مِيقَاتِ النَّبِيِّۦنَ الخ ہے اس لئے کہ سب کی نبوت اگر اصلی ہے تو پھر سب مساوی الاقدام ہیں اس صورت میں مقتضائے حکمت حکیم مطلق یہ تھا کہ کوئی کسی کا تابع و مقتدی نہ ہوتا اقتداء و اتباع کو لازم ہے مُقْتَدٰی فاعِلٌ مُّقْتَدٰی مفعول سے درجہ سافل میں ہو اور اتصاف ذاتی اس بات کو تقضی ہے کہ سب ایک درجہ میں ہوں۔ (آب حیات ص ۱۵۲ سطر ۱۲)

(۷) ایک جگہ فرماتے ہیں:

یوں نہیں کہہ سکتے ہیں کہ اس امت کے لوگ انبیاء سابقین علیہم السلام سے مدارج یقین میں فائق ہیں سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ اور ان سب کے بعد حدیث يُعْثَرُ لَكُمْ مِمَّ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ اور حدیث خُتِمَ بِسَيِّئِ النَّبِيِّۦنَ وَخُتِمَ بِرَسُولِ مَضَامِيْنِ مسطورہ بالا کی مصدق ہے پر شرط یہ ہے کہ ہم سلیم اور ذہن مستقیم چاہئے (آب حیات ص ۱۵۲ سطر ۱۸)

[یہاں ایک تو یہ بتایا گیا کہ نبی ﷺ کی آمد سے دین مکمل ہو گیا دوسرے یہ کہ آپ کے آنے سے انبیاء کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور رسولوں کا سلسلہ بھی اس سے بڑھ کر ختم نبوت کی تصریح کیا ہوگی]

(۸) ایک جگہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں:

نبی آخر الزمان اور اگلی سطر میں اور باقی انبیاء علیہم السلام (آب حیات ص ۵۵ سطر ۱۶، ۱۷)
[یہ عبارت بھی نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت زمانی میں صریح ہے]

☆☆☆☆☆☆☆☆

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ عِطَ

جمالِ قاسمی

از افاضات

حجۃ الاسلام علی العالین شیخ الاسلام

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب انوار اللہ برہانہ

حسبک

مولوی اسید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند نے

(اپنے)

کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور شائع کیا

نہم کی تصدیق و توثیق علی ہر سب و ہر قسم کے تصنیفات طبعی و جہدہ ذراں
کے لئے کتب خانہ اعزازیہ دیوبند دیوبند

﴿تعارف کتاب جمال قاسمی﴾

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس رسالہ میں حضرت نانوتویؒ کے دو مکتوب ہیں جو حضرت مولانا سید جمال الدین دہلویؒ کے خطوط کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمائے ہیں ایک مکتوب میں وحدت وجود کی تشریح ہے اور دوسرے میں سماع موتی کا مسئلہ ذکر کیا گیا ہے۔

مولانا سید جمال الدین دہلویؒ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اپنی بعض تحریروں میں لکھا کہ حضرت نانوتویؒ سے ہم نے سو رساں ہندسہ، ہیئت، فلاح طبعی، جبر و مقابلہ جرنیل وغیرہ علوم میں ایک ایک ورق لکھنے کی فرمائش کی تھی واللہ اعلم کہ حضرت نانوتویؒ کو ان رساں کے لکھنے کا موقعہ پیش آیا یا نہیں اور یہ کہ یہ رساں کس کے پاس ہیں اسی طرح حضرت مولانا سید فخر الحسن گنگوہیؒ انصار الاسلام کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اور جناب مولانا کی وہ تحریروں جو زیر طبع اب تک نہیں آئیں اور وہ کوئی سوجز ہوں گے ان کے شائع کرنے پر بندہ نے ہمت باندھی تو ہے خداوند کریم مدد کرے آمین (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۴۰، ۴۱)

حضرت کی جو تحریروں نہ مل سکیں ان کا فکر کرنے سے زیادہ اس کی ضرورت ہے کہ جو

تحریروں دستیاب ہیں ان سے استفادہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے

﴿عبارت از رسالہ جمال قاسمی﴾

حضرت لکھتے ہیں:

ازواج انبیاء کرام علیہم السلام کو نکاح ثانی کی اجازت کا نہ ہونا، اوروں کی ازواج کیلئے اس اجازت کا ہونا اور اموال انبیاء کرام علیہم السلام میں میراث کا جاری نہ ہونا اور اوروں کے اموال میں جاری ہونا اس پر شاہد ہے کہ ارواح انبیاء کرام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں یعنی سمیٹ لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں اور اس لئے سماع انبیاء علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرین قیاس ہے اور اسی لئے اُن کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایام حیات میں احواء کی زیارت ہوا کرتی ہے اور اس وجہ سے یوں نہیں کہہ سکتے کہ زیارت نبوی ﷺ مثل زیارت مسجد و زیارت مکان ہے اور اسی وجہ سے بحکم لَا تَشْدُوا الرِّحَالَ وَہاں اس اہتمام سے جانا ممنوع ہے بلکہ وہ زیارت مکان نہیں زیارت مکین ہے سو اگر لَا تَشْدُوا الرِّحَالَ إِلَى مَسْجِدٍ محذوف نہ ہو بلکہ إِلَى مَكَانٍ ہی محذوف ہو جنس قریب مستغنی نہیں جنس بعید لیں اور وجہ یہ ہو کہ وجہ ممانعت یہ ہے کہ محنت بے سود ہوگی سو زیارت جملہ مکانات میں خواہ مسجد ہو خواہ کچھ اور سوائے مساجد ثلاثہ جن کا ثواب عظیم ظاہر ہے یہ وجہ برابر ہے تب بھی زیارت نبوی میں کچھ حرج نہیں بلکہ اس ترحم کی امید ہے جس کا نتیجہ مغفرت اور رضوان خداوندی نظر آتا ہے کیونکہ یہ زیارت مکان نہیں زیارت مکین ہے زیادہ کیا عرض کروں (جمال قاسمی ص ۱۶)

[ان الفاظ میں حب نبوی ﷺ کا ظہور تو ہے ہی اس کے ساتھ ساتھ عقیدہ ختم نبوت بھی سمجھ آتا ہے کیونکہ جو اس عقیدے میں ذرا بھی پک رکھے گا اسے نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شوق نہ ہوگا بلکہ ایسا شخص کسی نئے نبی کی تلاش میں رہے گا مزید تفصیل کیلئے دیکھئے کتاب آیات ختم نبوت صفحہ ۷۰۴

تصفیۃ العقائد

محجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی
بانی دارالعلوم دیوبند

وہ مراسلت جو مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند
اور جناب سرسید احمد خاں صاحب بانی مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ کے مابین عقائد اسلام کے اہم مباحث پر ہوئی
آخر میں تقلید و عدم تقلید اور مخرج ضاد پر تفصیلی
روشنی ڈالی گئی ہے۔

دارالاشاعت
مولوی مسافر خانہ کراچی

﴿تعارف رسالہ تصفیۃ العقائد﴾

سر سید احمد خان معجزات کا منکر تھا جس کی وجہ سے علماء اس کے خلاف ہو گئے۔ سر سید احمد خان اور حضرت نالوتویؒ کی جو اس موضوع پر جو خط و کتابت ہوئی اس کو تصفیۃ العقائد میں دیا ہوا ہے۔ سر سید احمد خان حضرت نالوتویؒ کا بڑا مداح تھا اپنے خط میں لکھتا ہے اگر جناب مولوی محمد قاسم صاحب تشریف لائیں تو میری سعادت ہے میں ان کی کفش برداری کو اپنا فخر سمجھوں گا (تصفیۃ العقائد ص ۵) حضرتؒ کی وفات کے بعد بھی اس نے بہت اچھے الفاظ میں حضرت کی تعریف کی ہے (دیکھئے سوانح قاسمی ج ۳ ص ۱۷۲ تا ۱۷۵)

سر سید احمد خان صاحب نے لکھا تھا کہ میری تحریریں جن کے سبب میں کافر و مرتد ٹھہرا ہوں چند اصول پر مبنی ہیں ان اصولوں کی حقانیت پر سر سید کو اتنا اعتماد تھا کہ کہنے لگا اگر ان میں کوئی غلطی ہے تو باشبہ نصیحت کا رگر ہوگی ورنہ ایسا نہ ہو کہ ناصح ہی مجھ سے ہو جاویں (از تصفیہ ص ۵) پھر اس نے اپنے پندرہ اصول لکھے۔ واقعی ان اصولوں کو پڑھ کر عام آدمی یہ کہے گا کہ بالکل درست ہے مگر حضرت نالوتویؒ نے ایک ایک اصول پر علمی گرفت کی جو بات درست ہے اس کو ثابت کیا اور جس میں غلطی تھی وہاں اس کی غلطی کو واشکاف کر دیا۔ مثلاً سر سید احمد خان نے لکھا۔

اصل اول : خدائے واحد ذوالجلال ازلی وابدی خالق و صانع تمام کائنات کا ہے (تصفیۃ العقائد ص ۵) حضرت نالوتویؒ نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے علمی انداز میں عجیب شرح کی جس میں یہ بھی لکھا تھا : کون نہیں جانتا کہ وجود ممکنات مستعار و عرضی ہے جس کیلئے معطل اور موصوف بالذات وہی موجود برحق ہے اور ظاہر ہے کہ صفات عرضیہ عین حالت عروض میں موصوف بالذات کے قبضہ میں رہتی ہیں نکل نہیں جاتیں دیکھ لیجئے وقت تنویر ارض بھی نور، آفتاب ہی کے قبضہ میں رہتا ہے نکل نہیں جاتا الخ (تصفیۃ العقائد ص ۱۰) تفصیل کیلئے اگلے صفحات کا مطالعہ کریں یا اصل

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ کتاب تصفیۃ العقائد کو دیکھیں۔

﴿ عبارات کتاب تصفیۃ العقائد ﴾

(۱) ایک جگہ فرماتے ہیں:

کلام خداوندی اور کلام نبوی ﷺ جیسے مخالف حقیقت اور مخالف واقع نہیں ہو سکتا ایسے ہی حقیقت اور واقع کے دریافت کرنے کی صورت اس سے بہتر کوئی نہیں کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے کلام کی طرف رجوع کیا جائے سواً اگر کوئی طریقہ دربارہ اخبار واقع و حقیقت مخالف کلام اللہ اور احادیث صحیحہ ہو تو کلام اللہ اور احادیث کے وسیلہ سے اس کی تعلیل کر سکیں گے پر کلام اللہ اور احادیث کی تعلیل اس طریقہ کے بھروسے سے نہیں کر سکتے (تصفیۃ العقائد ص ۱۰)

[اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کے دل میں قرآن و حدیث کی کس قدر عظمت تھی سرسید نے خط میں یہ بات کہی تھی کہ قرآن و حدیث کی کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ہونی چاہئے (تصفیۃ العقائد ص ۵) حضرت نانوتویؒ نے مذکورہ بالا عبارت میں اس کا جواب دیا۔ حضرت کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عقل کی کوئی بات قرآن و حدیث کے خلاف نہیں ہونی چاہیے سرسید عقل کو قرآن و حدیث سے اوپر رکھتا تھا حضرت فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث کا درجہ اوپر ہے عقل کو ان کے ماتحت کرو]

(۲) نیز فرماتے ہیں:

غرض عقل کی بات یہ ہے کہ کلام اللہ اور احادیث صحیحہ نمونہ صحت اور سقم دلائل عقلیہ سمجھے جائیں نہ برعکس۔ علیٰ ہذا القیاس مضمون متبادر کلام اللہ و حدیث کو جو باعتبار قواعد صرف و نحو بدالات مطابقی سمجھے جاتے ہوں اصل مقرر کر کے دلائل عقلیہ کو اس پر مطابق کریں اگر کچھ کچھا کر بھی مطابق آجائے تو فیہا ورنہ قصور عقل سمجھیں یہ نہ ہو کہ اپنے خیالات و ادہام کو اصل سمجھیں اور کلام اللہ و حدیث کو کھینچ تان کر اس پر مطابق کریں (تصفیۃ العقائد ص ۱۰)

اس عبارت میں بھی حضرت نانوتویؒ نے اسی مضمون کو پختہ کیا کہ عقل کو قرآن و حدیث کے تابع

کر د قرآن وحدیہ کو عقل کے ماتحت نہ کیا جائے گا کیونکہ عقل کو قرآن وحدیث کا خادم بننا چاہئے ہے نہ کہ برعکس]

(۳) ایک جگہ فرماتے ہیں:

واقعی مخالف کلام اللہ نہ کسی محدث کا قول معتبر ہے نہ کسی مفسر کا بلکہ خود حدیث اگر مخالف کلام اللہ ہو تو موضوع سمجھی جائیگی مگر متخالف و توافق کا سمجھنا ہم جیسوں کا کام نہیں اس کے لئے تین علموں کی ضرورت ہے ایک تو علم یقینی معانی قرآنی دوسرے علم یقینی معنی قول مخالف تیسرے علم یقینی اختلاف۔ جس کو یہ منصب خدا عطا کرے اس کے بڑے نصیب اور جاہل اور نیم ملا اس میں ٹانگ اڑانے لگے تو ان کا یہ دخل بے جا ایسا ہی ہوگا جیسے کسی طبیب حاذق کی بات میں کسی نادان یا نیم حکیم کا دخل ہوا یہی محدث اور مفسر سے مخالفت غرض قرآنی بوجہ خطا و نسیان ممکن ہے پر ہم سے جاہل یا ہم سے نیم ملا کا یہ منصب نہیں کہ ہم بھی اس کو دریافت کر سکیں الخ (تصفیۃ العقائد ص ۱۱)

[سر سید احمد خان نے یہ کہا تھا کہ قرآن کے خلاف کسی مفسر یا محدث کا قول قابل تسلیم نہیں (تصفیۃ العقائد ص ۶) حضرت نانوتویؒ نے اس کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ باتیں ارشاد فرمائیں]

(۴) ایک جگہ فرماتے ہیں:

خداوند کریم بالذات مطاع ہے اور انبیاء بوجہ رسالت اور علماء بوجہ تبلیغ رسالت غرض خدا کو بمنزلہ بادشاہ سب کا افسر سمجھو اور انبیاء کو بمنزلہ وزراء یا نواب جن کی حکومت مستقل نہیں ہوتی بلکہ عطاء بادشاہی اور مستعار ہوتی ہے جب چاہے چھین لے اور حکام ماتحت جو زیر حکم وزراء اور نواب ہوا کرتے ہیں وہ اور بھی نیچے کے سبب میں ہوتے ہیں کیونکہ وہ انہیں وزراء اور نواب کے نائب ہو کر حکمرانی کیا کرتے ہیں بہر حال بعد خدا بالذات مطاع و حاکم کوئی نہیں ان الحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ مگر ہاں اتنا فرق ہے کہ انبیاء کا مطاع ہونا اگر پہلے بالعرض نہ ہو بوجہ یقین رسالت یقینی ہوتا ہے..... فقط ایک ثبوت کی ضرورت ہے اور علماء و اولیاء کی اول تو اس عہدہ نیابت میں کلام..... اِلٰی ان قال..... اگر کسی کا قول و فعل بلا سند معلوم قابل تسلیم نہیں تو ان راویوں کا یہ کہنا کہ

روایت قول خداوندی ہے یا قول نبوی ﷺ کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا ہے اگر وجہ صداقت ظن محبت اور حسن ظن ہے تو فقہاء اور علماء نے کیا گناہ کیا ہے ان کے ساتھ بھی حسن ظن چاہئے اگر ان کے قول کیلئے ہم کو سند معلوم نہیں تو در باب وجود ماخذ اقوال فقہاء اور علماء ربانی راویان حدیث سے استحقاق حسن ظن میں کم نہیں غرض فقہاء در باب اقوال مستخرجہ دو منصب رکھتے ہیں ایک تو یہی کہ منصب استخراج و استنباط دوسرے منصب روایت یعنی یہ کہنا کہ اس حکم کیلئے کوئی ماخذ ہے الخ (تہفیف العقائد ص ۱۲، ۱۳)

[سر سید نے کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کا قول دینی امور میں قابل تسلیم نہیں ہے چونکہ اس سے خود رائی کا دروازہ کھلتا ہے اس طرح تو ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق دین کی شرح کرے گا حضرت نانو توئی نے اس اصل کی اصلاح کرتے ہوئے یہ باتیں ارشاد فرمائیں]

(۵) ایک جگہ فرماتے ہیں:

علیٰ هذا القیاس یہ کہنا کہ دوسروں کے قول کو قابل تسلیم سمجھنا شرک فی المذہب ہے علی الاطلاق درست نہیں یہ بات جب ہے کسی دوسرے کو قطع نظر اتباع نبوی ﷺ ایسا سمجھے کہ اس کا قول و فعل بہر نفع واجب الاتباع ہے سوا اس قسم کا معاملہ اگر کسی شخص کے ساتھ کرے جیسا کہ تابعان رسوم آباء بمقابلہ سنن مرسلین باوجود یقین ثبوت سنت و یقین بے سندی رسوم آباء کیا کرتے ہیں وہ شخص بلاشبہ مصداق شرک فی المذہب ہے اگر اپنے آباء کے ساتھ یہ عقیدہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کے پیروؤں کو ہونا چاہئے تب تو وہ لوگ شرک حقیقی اور کافر تحقیقی ہیں ورنہ خوف تشنیع ابناء روزگار اگر فقط باعث اتباع رسوم ہے تو اس صورت میں ایک ضعیف سا ایمان اس شرط پر متصور ہے کہ انبیاء وقت کے ساتھ اعتقاد کما ینبغی رکھتا ہے (تہفیف العقائد ص ۱۴)

[حضرت اس عبارت میں ایک طرف منکرین کو فقہاء کی عظمت سمجھا رہے ہیں تو دوسری طرف تقلید میں غلو کرنے والوں کی بھی اصلاح کو نہیں چھوڑتے۔ ہم ائمہ کی جو تقلید کرتے ہیں قرآن و حدیث پر عمل کے لئے ہی کرتے ہیں ہم ان کو رکوع سجدہ تو نہیں کرتے ہم خدا خواستہ ہرگز قرآن و حدیث

کے مقابل ائمہ کی تقلید نہیں کرتے ایک مرتبہ ایک شخص مجھے کہنے لگا کہ نبی کریم ﷺ کے مقابل امام ابوحنیفہؒ کی بات کو لینا ناجائز ہے میں نے کہا ہم نبی کریم ﷺ کی بات کے مقابل امام ابوحنیفہؒ امام بخاریؒ یا کسی بھی آدمی کی بات کو لینا کفر و شرک سمجھتے ہیں مگر تو بتا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا﴾ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو تم لوگ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے کہنے لگا یہ بات لمبی ہے الغرض ہمارے علماء ہرگز نبی کریم ﷺ کے مقابل کسی کی بات کو نہیں لیتے بلکہ اس کو کفر و شرک مانتے ہیں مزید تفصیل کیلئے دیکھئے راقم کی کتاب اساس المنطق حصہ اول ص ۱۶۳ وغیرہ، حصہ دوم ص ۳۳۸ وغیرہ]

(۶) ایک جگہ فرماتے ہیں:

یہ بات تو مسلم کہ اطاعت نبوی ﷺ دین میں ضرور ہے لیکن اگر احکام دین اقوال نبوی ﷺ کا ہی نام ہے تو پھر معلوم نہیں کہ اس تفریق کے کیا معنی ہوں گے کہ در باب اتباع دین تو ہم مجبور ہیں در بار امور دنیاوی مجاز ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک امر ہوتا ہے ایک مشورہ ہوتا ہے الخ --- بہر حال امر نبوی ﷺ جس مرتبہ میں ہو واجب الاتباع یا مستحب الاتباع ہوگا ہاں مشورہ نہ واجب الاتباع ہے نہ مستحب الاتباع البتہ مقتضاء ادب یہ ہے کہ آپ کے مشورہ کو بھی اوروں کے مشورہ پر مقدم جانے کہ اول تو مشورہ میں لحاظ کمال عقل ہی پر ہوتا ہے فقط تجربہ کاری پر نہیں ہوتا سو اس کمال میں ظاہر ہے کہ انبیاء کیسے کامل ہوتے ہیں دوسرے اتباع کسی مقدمہ میں کیوں نہ ہو موجب خوشنودی خاطر متبوع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ خوشنودی خاطر انبیاء کرام کیا کچھ مشربرات ہو سکتی ہے۔ (تہفیفہ العقائد ص ۱۵، ۱۶)

[سر سید نے یہ کہا تھا کہ دینی امور میں ہم پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ضروری ہے دنیوی امور میں نہیں (تہفیفہ العقائد ص ۶) اس کے جواب میں حضرت نالوتوٹیؒ نے یہ بات ارشاد فرمایا]

(۷) ایک جگہ فرمایا:

احکام منصوصہ کے یقینی اور اجتہادی کے ظنی ہونے میں کسے کلام ہو سکتا ہے اگر ہوگا تو

اس امر میں ہوگا کہ کونسا منصوص ہے کونسا نہیں اور کونسا اجتہادی ہے کونسا نہیں۔ اور یہ اس واسطے عرض کرتا ہوں کہ بسا اوقات اکثر آدمی بوجہ قلتِ تفکر بعض امور کو منصوص خیال کر لیتے ہیں حالانکہ وہ منصوص نہیں ہوتے (تہفۃ العقائد ص ۱۶)

[سر سید نے کہا تھا کہ احکام منصوصہ یقینی اور غیر منصوصہ ظنی ہیں (تہفۃ العقائد ص ۶) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی]

(۸) ایک جگہ منکرین کو فقہاء کی عظمت سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

صلوۃ وقت طلوع وغروب اور صوم عیدین اور صیام ایام تشریق بالیقین فی حد ذاتہ حسن ہیں پر بوجہ اقتران وقت معلوم قبح عارض ہو گیا علیٰ ہذا القیاس قتال بنی آدم اور خدعہ فی الحرب جن کے تسلیم سے معتقدان قرآن وحدیث کو چارہ نہیں فی حد ذاتہ قبیح ہیں بوجہ اقتران والنظام اعلاء کلمۃ اللہ حسن عارض ہو جاتا ہے (تہفۃ العقائد ص ۲۰)

(۹) نیز فرماتے ہیں:

احکام یقینیہ کو یقیناً دین سمجھنا چاہئے اور احکام ظنیہ کو ظننا کہنا چاہئے بہر حال اطلاق دین دونوں پر چاہئے پر فرق مراتب علم کے لئے یقین و ظن کی قید کا اضافہ ضروری ہے۔ (تہفۃ العقائد ص ۲۵)

[سر سید نے کہا تھا کہ احکام دین صرف یقینی احکام کا نام ہے (تہفۃ العقائد ص ۷) حضرت نانوتویؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں]

(۱۰) تہفۃ العقائد کے صفحہ ۳۶ تا صفحہ ۴۲ میں سر سید احمد خان کے نام حضرت نانوتویؒ کا ایک اور مفصل مکتوب جو ان کے ایک خط کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ حضرت کے مکتوب سے پتہ چلتا ہے کہ سر سید صاحب نے آسمانوں کی تعداد ان کی مسافت ان کے دروازوں کے بارے میں اسی طرح اثر ابن عباس وغیرہ کے بارے میں ہی کچھ اعتراضات اٹھائے تھے جس کو علامہ ذہبی جیسے محدثین نے سند کے اعتبار سے صحیح کہا ہوا ہے اب اگر اس اثر کے ظاہر کو مانا جائے تو عقیدہ ختم

نبوت کا انکار ہے اور اگر اس کا انکار کیا جائے تو صحیح الاسناد اثر کے انکار سے منکرین حدیث کو خوش کرنے والی بات ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے ایسا جواب ارشاد فرمایا جس سے یہ اثر عقیدہ ختم نبوت کے معارض نہ رہا۔ (۱) الغرض حضرت نانوتویؒ سرسید کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

جناب سید صاحب اپنا تو یہ مشرب ہے اور آپ غور فرمائیں گے تو آپ بھی ان شاء اللہ ہماری ہی راہ لیں گے کہ انبیاء کرام علیہم السلام تعلیم زبان و لغت کے لئے تشریف نہیں لائے بلکہ اسی زبان کے محاورات میں امتیوں کو تعلیم فرمایا ہے جو ان کی اصلی زبان ہوتی ہے..... علی

(۱) سورة الطلاق آیت نمبر ۱۲ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ نے سات زمینیں پیدا کیں ہر زمین میں تمہارے آدم کی طرح آدم تمہارے نوح کی طرح نوح تمہارے ابراہیم کی طرح ابراہیم اور عیسیٰ کی طرح عیسیٰ اور تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ سند کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح ہے (فتح الباری ج ۶ ص ۲۹۳) اس روایت کی بابت حضرت نانوتویؒ سے پوچھا گیا آپ نے تحذیر الناس میں اس کا مفصل جواب دیا حضرت کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتمیت کی تین قسمیں ہیں رتبی، زمانی اور مکانی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تین طرح کی خاتمیت عطا فرمائی۔ خاتمیت رتبی تو اس طرح کہ آپ کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے نہ کوئی آپ سے اعلیٰ ہے اور نہ کوئی آپ کے برابر۔ خاتمیت زمانی اس طرح کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے بعد ہے آپ کے بعد تو کجا آپ کے زمانے میں بھی کوئی اور نبی نہیں۔ اور مکانی اس طرح کہ آنحضرت ﷺ کو جس زمین پر بھیجا گیا وہ زمین باقی زمینوں سے اعلیٰ ہے۔ مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے اس اثر کے مطابق دوسری زمینوں میں اگر انبیاء ہوں اور ہر زمین میں ان کا کوئی خاتم ہو تو نہ وہ ہمارے نبی ﷺ کے مرتبہ کو پاسکیں اور نہ آپ کے معصر یا آپ کے بعد ہوئے۔ انبیاء کرام کے خاتم مطلق ہمارے نبی ﷺ ہی ہیں حضرتؓ کی اس تحقیق کے مطابق یہ آیت کریمہ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔ واللہ الحمد علی ذلک۔ اس جواب کی خط کشیدہ عبارت میں حضرت نے تحذیر الناس کا ذکر کیا ہے۔

هذا القياس ابواب اور اعداد مثل خمس مائة اور ستين اور سبعون وغيره الفاظ سے معانی
 وہی مراد لئے جائیں جو معانی عرب کے لوگ ان سے مراد لیتے ہیں بایں خیال کہ میرے یا
 تمہارے خیال میں یہ باتیں اور مضامین محض بیفائدہ سمجھ میں آئے ہوں ان معانی میں انحراف نہ
 چاہئے..... اس لئے کلام شارع میں جس امر کی خبر یا جس حقیقت کے اثر کا ذکر ہو ہم کو بے
 تامل ماننا ضرور ہے..... بہر حال نہ اپنے خیال کا وہ اعتبار ہے نہ کسی تاریخ کا وہ اعتبار ہے
 جس قدر حدیث ضعیف کا اعتبار ہونا چاہئے اور اگر کسی امام نے قیاس کو حدیث ضعیف سے بڑھ کر
 بھی سمجھا ہے تو اس کی یہ وجہ ہے کہ قیاس ماخوذ حدیث صحیح یا متواترات سے ہوتا ہے اس صورت
 میں حدیث ضعیف سے قیاس بڑھ کر نہ رہا وہ حدیث صحیح یا متواترات اس سے بڑھ کر رہے
 یا آسمانوں میں دروازوں کا ہونا منجملہ ممقعات ہے یا سات زمینیں مثل سات توپ کے
 گولوں کے جدی نہیں بنا سکتا یا ان کے بیچ میں پان پانسو برس کا فاصلہ نہیں رکھ سکتا یا ان میں آبادی
 نہیں ہو سکتی ممکن اور محال کی تعریف کو ان امور پر مطابق کر کے دیکھئے معلوم نہ ہو تو پوچھئے ہاں
 اتنی گزارش ملحوظ رہے کہ محال و ممکن کی تعریف کسی کسی کو معلوم ہے یہی وجہ ہوئی کہ بڑے، بڑے
 آدمی اکثر ممکنات کو محال سمجھ بیٹھے..... نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ لفظ خاتم النبیین سے یہ بات
 بالیقین سمجھنی ضرور ہے کہ عالم میں، اس زمین میں کوئی نبی ہو یا کسی اور زمین میں سب آفتاب
 ذات محمدی ﷺ سے ایسی طرح مستفید ہیں جیسے آفتاب سے آئینہ مُستفید ہو يَا قَوْمِ مُنْهَرٍ.....
 آفتاب پر سیر ختم ہو جاتی ہے نہ نہیں کہہ سکتے کہ آفتاب کا نور کہیں اور سے اسی طرح آیا ہے
 ایسے ہی اور انبیاء کی نبوت تو آپ کی نبوت کا پرتو ہے پر آپ کی نبوت پر قصہ ختم ہو جاتا ہے اور اس
 بات کو آپ کے دین کا تاریخ الادیان اور آخر الادیان ہونا ایسی طرح لازم ہے جیسے آفتاب کے نور
 کا اور نور کو جو کر دینا یا کھیتی میں بال کاسب میں پیچھے ظاہر ہونا اس بات کی زیادہ تحقیق مطلوب ہو تو
رسالہ تخریر الناس مولفہ احقر مطبع صدیقی بریلی سے منکاد کیجئے۔ اس وقت اور نبیوں میں جو انبیاء
 آپ کے مشابہ ہوں گے ان کی مشابہت ایسی ہوگی جیسے عکس آفتاب جو آئینہ میں ہوتا ہے ہو بہو

آفتاب کے مشابہ ہوتا ہے اور پھر سب جانتے ہیں کہ آفتاب اصل ہے اور عکس آفتاب اسی کا پرتو یہ بات کہ ان دروازوں میں کنڈے زنجیر بھی ہیں یا انگریزی کھٹکے ہیں اور ایسی ہی یہ بات کہ کواکب تمام بالذات روشن ہیں یا بالعرض یہ ساری باتیں ہماری توجہ کے قابل نہیں ہیں کیونکہ امکان ہر طرح کا ہے اور مخبر صادق کی طرف سے کوئی تصریح نہیں (تصفیۃ العقائد ص ۴۲)

[حضرت نانوتویؒ نے اس جواب کے اندر بھی خاتم النبیین کے معنی جیسے اعلیٰ اور آخری نبی کے بیان کئے ہیں اس طرح کہ نبی کریم ﷺ کو سورج سے دیگر انبیاء کو چاند سے تشبیہ دے کر بھی آپ کی افضلیت کو سمجھایا ہے پھر خط کشیدہ عبارت میں نبی کریم ﷺ کے دین کو ناسخ الادیان اور آخر الادیان لکھا ہے جب آپ کا دین آخری ہے تو آپ آخری نبی بھی ہوئے واللہ الحمد علی ذلک]

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

سرسید مرحوم کی نظر میں

[یہ تاثرات سوانح قاسمی ج ۳ ص ۱۷۲ تا ص ۱۷۵ سے نقل کئے گئے ہیں۔ راقم]

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی وفات پر سرسید مرحوم نے ”علیکڈھ انشٹیوٹ گزٹ“ کی اشاعت مورخہ ۲۴ اپریل ۱۸۸۰ء میں ایک مضمون لکھا تھا اس مضمون میں حضرت نانوتویؒ کے متعلق سرسید نے اپنے تاثرات کا جن الفاظ میں اظہار کیا ہے وہ الفاظ معاصرانہ چشمک سے مبرا ہونے کے علاوہ حضرت نانوتویؒ کے علم و عمل اور صلاح و تقویٰ کا جو مقام متعین کرتے ہیں اس کے متعلق یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ وہ عقیدہ تہذیب و تمدن کے غلو سے قطعاً پاک ہیں۔

کسی ایسے شخص کا اپنے کسی ایسے معاصر کے بارے میں اظہار رائے کرنا جو اس شخص کے عقائد و افکار اور رجحانات سے شدید اختلاف رکھتا ہو ظاہر ہے کہ کس بے لاگ حیثیت کا حامل ہو سکتا ہے یہ حضرات ایک دوسرے کو ذاتی حیثیت سے کس نظر سے دیکھتے تھے اس کا اندازہ ”تَصْنِیْفَةُ الْعُقَايِدِ“ کی اس مراسلت سے ہو سکتا ہے جو ان حضرات کے مابین ہوئی ہے اس مراسلت میں سرسید اپنے ایک دوست (منشی محمد عارف) کو خط میں لکھتے ہیں:

اگر جناب مولوی محمد قاسم صاحب تشریف لاویں تو میری سعادت ہے میں ان کی کفش برداری کو اپنا فخر سمجھوں گا (تصفیۃ العقائد صفحہ ۳ مکتوب سرسید بنام منشی محمد عارف)

تہذکرہ بالا مکتوب کے جواب میں سرسید کے ان ہی دوست کو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا تھا کہ:

ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ سنی سنائی سید صاحب (سرسید) کی اولو العزمی اور درومندی اہل اسلام کا معتقد ہوں اور اس وجہ سے ان کی نسبت اظہار محبت کروں تو بجا ہے مگر اتنا

اس سے زیادہ اُن کے فسادِ عقائد کو سن کر اُن کا شاکی اور اُن کی طرف سے رنجیدہ خاطر ہوں
(تھفۃ العقائد صفحہ ۶ مکتوب سرسید بنام منشی محمد عارف)

اس مختصر تقریب کے بعد سرسید کا تذکرہ صدر مضمون درج ذیل ہے:

انسوس ہے کہ جناب مدوح (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ) نے ۱۵ /
اپریل ۱۸۸۰ء کو ضیقِ انفس کی بیماری میں بمقام دیوبند انتقال فرمایا، زمانہ بہتوں کو رویا ہے اور
آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا لیکن ایسے شخص کیلئے رونا جس کے بعد کوئی اس کا جانشین نظر نہ آوے
نہایت رنج اور غم اور انسوس کا باعث ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ دلی کے علماء میں سے بعض لوگ
جیسے کہ اپنے علم و فضل اور تقویٰ اور ورع میں معروف اور مشہور تھے ویسے ہی نیک مزاجی اور سادہ
وضعی اور مسکینی میں بھی بے مثل تھے۔ لوگوں کو خیال تھا کہ بعد جناب مولوی محمد اسحاق صاحب کے
کوئی شخص اُن کی مثل ان تمام صفات میں پیدا ہونے والا نہیں ہے مگر مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم
نے اپنی کمال نیکی اور دینداری اور تقویٰ اور ورع اور مسکینی سے ثابت کر دیا کہ اس دلی کی تعلیم
و تربیت کی بدولت مولوی محمد اسحاق صاحب کی مثل اور شخص کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے بلکہ چند باتوں
میں اُن سے زیادہ۔

بہت لوگ زندہ ہیں جنہوں نے مولوی محمد قاسم صاحب کو نہایت کم عمر میں دلی میں تعلیم
پاتے دیکھا ہے۔ انہوں نے جناب مولوی مملوک علی صاحب مرحوم سے تمام کتابیں پڑھی تھیں
ابتداء ہی سے آثارِ تقویٰ اور ورع اور نیک بختی اور خدا پرستی کے ان کے اوضاع اور اطوار سے
نمایاں تھے اور یہ شعران کے حق میں بالکل صادق تھا

بالائے سرش زہوشمندی مے تافت ستارہ بلندی

زمانہ تحصیل علم میں جیسے وہ ذہانت اور عالی دماغی اور فہم و فراست میں معروف و مشہور تھے ویسے ہی
نیکی اور خدا پرستی میں بھی زبان زدِ اہل فضل و کمال تھے ان کو جناب مولوی مظفر حسین صاحب
کاندھلوی کی صحبت نے اتباعِ سنت پر بہت زیادہ راغب کر دیا تھا اور حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

کے فیضِ صحبت نے ان کے دل کو ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا دل بنا دیا تھا خود بھی پابندِ شریعت اور سنت تھے اور لوگوں کو بھی پابندِ شریعت اور سنت کرنے میں زائد از حد کوشش کرتے تھے بایں ہمہ عام مسلمانوں کی بھلائی کا بھی ان کو خیال تھا انہیں کی کوشش سے علومِ دینیہ کی تعلیم کیلئے نہایت مفید مدرسہ دیوبند میں قائم ہوا، اور ایک نہایت عمدہ مسجد بنائی گئی علاوہ اس کے چند مقامات میں بھی ان کی سعی اور کوشش سے مسلمانی مدرسے قائم ہوئے۔ وہ کچھ خواہش پیر و مرشد بننے کی نہیں کرتے تھے لیکن ہندوستان اور خصوصاً اضلاع شمال و مغرب میں ہزار ہا آدمی ان کے معتقد تھے اور ان کو اپنا پیشوا اور مقتدا جانتے تھے۔

مسائلِ خلافیہ میں بعض لوگ اُن سے ناراض تھے اور بعضوں سے وہ ناراض تھے مگر جہاں تک ہماری سمجھ ہے ہم مولوی محمد قاسم مرحوم کے کسی فعل کو خواہ کسی سے ناراضی کا ہو خواہ کسی سے خوشی کا، کسی طرح ہوائے نفسانی یا ضد یا عداوت پر محمول نہیں کر سکتے۔ اُن کے تمام کام اور افعال جس قدر کہ تھے بلاشبہ للہمیت اور ثوابِ آخرت کی نظر سے تھے اور جس بات کو وہ حق اور سچ سمجھتے تھے اُس کی پیروی کرتے تھے ان کا کسی سے ناراض ہونا صرف خدا کے واسطے تھا اور کسی سے خوش ہونا بھی صرف خدا کے واسطے تھا کسی شخص کو مولوی محمد قاسم اپنے ذاتی تعلقات کے سبب اچھایا برا نہیں جانتے تھے بلکہ صرف اس خیال سے کہ وہ برے کام کرتا ہے یا بری بات کہتا ہے خدا کے واسطے برا جانتے تھے مسئلہ حبِ اللہ اور بغضِ اللہ کا خاص ان کے برتاؤ میں تھا ان کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی خصلتیں تھیں ہم اپنے دل سے اُن کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہو، بلاشبہ نہایت محبت کے لائق ہے۔ اس زمانہ میں سب لوگ تسلیم کرتے ہیں اور شاید وہ لوگ بھی جو ان سے بعض مسائل میں اختلاف کرتے تھے تسلیم کرتے ہوں گے کہ مولوی محمد قاسم اس دنیا میں بے مثل تھے اُن کا پایہ اس زمانہ میں شاید معلوماتِ علمی میں شاہِ عبدالعزیزؒ سے کچھ کم ہو لا اور تمام باتوں میں ان سے بڑھ کر تھا۔ مسکنی اور نیکی اور سادہ مزاجی میں اگر ان کا پایہ مولوی محمد اسحاق سے بڑھ کر نہ تھا، تو کم بھی نہ تھا درحقیقت فرشتہ سیرت اور ملکوتی

خصلت کے شخص تھے اور ایسے شخص کے وجود سے زمانہ کا خالی ہو جانا اُن لوگوں کیلئے جو ان کے بعد زندہ ہیں نہایت رنج اور افسوس کا باعث ہے۔

افسوس کہ ہماری قوم بہ نسبت اس کے کہ عملی طور پر کوئی کام کرے زبانی عقیدت اور ارادت بہت زیادہ ظاہر کرتی ہے ہماری قوم کے لوگوں کا یہ کام نہیں کہ ایسے شخص کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد صرف چند کلمے حسرت و افسوس کے کہہ کر خاموش ہو جائیں یا چند آنسو آنکھ سے بہا کر اور رومال سے پوچھ کر چہرہ صاف کر لیں بلکہ ان کا فرض ہے کہ ایسے شخص کی یادگاری کو قائم رکھیں۔

دیوبند کا مدرسہ ان کی نہایت عمدہ یادگاری ہے اور سب لوگوں کا فرض ہے کہ انہی کوشش کریں کہ وہ مدرسہ ہمیشہ قائم اور مستقل رہے اور اُس کے ذریعہ سے تمام قوم کے دل پر اُن کی یادگاری کا نقش جمار ہے۔

(نقل باصلہ از علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ)

مؤرخہ ۲۴ اپریل ۱۸۸۰ء صفحہ ۷۷، ۷۸، ۷۹

تَعْلِيمِ مَنْ تَشَاءُ وَتُزِيلُ مَنْ تَشَاءُ

مع اضافات

تقریر النبی

مکمل

از افاضہ تجہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم

رحمۃ اللہ علیہ

جس کو

مولوی سید احمد مالک کتب خانہ اعجازیہ نے
اپنے

کتب خانہ اعجازیہ دیوبند ضلع پشاور شائع کیا

﴿تعارف کتاب تقریر و لہدیر﴾

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ کتاب حضرت نانوتویؒ کی بے مثال اور عجیب و غریب کتاب ہے افسوس کہ یہ کتاب حضرت مکمل نہیں کر سکے یہ اردو زبان میں ہے، تمام عقائد و دینیہ اصول و فروعیہ کو عقلی استدلال سے قریب الفہم کر دیا ہے اس طرح کہ اگر کوئی غیر متعصب غیر مسلم بھی اس کو پڑھے گا تو اسلام کے نظام عقائد کو برحق ہی سمجھے گا..... اس کتاب کی ابتداء میں حضرت نانوتویؒ بنظر خیر خواہی خلائق سب اہل مذاہب خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو، یہود، نصاریٰ، مجوس، آتش پرست وغیرہ سب کی خدمت میں دین اسلام کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور عقل سلیم رکھنے والے سب حضرات سے درخواست کی ہے کہ تعصب کو برطرف رکھتے ہوئے ایک بار اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھیں اگر حق و باطل کی تمیز ہو جائے تو اس کو قبول کریں نہیں تو اصلاح کریں [دیکھئے تقریر دل پذیر ص ۲، ۳]

پھر وجود صانع توحید صفات سے لے کر تمام اعتقادی مسائل کا عقلی ثبوت عمدہ تمثیلات سے بیان فرمایا ہے اور عقلیات کے اماموں کے باطل نظریات کی پر زور تردید فرمائی ہے۔

(مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۳۱)

﴿عبارت از کتاب تقریر دلپذیر﴾

کتاب کے خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرماتے ہیں:

سو ہزاروں رحمتیں اُن کی جان پاک پر کہ آپ بچے اور اوروں کو بچایا اور بچے ہوؤں کو
سیدھا راستہ دکھایا، خصوصاً اُس پر جو ان سب میں بمنزلہ آفتاب کے ستاروں میں ہو اور اُس پر جو
اس کی پیروں میں اور یاروں میں ہو۔ (تقریر دلپذیر ص ۲)

[اس عبارت میں حضرتؑ نے سب انبیاء کرام اور اُن کے ماننے والوں پر درود بھیجا اور خط کشیدہ
عبارت میں۔ جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ایسی مدح کی
جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی نبوت سب انبیاء کرام کی نبوت کی اصل ہے۔ اور جیسے سورج کے
طلوع ہونے کے بعد ستاروں کی روشنی کی ضرورت نہیں اسی طرح آنحضرت ﷺ کی تشریف
آوری کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں]

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يُعْطِي

مَحَبَّةُ الْاِسْلَامِ

۱۳۵۴ھ

(ازافاضات)

جنۃ اللہ علی العالمین شیخ الاسلام

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب انار اللہ پورہ

(باضافہ عنوانات)

شیخ الہند حضرت مولانا دمرشدنا محمود الحسن قدس اللہ سرہ

(باہتمام)

احقر محمد علی منیر کتب خانہ امدادیہ دیوبند نے

دہلی میں طبع کرا کر

کتب خانہ امدادیہ دیوبند شائع کیا

خطبہ از حضرت شیخ الہند محمود حسنؒ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم النبیین علی آلہ واصحابہ واتباعہ واحبابہ وعلماء امتہ الواصلین الی مدارج الحق البتین! بندہ محمود محمد وصلوٰۃ کے بعد طالبان معارف الہیہ اور دلدادگان اسرار ملت حنفیہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ سنہ ۱۸۷۶ء میں پادری نولس صاحب اور فشی پیارے لال صاحب ساکن موضع چاندپور متعلقہ شاہجہانپور نے باتفاق رائے جب ایک میلہ بنام میلہ خدا شناسی موضع چاندپور میں مقرر کیا اور اطراف وجوانب میں اس مضمون کے اشتہار بھجوائے کہ ہر مذہب کے علماء آئیں اور اپنے اپنے مذہب کے دلائل سنائیں۔

تو اس وقت معدن الحقائق مخزن الدقائق مجمع المعارف مظہر اللطائف جامع الفیوض والبرکات قاسم العلوم والخیرات سیدی ومولائی حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب محنتا اللہ بعلمہ ومعارفہ نے اہل اسلام کی طلب (۱) پر میلہ مذکور کی شرکت کا اادہ ایسے وقت معمم فرمایا کہ تاریخ مباحثہ یعنی ۷ مئی سر پر آگئی تھی چونکہ یہ امر بالکل معلوم نہ تھا کہ تحقیق مذاہب اور بیان دلائل کی کیا صورت تجویز کی گئی ہے اعتراضات وجوابات کی نوبت آئیگی یا زبانی اپنے اپنے مذہب کی

(۱) اس مباحثے سے چند باتیں معلوم ہوئیں [۱] بریلی اور اس کے اطراف کے مسلمانوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ آپ کو اس میں شمولیت کی دعوت دی (میلہ خدا شناسی ص ۸، ۹ سوانح عمری ص ۱۵ طبع مکتبہ رشیدیہ لاہور) [۲] مسلمانوں نے آپ کو کفر کے مقابلہ میں اسلام کو سچا تر جان تسلیم کیا [۳] کافروں نے بھی آپ کو مسلمانوں کا بڑا عالم مانا [۴] آپ کی جیت کو اسلام اور مسلمانوں کی جیت مانا گیا [۵] آپ نے ان مباحثوں میں جابجا عقیدہ ختم نبوت کو بیان کیا اور یہ ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نیانی نہ ہوگا اب نجات صرف اور صرف نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے میں اور آپ کی اتباع میں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت نانوتویؒ نہ صرف یہ کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ کا آخری نبی مانتے تھے بلکہ آپ اس عقیدے کے بہت بڑے مبلغ تھے۔

حقانیت بیان یا بیانات تحریری ہر کسی کو پیش کرنے پڑیں گے تو اسی لئے بہ نظر احتیاط حضرت مولانا قدس اللہ سرہ کے خیال مبارک میں یہ آیا کہ ایک تحریر جو اصول اسلام اور فروع ضروریہ بالخصوص جو اس مقام کے مناسب ہوں سب کو شامل ہو حسب قواعد عقلیہ منضبط ہونی چاہئے جس کی تسلیم میں عاقل منصف کو کوئی دشواری نہ ہو اور کسی قسم کے انکار کی گنجائش نہ ملے چونکہ وقت بہت تنگ تھا اس لئے نہایت عجلت کے ساتھ غالباً ایک روز کامل اور کسی قدر شب میں بیٹھ کر ایک تحریر جامع تحریر فرمائی۔ جلسہ مذکورہ میں تو مضامین مندرجہ تحریر مذکورہ کو زبانی ہی بیان فرمایا اور دربارہ حقانیت اسلام جو کچھ بھی فرمایا وہ زبانی ہی فرمایا اور اسی لئے تحریر مذکور کے سنانے کی حاجت اور نوبت ہی نہ آئی چنانچہ مباحثہ مذکورہ کی جملہ کیفیت بالتفصیل چند بار طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے مگر جب اس مجمع سے بحمد اللہ نصرت اسلام کا پھر براڑا اڑاتے ہوئے حضرت مولانا المعظم واپس تشریف لائے تو بعض خدام نے عرض کیا کہ تحریر جو جناب نے تیار فرمائی تھی اگر مرحمت ہو جائے تو اس کو مستہر کر دینا نہایت ضروری اور مفید نظر آتا ہے یہ عرض مقبول ہوئی اور تحریر مذکور متعدد مرتبہ طبع ہو کر اس وقت تک تسکین بخش قلوب اہل بصیرت اور نور افزائی دیدہ اولی الابصار ہو چکی ہے اور مولانا مولوی فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے مضامین کے لحاظ سے اس کا نام حجۃ الاسلام تجویز فرما کر اول بار شائع فرمایا تھا جس کی وجہ تسمیہ دریافت کرنے کی کم فہم کو بھی حاجت نہ ہوگی۔

اس کے بعد چند مرتبہ مختلف مطابع میں چھپ کر وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی، صاحبان مطابع اس عجالہ مقبولہ اور نیز دیگر تصانیف حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اشاعت دیکھ کر صرف بغرض تجارت معمولی طور پر اُن کو چھاپتے رہے کسی اہتمام زائد کی حاجت اُن کو محسوس نہ ہوئی اسی لئے فقہ کاغذ اور لکھائی اور چھپائی ہی میں کوتاہی نہیں ہوئی بلکہ صحیح عبارت میں بھی نمایاں خلل پیدا ہو گئے اس حالت کو دیکھ کر کفش برداران قاسمی اور دلدادگان اسرار علمی کو بے اختیار اس امر پر کمر بستہ ہونا پڑا کہ صحت خوشخطی وغیرہ تمام امور کا اہتمام کر کے اس عجالہ مقدسہ کو چھاپا جائے اور بغرض توضیح حاشیہ پر ایسے نشانات کر دیئے جائیں جس سے تفصیل مطالب ہر کسی کو بے تکلف معلوم

ہو جائے اور جملہ تصانیف حضرت مولانا نفع اللہ المسلمین بقیۃ کو اسی کوشش اور اہتمام کے ساتھ چھاپ کر ان کی اشاعت میں سعی کی جائے واللہ ولی التوفیق۔

اس تحریر کی نسبت حضرت مولانا کی زبان مبارک سے یہ بھی سنا گیا کہ جو مضامین تقریر دلپذیر میں بیان کرنے کا ارادہ ہے وہ سب اس تحریر میں آگئے اُس قدر تفصیل سے نہ سہی بالا جمال ہی سہی۔ ایسی حالت میں تقریر دلپذیر کے ناتمام ہونے کا جو قلق شاکھان اسرار علمیہ کو ہے اُس کے مکافات کی صورت بھی اس رسالہ سے بہتر دوسری نہیں ہو سکتی۔

اب طالبانِ حقائق اور حامیانِ اسلام کی خدمت میں ہماری یہ درخواست ہے کہ تائید احکام اسلام اور مدافعتِ فلسفہ قدیمہ و جدیدہ کیلئے جو تدبیریں کی جاتی ہیں ان کو بجائے خود رکھ کر حضرت خاتم العلماء کے رسائل کے مطالعہ میں بھی کچھ وقت ضرور صرف فرمائیں اور پورے غور سے کام لیں اور انصاف سے دیکھیں کہ ضروریات موجودہ زمانہ حال کے لئے وہ سب تدابیر سے فائق اور مختصر اور بہتر اور مفید تر ہیں یا نہیں۔ اہل فہم خود اس کا تجربہ کچھ تو کر لیں میرا کچھ عرض کرنا اس وقت غالباً دعویٰ بلا دلیل سمجھ کر غیر معتبر ہوگا اس لئے زیادہ عرض کرنے سے معذور ہوں اہل فہم و علم خود موازنہ و تجربہ فرمانے میں کوشش کر کے فیصلہ کر لیں۔

باقی خدام مدرسہ عالیہ دہلی بند نے تو یہ تہیہ بنام خدا کر لیا ہے کہ تالیفات موصوفہ مع بعض تالیفات حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ وغیرہ تصحیح اور کسی قدر توضیح و تہیہ کے ساتھ عمدہ چھاپ کر اور نصابِ تعلیم میں داخل کر کے ان کی ترویج میں اگر حق تعالیٰ توفیق دے تو جان توڑ کر ہر طرح کی سعی کی جائے اللہ کا فضل حامی ہو تو وہ نفع جو ان کے ذہن میں ہے اوروں کو بھی اس کے جمال سے کامیاب کیا جائے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا ہم کیا ہیں؟ جو کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہو اگر کم سے تیرے جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

حضرت شیخ الہندؒ کا خطبہ پورا ہوا۔

﴿عبارات کتاب حجۃ الاسلام﴾

اب ذیل میں اس کتاب سے کچھ عبارات دی جا رہی ہیں جن میں حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کی افضلیت اور آپ کی ختم نبوت کا اظہار فرمایا ہے۔ یاد رہے کہ ان کے ساتھ عنوانات حضرت شیخ الہندؒ کے لکھے ہوئے ہیں۔ ذیل کی عبارت ص ۳۱ کی آخر سطر سے شروع ہے

(۱) رکن ثانی ضرورت رسالت:

ان تقریرات لطیفہ کے بعد پھر یہ گزارش ہے کہ خداوند عالم جب حاکم اور مطاع و محبوب ٹھہرا تو اس کی رضا جوئی ہمارے ذمہ فرض ہوئی اور اس کی رضا کے موافق کام کرنا ہمارے ذمہ لازم ہوا مگر یہ بات بے اطلاع رضا و غیر رضا متصور نہیں مگر رضا کی اطلاع کا یہ حال ہے کہ ہماری تمہاری رضا غیر رضا بھی بدون ہمارے بتلائے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی خداوند عالم کی رضا غیر رضا بے اس کے بتلائے کسی کو کیونکر معلوم ہو سکے یہاں تو یہ حال کہ ہم جسمانی ہیں اور جسم سے زیادہ کوئی چیز ظاہر نہیں پھر اس پر یہ حال کہ سینے سے سینہ ملا دیں اور دل کو چیر کودکھلا دیں تو بھی دل کی بات دوسرے کو معلوم نہیں ہو سکتی خدائے عالم تو سب سے زیادہ لطیف ہے اس وجہ سے آج تک کسی کو دکھلائی نہیں دیا پھر اس کے دل کی بات [یعنی اس کی منشا۔ راقم] بے اس کے بتائے کسی کو کیونکر معلوم ہو سکے؟ اور ایک دو بات اگر بدالالت عقل سلیم کسی کے نزدیک لائق امر و نہی خداوندی معلوم بھی ہوں تو اول اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خداوند عالم قابلیت امر و نہی کا پابند ہی رہے۔ کیا عجب ہے کہ بوجہ خود مختاری و بے نیازی اور کچھ حکم دے علاوہ ازیں اس قسم کے علم اجمالی سے کیا کام چلتا ہے؟ جب تک تفصیل اعمال مِنْ اَوَّلِہِ الیْ اٰخِرِہِ معلوم نہ ہو جائے تعمیل حکم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس کے انتظار کا ارشاد ہے مگر اس کی شان عالی کو دیکھئے تو یہ بات کب ہو سکتی ہے کہ خداوند عالم ہر کس و نا کس کو اپنی رضا غیر رضا کی خبر دے اور ہر کسی کو منہ لگائے [یعنی ہر کسی سے کلام کرے۔ راقم] بادشاہان دنیا اس تھوڑی سی نخوت پر اپنے ہی بنی نوع سے نہیں کہتے دکان دکان اور

مکان مکان پر کہتے نہیں پھرتے مقربان بارگاہی سے کہہ دیتے ہیں وہ اوروں کو سنا دیتے ہیں اور بذریعہ اشتہارات و منادی اعلان کر دیتے ہیں۔ خداوند عالم کو ایسا کم سمجھ لیا جائے کہ وہ ہر کسی سے کہتا پھرے؟ وہاں بھی یہی ہوگا کہ اپنے مقربوں سے اور اپنے خواصوں سے فرمائے اور وہ اوروں کو پہنچائیں ایسے لوگوں کو اہل اسلام انبیاء اور پیغمبر اور رسول کہتے ہیں۔

(۲) عصمت انبیاء :

لیکن دنیا کے تقرب اور خواصی کے لئے سراپا اطاعت ہونا ضرور ہے اپنے مخالفوں کو اپنی بارگاہ میں کون گھسنے دیتا ہے اور مسند قرب پر کون قدم رکھنے دیتا ہے؟ اس لئے یہ ضرور ہے کہ وہ مقرب جن پر اسرار و مافی الضمیر آشکار کئے جائیں یعنی اصول احکام سے اطلاع دی جائے ظاہر و باطن میں مطیع ہوں مگر جس کو خداوند علیم وخبیر باعتبار ظاہر و باطن مطیع و فرمانبردار سمجھے گا اس میں غلطی ممکن نہیں البتہ بادشاہان دنیا موافق و مخالف و مطیع و عاصی و مخلص و مکار کے سمجھنے میں بسا اوقات غلطی کھا جاتے ہیں اس لئے یہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جس کو مطیع و مخلص سمجھا تھا وہ ایسا نہ نکلے یا بادشاہ کو بوجہ غلطی اس کی طرف گمان مخالفت و مکاری پیدا ہو جائے اور اس لئے دربار سے نکالا جائے مگر خدا تعالیٰ کے درگاہ کے مقرب بوجہ عدم امکان غلط فہمی ہمیشہ مطیع و مقرب ہی رہیں گے۔

(۳) انبیاء اپنے منصب سے معزول نہیں ہوتے،

دورخ جنت کے مالک نہیں۔ گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے

نظر بریں یہ لازم ہے کہ انبیاء معصوم بھی ہوں اور مرتبہ تقرب نبوت سے برطرف نہ کئے جائیں گو خدمت نبوت کی تخفیف ہو جائے [جیسے ایک نبی کے بعد دوسرا آ جاتا تھا۔] لیکن جیسے مقربان بادشاہی اور خواص سلطانی مطیع اور مقرب ہوتے ہیں شریک خدا کی نہیں ہوتے اس لئے ان کو یہ اختیار نہ ہو سکا کہ کسی کو بطور خود جنت یا جہنم میں داخل کر دیں البتہ بوجہ تقرب یہ ممکن ہے کہ وہ بکمال ادب کسی کی سفارش کریں یا کسی کی شکایت کریں۔ احباب کی سفارش کو جو انبیاء علیہم السلام دربارہ ترقی مدارج یا مغفرت معاصی خدا کی درگاہ میں کریں گے اہل اسلام شفاعت کہتے

ہیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۳۱ تا ص ۳۳)

(۴) معجزہ ثمرہ نبوت ہے نہ مدار نبوت:

”الغرض اصل نبوت تو ان دو باتوں کا مقتضی ہے کہ فہم سلیم و اخلاق حمیدہ اس قدر ہوں۔ رہے معجزات وہ بعد اعطائے نبوت عطا کرتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ جیسے [یعنی جو نبی کسی کو۔ راقم] اظہار معجزات کے امتحان میں نمبر اول پایا اس کو نبوت عطا کی ورنہ ناکام رہا چنانچہ ظاہر ہے اس لئے اہل عقل کو لازم ہے کہ اول فہم و اخلاق و اعمال (۱) کو میزان عقل میں تولیں اور پھر بولیں کہ کون نبی ہے اور کون نہیں؟ (حجۃ الاسلام ص ۳۶ سطر آخر تا ص ۳۷ سطر ۴)

(۵) ایمان صحیح انبیاء بلا تفریق:

اہل اسلام تو سبھی انبیاء علیہم السلام کے درم تاخریدہ غلام ہیں خاصکر ان میں ان اولو العزموں کے جن کی تاثیر اور اولو العزمی اور علو ہمت سے دین خداوندی نے بہت شیوع پایا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیونکہ انبیاء کا اعتقاد اور محبت اہل اسلام کے نزدیک جزء ایمان ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۳۷)

(۶) آنحضرت ﷺ کا فضل الانبیاء ہیں:

مکران میں سے اور باقی تمام انبیاء سے بڑھ کر حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی

(۱) حضرت کی اس عبارت میں مرزا نیت کا بھی رد ہے کیونکہ مرزائی لوگ مرزا قادیانی کے فہم اور اخلاق پر بات نہیں کرتے بلکہ قادیانی کی پیشگوئیوں کو اس کے دعویٰ نبوت یا مسیحیت کی دلیل بتاتے ہیں حالانکہ قادیانی ان میں بھی جھوٹا ٹھہرتا ہے تفصیل کیلئے دیکھئے آیات ختم نبوت ص ۶۵ تا ۷۸۔ یاد رہے کہ حضرت نے جو معیار بتایا یہ بھی اس دور میں تھا جب انبیاء آیا کرتے تھے کیونکہ حضرت کی گفتگو جن لوگوں سے تھی ان کا دین اسلام سے پہلے کا دین تھا۔ نبی کریم ﷺ کے بعد تو مسلمان کسی مدعی نبوت کے سچے ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو سمجھتے ہیں اور ان کو سب میں افضل اور سب کا سردار جانتے ہیں اہل انصاف کے لئے تو بشرط فہم سلیم موازنہ احوال محمدی ﷺ اور احوال دیگر انبیاء کافی ہے ملک عرب کی جہالت اور درشت مزاجی اور گردن کشی کون نہیں جانتا جس قوم میں ایسی جہالت ہو کہ نہ کوئی کتاب آسمانی ہو نہ غیر آسمانی اور اخلاق کا یہ حال کہ قتل کر دینا ایک بات ہو فہم کی یہ کیفیت کہ پتھروں کو اٹھالائے اور پوجے لگے اور گردن کشی کا یہ صورت کہ کسی بادشاہ کے کبھی مطیع نہ ہوئے جفاکشی کی یہ نوبت کہ ایسے خشک ملک میں شاد و خرم عمر گذاریں ایسے جاہلوں گردن کشوں کو راہ پر لانا ہی دشوار تھا چہ جائیکہ علوم الہیات و اخلاق و سیاست مدن میں اور علم معاملات و عبادات میں رشک افلاطون و ارسطو و دیگر حکمائے نامدار بنادیا۔

اعتبار نہ ہو تو اہل اسلام کی کتب اور ان کی کتب کو موازنہ کر کے دیکھیں مطالعہ کنناں کتب فریقین کو معلوم ہوگا کہ ان علوم میں اہل اسلام تمام عالم کے علماء پر سبقت لے گئے نہ یہ تدقیقات کہیں ہیں نہ یہ تحقیقات کہیں ہیں۔ جن کے شاگردوں کے علوم کا یہ حال ہو خود موجود علوم کا کیا حال ہوگا؟ اگر یہ بھی معجزہ نہیں تو اور کیا ہوگا؟ (حجۃ الاسلام ص ۳۷، ۳۸)

(۷) معجزات علمیہ کا معجزات عملیہ سے افضل ہونا:

صاحبو! انصاف کرو تو معلوم ہو کہ یہ معجزہ اور انبیاء کے معجزات سے کس قدر بڑھا ہوا ہے سب جانتے ہیں کہ علم کو عمل پر شرف ہے یہی وجہ سے کہ ہر فن میں اس فن کے استادوں کی تعظیم کی جاتی ہے ہر سررشتہ میں افراد کو باوجودیکہ ان کے کام میں بمقابلہ خدمات اتباع بہت کم محنت ہوتی ہے تنخواہ زیادہ دیتے ہیں یہ شرف علم نہیں تو کیا ہے؟ (۱) خود انبیاء ہی کو دیکھو امتی آدمی بسا اوقات مجاہدہ و ریاضت میں ان سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر مرتبہ میں انبیاء کے برابر

(۱) حضرت کی اس عبارت کو ذہن نشین کر لیں کیونکہ تحذیر الناس کی ایک عبارت کو اس کے ساتھ حل کریں گے جب یہ عبارت سمجھ آگئی تو ان شاء اللہ وہ بھی حل ہو جائے گی۔

نہیں ہو سکتے وہ اس کی بجز شرف علم و تعلیم اور کیا ہے؟ الخ (حجۃ الاسلام ص ۳۸)

(۸) معجزات علمیہ و عملیہ کی تفسیر:

مگر معجزات علمیہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص دعویٰ نبوت کر کے ایسا کام کر دکھائے کہ اور سب اس کام کے کرنے سے عاجز آجائیں اس صورت میں معجزات علمیہ اس کا نام ہوگا کہ کوئی شخص دعویٰ نبوت کر کے ایسے علوم ظاہر کرے کہ اور اقران و امثال اس کے مقابلہ میں عاجز آجائیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۳۸)

(۹) تفاضل علوم باعتبار تفاضل معلومات:

مگر علوم میں بھی فرق ہے یعنی جیسے گلاب [یعنی عرق گلاب۔ راقم] ہو یا پیشاب ہو۔ دیکھنے میں دونوں برابر ہیں مگر جس کو دیکھتے ہیں اس میں اتنا تفاوت ہے کہ اس سے زیادہ کیا ہوگا؟ ایک پاک اور خوشبودار دوسرا ناپاک اور بدبودار۔ ایسے ہی علم ذات و صفات خداوندی اور علم اسرار احکام خداوندی اور علم معلومات باقیہ میں یہی فرق ہے بلکہ غور سے دیکھئے تو اس سے زیادہ فرق ہے اس لئے کہ گلاب و پیشاب میں اتنا تو اتحاد ہے کہ یہ بھی مخلوق وہ بھی مخلوق۔ خالق اور مخلوق میں تو اتنا بھی اتحاد و مناسبت نہیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۳۸)

(۱۰) آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئیاں اور انبیاء سے بڑھ کر ہیں:

اُدھر دیکھئے علم و قائل میں بھی باہم فرق ہے دنیا کے وقائع کی اگر کوئی شخص خبر دے تو پھر ورے ہی کی خبر دیتا ہے پر جو شخص وقائع آخرت کی خبر دیتا ہے وہ دور تک کی خبر دیتا ہے اور چونکہ خبر مستقبل کا اعجاز بہ نسبت ماضی کے زیادہ ظاہر ہے کیونکہ یہاں تو کسی قسم کی اطلاع کا احتمال بھی ہے پر مستقبل میں یہ احتمال بھی نہیں ہوتا اس لئے جو شخص کثرت سے امور مستقبلہ کی خبر دے اور امور مستقبلہ بھی بہت دور دور کے بیان کرے تو اس کا اعجاز علم و قائل بہ نسبت دوسروں کے زیادہ ہوگا۔ اب دیکھئے کس کی پیشینگوئیاں زیادہ ہیں اور پھر وہ بھی کہاں کہاں تک اور کس کس قدر دور و دراز زمانہ کی باتیں ہیں؟ رہا یہ احتمال کہ آخرت کی پیشینگوئیوں کا صدق اور کذب کس کو معلوم ہے؟ اس کا

یہ جواب ہے کہ کوئی پیشگوئی کیوں نہ ہو قبل وقوع سب کا یہی حال ہوتا ہے۔ اگر دو چار گھڑی پیشتر کی ہو تب تو اکثر حاضرین کو معلوم ہوگا ورنہ بیان کسی کے سامنے کی جاتی اور ظہور کسی کے سامنے ہوتا ہے۔

تورات کی پیشگوئیوں کو دیکھ لیجئے بعض بعض تو اب تک ظہور میں نہیں آئیں بہر حال پیشگوئیاں اگلے ہی زمانے میں جا کر معجزہ ہو جاتی ہیں یعنی ان کا معجزہ ہونا اگلے زمانے میں معلوم ہوتا ہے مگر ایک دو کا صدق بھی اوروں کی تصدیق کے لئے کافی ہوتا ہے ادھر قرآن صادقہ اور معجزات دیگر اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس لئے قبل ظہور موجب یقین ہو جاتے ہیں ہاں زمانہ ماضی کی باتیں بشرطیکہ وجود اطلاع خارجی مفقود ہو بے شک اسی وقت معجزہ سمجھ جائیں گی۔

بالجملہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی پیشگوئیاں بھی اس قدر ہیں کہ کسی اور نبی کی نہیں کسی صاحب کو دعویٰ ہو تو مقابلہ کر کے دیکھیں جن میں سے کثرت سے صادق بھی ہو چکی ہیں مثلاً خلافت کا ہونا، حضرت عثمانؓ اور حضرت حسینؓ کا شہید ہونا اور حضرت حسنؓ کے ہاتھ دو گروہ اعظم کا صلح ہو جانا، ملک کسری اور ملک روم کا فتح ہو جانا، بیت المقدس کا فتح ہو جانا، مروانیوں اور عباسیوں کا بادشاہ ہونا، تاجاز کا ظاہر ہونا، ترکوں کے ہاتھ اہل اسلام پر صدمات کا نازل ہونا جیسا چنگیز خان کے زمانہ میں ظاہر ہوا، اور سوان کے اور بہت سی باتیں ظہور میں آچکی ہیں ادھر وقائع ماضیہ کا یہ حال کہ باوجود امی ہونے اور کسی عالم نصرانی یا یہودی کی صحبت کے نہ ہونے کے وقائع انبیاء سابق کے احوال کا بیان فرمانا ایسا روشن ہے کہ بجز متعصب ناانصاف اور کوئی انکار نہیں کر سکتا (حجۃ الاسلام ص ۳۹، ۴۰)

(۱۱) آنحضرت ﷺ کے اخلاق سب سے اعلیٰ تھے:

اب اخلاق کو دیکھئے رسول اللہ ﷺ کہیں کے بادشاہ یا امیر نہ تھے آپ کا اغلاس ایسا نہ تھا جو کوئی نہ جانتا ہو اس پر ایسے لشکر کی فراہمی جس نے اول تو تمام ملک عرب کو زیر بار کر دیا اور پھر فارس اور روم اور عراق کو چند [یعنی کچھ۔ راقم] عرصہ میں تسخیر کر لیا۔ اس پر معاملات میں وہ

شائستگی رہی۔ کہ کسی لشکری نے سوائے مقابلہ جہاد کسی کی ایذا رسانی کی طرح گوارا نہ کی۔ بجز بغیر اخلاق اور کسی وجہ پر منطبق نہیں آسکتی۔ القصہ آپ کے علم و اخلاق کے دلائل قطعیہ کے آثار تو اب تک موجود ہیں اس پر بھی کوئی نہ مانے تو وہ جانے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۰)

(۱۲) باعتبار حاوی علوم کثیرہ ہونے کے قرآن شریف کا اعجاز:

علاوہ بریں قرآن شریف جس کو تمام معجزات علمی میں بھی افضل و اعلیٰ کہئے ایسا برہان قاطع کہ کسی سے کسی بات میں اس کا مقابلہ نہ ہو سکا۔ علوم ذات و صفات و تجلیات و بدء خلایق و علم برزخ و علم آخرت و علم اخلاق و علم احوال و علم افعال و علم تاریخ و غیرہ اس قدر ہیں کہ کسی کتاب میں اس قدر نہیں اگر کسی کو دعویٰ ہو تو لائے اور دکھلائے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۰)

[اس عبارت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سے کیسا مہر اعلق نصیب کیا تھا؟ اور قرآن فہمی کے بارے میں آپ کو کس قدر شرح صدر حاصل تھا]

(۱۳) باعتبار فصاحت و بلاغت قرآن شریف کا اعجاز:

اس پر فصاحت و بلاغت کا یہ حال کہ آج تک کسی سے مقابلہ نہ ہو سکا مگر ہاں جیسے اجسام و محسوسات کے حسن و قبح کا ادراک تو ایک نگاہ اور ایک توجہ میں بھی متصور ہے اور روح کے کمالات کا ادراک ایک بار متصور نہیں ایسے ہی ان معجزات علمی کی خوبی جو مضمین علوم عجیبہ ہوں ایک بار متصور نہیں مگر ظاہر ہے کہ یہ بات کمال لطافت پر دلالت کرتی ہے نہ کہ نقصان پر (حجۃ الاسلام ص ۴۰، ۴۱)

[قرآن کے منکروں کے سامنے مباحثہ کے دوران اتنے بڑے چیلنج کا کر دینا اس کی دلیل ہے کہ آپ کو اعجاز قرآنی پر پورا عبور تھا اور آپ کسی بھی شخص کو اس بارے میں مطمئن کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے]

(۱۴) قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت صاحب ذوق سلیم مدعا سے سمجھ سکتا ہے:

بالجملہ اگر کسی بلید کم فہم کو وجوہ فصاحت و بلاغت قرآنی ظاہر نہ ہوں تو اس سے اس کا

نقصان لازم نہیں آتا کمال ہی ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ بریں عبارت قرآنی ہر کس و ناکس، رند بازاری کے نزدیک بھی اسی طرح اور عبارتوں سے ممتاز ہوتی ہے جیسے کسی خوش نویس کا خط بد نویس کے خط سے۔ پھر جیسے تناسب خط و خال معشوقاں اور تناسب حروف خط خوشنویساں معلوم ہو جاتا ہے اور پھر کوئی اس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں بتا سکتا کہ دیکھ لو یہ موجود ہے ایسے ہی تناسب عبارت قرآنی جو وہی فصاحت و بلاغت ہے ہر کسی کو معلوم ہو جاتا ہے پر اس کی حقیقت اس سے زیادہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ دیکھ لو یہ موجود ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۱)

(۱۵) صاحب اعجاز علمی کا صاحب اعجاز عملی سے افضل ہوتا:

اور بایں وجہ کہ علم تمام ان صفات سے اعلیٰ ہے جو جو مربی عالم ہیں یعنی ان صفات کو عالم سے تعلق ہے جیسے علم و قدرت، ارادہ، مشیت کلام۔ کیونکہ علم کو معلوم اور قدرت کو مقدور اور ارادہ کو مراد اور مشیت کو مرغوب اور کلام کو مخاطب کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے وہ نبی جس کے پاس معجزہ علمی ہو تمام اُن نبیوں سے اعلیٰ درجہ میں ہوگا جو معجزہ عملی رکھتے ہوں گے کیونکہ جس درجہ کا معجزہ ہوگا وہ معجزہ اس بات پر دلالت کرے گا کہ صاحب معجزہ اس درجہ میں یکتاے روزگار ہے اور اس فن میں بڑا سردار ہے اس لئے ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت کا اقرار بشرط فہم و انصاف ضرور ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۲)

(۱۶) رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہوتا:

علیٰ ہذا القیاس جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ علم سے اوپر کوئی ایسی صفت نہیں جس کو عالم سے تعلق ہو تو خواہ مخواہ اس بات کا یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تمام مراتب کمال ایسی طرح ختم ہو گئے جیسے بادشاہ پر مراتب حکومت ختم ہو جاتے ہیں اس لئے جیسے بادشاہ کو خاتم الحکام کہہ سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الکالمین اور خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں مگر جس شخص پر مراتب کمال ختم ہو جائیں تو باینبجہ کہ نبوت سب کمالات بشری میں اعلیٰ ہے چنانچہ مسلم بھی ہے اور تقریر متعلق بحث تقرب جو اوپر گذر چکی اس پر شاہد ہے (ص ۴۲)

[چونکہ افضلیت کا بیان پہلے ہو چکا ہے اس لئے اس عبارت میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہیں اور یا آخری نبی اور اعلیٰ نبی دونوں ہیں اس کی دلیل درج ذیل عبارت ہے]

(۱۷) تمام اہل مذاہب پر آپ کا اتباع ضروری ہے:

اس لئے آپ کے دین کے ظہور کے بعد سب اہل کتاب کو بھی ان کا اتباع ضروری ہوگا کیونکہ حاکم اعلیٰ کا اتباع تو حکام ماتحت کے ذمہ بھی ہوتا ہے رعایا تو کس شمار میں ہے؟ علاوہ بریں جیسے لارڈ لٹن کے زمانہ میں لارڈ لٹن کا اتباع ضروری ہے اس وقت احکام لارڈ ناتھ بروک کا اتباع کافی نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا اتباع باعث نجات سمجھا جاتا ہے۔ ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ بابرکات میں اور ان کے بعد انبیاء سابق کا اتباع کافی اور موجب اتباع کافی اور موجب نجات نہیں ہو سکتا۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۳)

[اس عبارت میں واضح طور پر خاتمیت زمانی اور آپ ہی کی اتباع میں نجات کے منحصر ہونے کا ذکر موجود ہے]

(۱۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی آنحضرت ﷺ کے متعلق:

اور یہی وجہ ہوئی کہ سوا آپ کے اور کسی نبی نے دعویٰ خاتمیت نہ کیا بلکہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ جہاں کا سردار آتا ہے خود اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ خاتم نہیں کیونکہ حسب ارشاد مثالی خاتمیت بادشاہ، خاتم وہی ہوگا جو سارے جہاں کا سردار ہو اس وجہ سے ہم رسول اللہ ﷺ کو سب میں افضل سمجھتے ہیں۔ پھر یہ آپ کا خاتم ہونا آپ کے سردار ہونے پر دلالت کرتا ہے اور بقرینہ دعویٰ خاتمیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے یہ بات یقینی سمجھتے ہیں کہ وہ جہاں کے سردار جن کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیتے ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۳)

[اس عبارت میں خاتمیت سے مراد خاتمیت زمانی ہے۔ انجیل کی عبارت میں آپ ﷺ کی افضلیت کا ذکر ہے حضرت نانو تو ی نے اس سے افضل ہونا اور اعلیٰ ہونا دونوں کو سمجھا

ہے۔ عبارت آپ کے سامنے ہے۔ اگر حضرت نے کسی کتاب میں نبی ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہوتا تو وہ لوگ آپ کا مذاق اڑا دیتے اور مسلمان کسی طرح ان مباحثوں سے کامیاب واپس نہ آتے۔ حضرت نانوتویؒ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جس بشارت کا ذکر کیا وہ انجیل یوحنا باب ۱۲ آیت ۲۰ میں ہے اس کے الفاظ یوں ہیں ”تم یقین کرو۔ اسکے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں“ [

(۱۹) تحقیق نسخ:

رہا یہ شبہ کہ یہ صورت نسخ احکام کی ہے اور نسخ احکام چونکہ غلطی حکم اول پر دلالت کرتا ہے اور خدا کے علوم اور احکام میں غلطی متصور نہیں اس لئے یہ بات بھی غلط ہوگی کہ سوائے اتباع محمدی اور کسی میں نجات متصور نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ فقط تبدیلی احکام کو کہتے ہیں غلطی کا اشارہ اس میں سے سمجھ لینا سخت ناانصافی ہے یہ لفظ عربی ہے اس کے معنی ہم سے پوچھنے تھے پھر اعتراض کرتا تھا۔ سنئے خدا کے احکام میں نسخ اس قسم کا ہوتا ہے جیسے طبیب کا منہج کے نسخ کی جگہ مسہل کا نسخہ لکھ دینا۔ چنانچہ وہ تقریبی بھی جس میں خدا کے احکام کا بندوں کے حق میں نافع ہونے اور ان کے منافی کا اُن کے حق میں مضر ہونے کی طرف اشارہ کر چکا ہوں اُس کے ساتھ یہی طبیب کی مثال عرض کر چکا ہوں اس مضمون کیلئے مؤید ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۳، ۴۴)

[خط کشیدہ الفاظ سے واضح ہے کہ اس بحث کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ بغیر اتباع محمدی کسی طرح نجات متصور نہیں اور یہ تب ہی ہے جب آنحضرت ﷺ کو اللہ کا آخری نبی مانا جائے۔ والحمد للہ] (۲۰) نسخ میں اختلاف لفظی ہے:

الغرض تبدیلی احکام خداوندی مثل احکام حکام دنیا بوجہ غلط فہمی نہیں ہوتی بلکہ اس غرض سے ہوتی ہے کہ مثل منہج حکم اول کا زمانہ نکل گیا اور مثل مسہل حکم ثانی کا زمانہ آ گیا اور اس قسم کے تبدل احکام کے اقرار سے حضرات نصاریٰ بھی منحرف نہیں ہو سکتے چنانچہ بعض احکام تو رات

کا بیجا انجیل مبدل ہو جانا سب کو معلوم ہے (۱) پھر اگر اس قسم کو نصاریٰ نسخ نہ کہیں بحکیم کہیں تو فقط لفظوں ہی کا فرق ہوگا معنی وہی رہیں گے اور اگر نسخ ہی کہتے ہیں تو چشم ماروٹن دل ماشاد۔ (ججہ الاسلام ص ۴۴)

(۱) عیسائیت کے بارے میں چند نکتے کی باتیں یاد رکھیں ان شاء اللہ بہت کام آئیں گی۔

[۱] عیسائی اپنے عقائد و تعلیمات کو اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ٹھوس دلائل سے ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ موجودہ عیسائیت کا مدار پولس کی تعلیمات اور تشریحات پر ہے اور پولس یہودی تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آپ کے ماننے والوں کو ستا تا رہا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد اس نے اپنے طور پر عیسائیت کا اعلان کر دیا (دیکھئے رسولوں کے اعمال: باب ۲۲ آیت ۱۲ تا ۱۳) [۲] پھر پولس نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواریین سے ملے بغیر ہی اپنے طور پر عیسائیت کا پرچار شروع کیا چنانچہ پولس خود لکھتا ہے: ”اور میں نے یہی حوصلہ رکھا کہ جہاں مسیح کا نام نہیں لیا گیا وہاں خوشخبری سناؤں تاکہ دوسرے کی بنیاد پر عمارت نہ اٹھاؤں“ (رومیوں کے نام پولس رسول کا خط باب ۱۵ آیت ۲۰) [۳] پولس نے حسب منشا اس میں تہدیلیاں کر ڈالیں چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے: ”میں یہودیوں کیلئے یہودی بنا تاکہ یہودیوں کو سمجھ لاؤں جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں ان کیلئے میں شریعت کے ماتحت ہوا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو سمجھ لاؤں اگرچہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا بے شرع لوگوں کیلئے بے شرع بنا تاکہ بے شرع لوگوں کو سمجھ لاؤں (کرنقیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط باب ۹ آیت ۲۰، ۲۱) اس سے معلوم ہوا کہ پولس کا مقصد اللہ کے دین کی اشاعت نہ تھی بلکہ سیاست دانوں کی طرح اپنی جماعت بنانا مقصد تھا [۴] آج کل انجیل کے نام پر جو کتابیں ملتی ہیں وہ حقیقت میں بعد کے لوگوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات پر لکھی ہوئی کتابیں ہیں جیسا کہ تیسری انجیل کے شروع اور چوتھی انجیل کے آخر سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ لوقا کی انجیل جو تیسری انجیل ہے اس کے شروع میں ہے: ”چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے (باقی اگلے صفحہ پر)

(۲۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے سے آنحضرت ﷺ کی مساوات لازم نہیں آتی:

اس کے بعد گزارش ہے کہ شاید نصاریٰ کو یہ خیال ہو کہ حضرت موسیٰ کا کلیم ہونا اور حضرت عیسیٰ کا کلمہ ہونا بھی مسلم ہے پھر بوجہ نزول کلام اللہ محمد یوں ہی کو کیا افتخار رہا؟ تو اس کا اول تو یہ جواب ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلیم ہونا بایں معنی ہے کہ وہ خدا کے مخاطب تھے اور خدا کے کلام ان کے کان میں آئے۔ یہ نہیں کہ ان کی زبان تک یا ان کے منہ تک بھی نوبت پہنچی ہو اور ظاہر ہے کہ کلام فصیح و بلیغ کا کان میں آ جانا سامع کا کمال نہیں ورنہ اس حساب سے کبھی صاحب اعجاز اور صاحب کمال ہو جائیں البتہ کلام بلیغ کا منہ میں آنا اور زبان سے نکلنا البتہ کمال سمجھا جاتا ہے بشرطیکہ اول کسی اور سے نہ سنا ہو فقط خدا ہی کی قدرت و عنایت کا واسطہ ہو، سو یہ بات اگر میسر آئی ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میسر آئی ہے یہی وجہ ہوئی کہ سو آپ کے اور کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔ (حجۃ الاسلام ص ۳۴)

[ایسی عبارتوں کو بار بار دیکھیں کم از کم اس عاجز کو اپنے ناقص مطالعہ میں ایسے مضامین نہیں گزرے۔ بھلا جو شخص ختم نبوت کا قائل نہ ہو کیا وہ اس طرح شان رسالت کو بیان کر سکتا ہے؟ قادیانی ختم نبوت کا منکر تھا کیا وہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ادب کرتا تھا؟ ہرگز نہیں]

(۲۲) آنحضرت ﷺ کے متعلق تورات کی پیشینگوئی:

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا اس لئے اے معزز تصفیلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ان کی پہچان تھی معلوم ہو جائے، (لوقا کی انجیل باب ۱-آیت ۳۱) اور انجیل یوحنا جو چوتھی انجیل ہے اس کے آخر میں لکھا ہے کہ ”اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لئے دنیا میں منجائش نہ ہوتی (یوحنا کی انجیل باب ۲۱ آیت ۲۵)

اس تقریر کے سننے دیکھنے والوں کو ان شاء اللہ اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ تورات کی وہ پیشینگوئی جس میں یہ ہے کہ اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا (۱) بلاشبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اس وقت یہ بات بھی آشکارا ہو گئی ہوگی کہ اس پیشینگوئی میں جو اس فقرہ سے اول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تجھ جیسا نبی پیدا کروں گا اس کا یہ مطلب نہیں کہ تو اور وہ تساوی المراتب ہوں گے بلکہ یہ مطلب ہے کہ کلام ربانی سے تجھے بھی معاملہ پڑا اور اسے بھی معاملہ پڑے گا مگر چونکہ یہ تشبیہ اگر مطلق رہتی تو کمال مشابہت پر دلالت کرتی جس کا حاصل وہی تساوی مراتب نکلتا اس لئے آگے بطور استثناء و استدراک یہ ارشاد فرمایا کہ اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا تا کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ تجھ سے افضل ہوں گے کیونکہ اس وقت وہ نبی بمنزلہ زبان خدا ہوں گے اور ایسی صورت ہو جائیگی جیسے فرض کیجیے کسی کے سر پر بھوت چڑھ جائے اور وہ اس وقت کچھ باتیں کرے یا تاثیر مسریرم سے کسی عالم کی روح کا پر توہ کسی جاہل کی روح پر پڑ جائے (۲) اور اس وجہ سے علوم کی باتیں

(۱) تورات کی جس پیشینگوئی کا حضرت نانو توئیؑ نے ذکر کیا اس کے الفاظ یوں ہیں:

”اور خداوند نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا“ (استثنا باب ۱۸ آیت ۱۷ تا ۱۹) یاد رہے کہ یہاں نبی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔

(۲) یاد رہے کہ حضرتؑ نے تشبیہ تمثیل کے ساتھ اس کو سمجھایا کہ متکلم خداوند کریم ہیں اور رسول اللہ ﷺ بمنزلہ زبان و ترجمان (مزید دیکھیے عقود الجمان ج ۲ ص ۲۷ مختصر المعانی ص ۳۲۲) حدیث پاک سے اس کی مثال: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ان الایمان لیارز الی المدینة (باقی اگلے صفحہ پر)

کرنے لگے جیسے اس وقت متکلم کوئی اور ہی ہوتا ہے پر زبان اسی شخص کی ہوتی ہے اور اسی لئے بظاہر یوں ہی کہا جاتا ہے کہ یہی شخص باتیں کرتا ہے ایسے ہی یہاں بھی خیال فرمالیجئے اور ظاہر ہے کہ زبان متکلم ہی کی جانب شمار کی جاتی ہے البتہ کان مخاطب کی جانب شمار کئے جاتے ہیں سو جب متکلم خداوند کریم ہوئے اور رسول اللہ ﷺ بمنزلہ زبان و ترجمان تو بیشک اس حساب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے ساتھ درجہ تساوی میسر نہیں آسکتا۔

مگر جب یہ بات واجب التسلیم ہوئی تو یہ بات آپ چسپاں ہو گئی کہ جو اُس نبی کا مخالف ہوگا اُس سے میں انتقام لوں گا کیونکہ اُس نبی کی مخالفت کو بہ نسبت اور نبیوں کی مخالفت کے زیادہ تر یوں کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی مخالفت ہے اس لئے خدا ہی انتقام لے گا مگر جس طرح خدا کی جانب دربارہ کلام وہ شمار کئے گئے ایسے ہی دربارہ انتقام بھی ان کو شمار کر لیجئے اور ان جہادوں کو جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مخالفوں کے ساتھ کئے ہیں اس انتقام کا ظہور سمجھ لیجئے گو اور انواع عذاب بھی اس کا تہہ ہو۔ (حجۃ الاسلام ص ۳۵، ۳۶)

(۲۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلمۃ اللہ ہونے سے آنحضرت ﷺ کی مساوات لازم نہیں آتی:

باقی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ ہونا مخاطب پر فوقیت رکھے گا متکلم پر فوقیت اس سے ثابت نہ ہوگی بلکہ کلمہ کا مفعول متکلم ہونا خود متکلم ہی کی افضلیت پر دلالت کریگا مگر جب رسول اللہ ﷺ کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کماتأزر الحیة الی جحرھا (بخاری ج ۱ ص ۳۲۲ مع حاشیہ سند ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۰۳۸، الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۹۹، المقاصد الحسنة ص ۲۳۵ مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۵۶ باب الاعتصام بالسنۃ) مولوی عبد السبح راہپوری انوار ساطعہ میں لکھتے ہیں: حدیث میں آیا ہے کہ دین مکہ مدینہ میں سمٹ آوے گا جیسے سمٹ آتا ہے سانپ اپنی بل میں (انوار ساطعہ ص ۱۹) ہمارے نزدیک اس حدیث پاک میں ایمان کی تشبیہ معاذ اللہ ہرگز سانپ کے ساتھ اور مکہ مدینہ کی تشبیہ اس کی بل کے ساتھ ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہ تشبیہ تمثیلی ہے (مزید دیکھئے اساس المنطق ج ۲ ص ۳۱۸ تا ۳۱۲)

مشکل کی جانب مانتا تو وہی افضل ہوں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام افضل نہ ہوں گے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۶)

(۲۴) تمام کائنات کلمات خدا ہیں:

علاوہ بریں تمام انبیاء بلکہ تمام کائنات کلمات خدا ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کلام حقیقی کلام معنوی ہے الفاظ کو فقط باینوجہ کلام کہہ دیتے ہیں کہ کلام معنوی پر دلالت کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر شے کے بنانے سے پہلے اس کی نسبت کچھ نہ کچھ سمجھ لینا ضرور ہے اس لئے اول اس شے کا وجود ذہن میں ہوگا اُس کے بعد خارج میں ہوگا اور اس لئے اس شے کو کلمہ کہنا ضرور ہوگا۔ اس صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اوروں میں اتنا فرق ہوگا کہ اُن کی نسبت قرآن میں یہ آیا ہے کَلِمَةً أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمہ خدا ہیں خدا نے اس کو مریم کی طرف ڈال دیا غرض خداوندی یہ تھی کہ اُن میں کچھ فوقیت نہیں جیسے اور ویسے ہی وہ فقط اتنا ہے کہ بے واسطہ غیر، مریم کی طرف ڈالے گئے مگر اس بیان کے باعث وہ اس خطاب کے ساتھ مشہور ہو گئے۔

اس تقریر کے بعد جب یہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ منشأ فیوض محمدی علیہ السلام صفت العلم ہے اور وہ سب میں اول ہے یہاں تک کہ کلام بھی اُس کے بعد میں ہے بلکہ کلام خود اس علم ہی کے طفیل ظہور میں آتی ہے تو پھر یہ تقریر اور بھی چسپاں ہو جاتی ہے۔ الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر مفعول صفت کلام اور ظہور و مظہر صفت کلام ہیں کیونکہ ہر مفعول ظہور و مظہر مصدر ہوتا ہے چنانچہ مشاہدہ حال دھوپ وزمین سے عیاں ہے اس لئے کہ اول مفعول مطلق دوسرا مفعول بہ ہے وہ ظہور ہے یہ مظہر ہے [یعنی مفعول مطلق تو مصدر ہی ہے اس لئے اس کو ظہور کہا اور مفعول بہ اس مصدر کا محل ہے اس لئے اس کو مظہر کہا۔ راقم] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظہور و مظہر صفت العلم سمجھئے جو کلام کی بھی اصل ہے، (حجۃ الاسلام ص ۴۷، ۴۸)

(۲۵) احياء اموات اثر صفت کلام ہے:

یہی وجہ ہے کہ تاثیرات صفت کلام میں رسول اللہ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھے ہوئے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ کلام خواص حیات میں سے ہے حالت موت میں کلام متصور نہیں جس میں صفت کلام خداوندی کا زیادہ ظہور ہوگا اس میں تاثیر احیاء بھی زیادہ ہوگی۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۷)

(۲۶) احیاء اموات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اگر ان کا عصا سانپ بن کر زندہ ہوتا تھا تو رسول اللہ ﷺ کے تصدق سے پتھر اور سوکھی کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہو گیا اور پھر تماشا یہ ہے کہ اپنی دینی ہیبت اصلی رہی اگر کسی جانور کی شکل ہو جاتا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا حال ہوا تو یوں تو کہنے کی گنجائش تھی کہ آخر کچھ نہ کچھ زندوں سے مناسبت تو ہے مگر سوکھا ستون روئے اور در و محبت میں چلائے اس میں ہرگز پہلے سے کچھ لگاؤ بھی زندگانی کا نہیں اگر ہوتا تو پھر بھی کچھ مناسبت تھی اس پر شوق و ذوق محبت اور در و فراق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اس سوکھے ستون سے جمعہ کے روز ایک جم غفیر اور مجمع کثیر میں ظہور میں آیا اور بھی فضیلت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ در و فراق اور شوق و اشتیاق مذکور کمال ہی درجہ کے ادراک و شعور پر دلالت کرتا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عصاء موسوی کو اس ستون کے ساتھ کچھ نسبت نہیں وہاں اس اثر ہا سے سانپوں کی نوع سے بڑھ کر کوئی بات ثابت نہیں ہوئی اور یہاں وہ وہ آثار حیات اس ستون سے نمایاں ہوئے کہ بجز اہل کمال نوع انسانی اور کسی سے اس کی امید نہیں۔

علیٰ ہذا القیاس پتھروں کا سلام کرنا اور درختوں کا بعد استماع امر اطاعت کرنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اور پردہ کے لئے دو درختوں کا جھک کر ٹل جانا اس حیات اور اس ادراک و شعور پر دلالت کرتا ہے کہ حیوانات سے اس کی توقع نہیں اگر ہے تو افراد انسانی ہی سے ہے۔ (حجۃ

الاسلام ص ۴۷، ۴۸)

(۲۷) احیاء اموات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ:

علیٰ ہذا القیاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا یا گارے سے جانوروں کی شکل بنا کر زندہ کر دینا بھی اسی قسم کے معجزات نبوی ﷺ کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ مردہ قبل موت زندہ تھا سو کھا درخت تو کبھی زندہ تھا ہی نہیں ایسے ہی وہ جانور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنا کر اڑاتے تھے باعتبار شکل تو ان کو کسی قدر زندوں سے مناسبت تھی یہاں تو یہ بھی نہ تھا پھر فرق ادراک و شعور اور علاوہ رہا۔ اس پر بھی بوجہ تعصب کوئی شخص اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہے جائے تو اس کا کیا علاج ہے؟ منہ کے آگے آڑ نہیں پہاڑ نہیں جو چاہو سو کو مگر فکر آخرت بھی ضرور ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۲۸)

(۲۸) معجزات عملیہ میں رسول اللہ ﷺ اور انبیاء سے افضل ہیں:

اس کے بعد یہ گزارش ہے کہ باعتبار معجزات علمیہ رسول اللہ ﷺ کا اور انبیاء سے بڑھا رہنا تو بحکم انصاف ظاہر و باہر ہو گیا بلکہ اس ضمن میں بعض معجزات عملی کی رو سے بھی آپ کی فوقیت اور انبیاء پر واضح و آشکارا ہو گئی اس لئے کہ درختوں کا چلنا اور ستون کا رونما منجملہ اعمال ہیں منجملہ علوم نہیں۔ گویا اعتبار کہ اعمال اختیار یہ اور درد و زاری کے لئے اول ادراک و شعور اور حیات کی ضرورت ہے ان اعمال سے اول انہیں وقائع میں ظہور معجزہ علمیہ بھی ہو گیا۔ مگر اب اہل انصاف سے گزارش ہے کہ کسی قدر اور گزارش بھی سن لیں تاکہ فوقیت محمدی باعتبار معجزات عملی بھی ظاہر ہو جائے۔ (حجۃ الاسلام ص ۲۸)

(۲۹) معجزہ یکثیر ماء میں آنحضرت ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے اگر پتھر میں سے پانی نکلتا تھا تو یہاں دست مبارک میں سے نکلتا تھا اور ظاہر ہے کہ پتھروں سے پانی نکالنا اتنا عجیب نہیں جتنا گوشت و پوست سے پانی نکالنا عجیب ہے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ میں پتھروں میں سے پانی کے نکلنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جسم مبارک موسوی کا یہ کمال تھا اور یہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ دست مبارک محمدی منبع فیوض ہے بلکہ جب یہ دیکھا جائے کہ کسی پیالہ میں تھوڑا سا پانی لے کر اس پر

آپ نے ہاتھ پھیلا دیا جس سے اس قدر پانی نکلا کہ تمام لشکر سیراب ہو گیا اور لشکر کے جانور سیراب ہو گئے تو یہ بات بحکم فہم سلیم سمجھ میں آتی ہے کہ جیسے آئینہ وقت تقابل آفتاب فقط قابل و مغفول ہوتا ہے اور نور انشائی فقط آفتاب ہی کا کام ہے اور یہ کمال نور اسی کی طرف سے آیا ہے آئینہ کی طرف سے نہیں یا کائنات الجوا اور حوادث مابین ارض و سما میں فاعلیت آسمان کی طرف سے ہے زمین فقط قابل ہے دوسروں کا کمال لے کر ظاہر کرتی ہے ایسے ہی اس وقت جس وقت آپ نے دست مبارک اس پانی پر رکھا اور یہ معجزہ نکشیر آب نمایاں ہوا تو یوں سمجھو کہ پانی محض قابل تھا فاعلیت اور ایجاد آپ کی طرف سے تھا یعنی فاعلیت فاعل حقیقی اور ایجاد موجد حقیقی کے سامنے آپ کا دست مبارک ایک واسطہ فیض اور آلہ ایجاد تھا گو اس خدا کو بے ان وسائط کے بھی بنانا آتا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ اس طور سے پانی کا پیدا ہونا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ آپ کے دست مبارک کی تاثیر سے ہوا، اور ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ میں یہ خوبی نہیں نکلتی بلکہ فقط ایک قدرت خدا ثابت ہوتی ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۳۸، ۳۹)

(۳۰) معجزہ نکشیر طعام میں آنحضرت ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت:

علیٰ ہذا القیاس کنویں میں آپ کے تھوکنے سے پانی کا زیادہ ہو جانا یا کچھ پڑھنے سے کھانے کا بڑھ جانا بھی آپ کے کمال جسمی پر دلالت کرتا ہے۔ اور فقط یوں ہی روٹیوں کا زیادہ ہو جانا فقط خدا کی قدرت ہی پر دلالت کرتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمال جسمی پر دلالت نہیں کرتا ہاں یہ مسلم کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے ان امور کا ظہور میں آنا ان کے تقرب پر دلالت کرتا ہے اور اسی وجہ سے ان کا معجزہ سمجھا جاتا ہے مگر یہ بات تو دونوں جا یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام میں برابر موجود ہے اور پھر اس پر رسول اللہ ﷺ کے معجزہ میں کمال جسمی اور مزیدے براں ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۳۹، ۵۰)

(۳۱) شفاء مرضی میں آنحضرت ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت:

علیٰ ہذا القیاس حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ لگانے سے ٹوٹی ہوئی ٹانگ کافی الفور صحیح و سالم ہو جانا اور بگڑی ہوئی آنکھ کا آپ کے ہاتھ لگاتے ہی اچھا ہو جانا فقط یوں ہی بیماروں کے اچھے ہو جانے سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ وہاں تو اس سے زیادہ کیا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے بیماروں کو اچھا کر دیا کچھ برکت جسمانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں پانی جاتی اور یہاں دونوں موجود ہیں کیونکہ اصل فاعل تو پھر بھی خداوند عالم ہی رہا پھر بواسطہ جسم محمدی ﷺ اس اعجوبہ کا ظاہر ہونا بیشک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کا جسم مقدس منبع البرکات ہے (حجۃ الاسلام ص ۵۰)

[یاد رہے کہ اصل فاعل یہاں بھی اللہ ہی ہے کیونکہ معجزہ اللہ کا کام ہوتا ہے نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ میں برکت جسمانی نہیں۔ نبی ﷺ کے جسم مبارک میں جو برکت وہ بھی اللہ ہی کی دی ہوئی تھی آپ ﷺ کا اس میں اختیار نہ تھا۔ اگر نبی کریم ﷺ کو مختار کل اور عالم الغیب کہا جائے تو اس طرح فوقیت ثابت کرنے کی کیا ضرورت۔ پھر تو عقیدہ مختار کل اور عقیدہ علم غیب کا اظہار کرنا ہوگا۔ الغرض یہ ابحاث بتاتی ہیں کہ حضرت نانو تو ہی اللہ کے فضل و کرم سے بچے موحّد تھے حاشا وکلا مشرک نہ تھے]

(۳۲) اشفاق قمر کا معجزہ سکون آفتاب یا عود آفتاب سے مقابلہ:

اور سنئے حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے آفتاب کا ایک جا پر قائم رہنا حضرت یسعیاہ کیلئے یا کسی اور کے لئے آفتاب کا غروب کے بعد لوٹ آنا اگرچہ معجزہ عظیم الشان ہے مگر اشفاق قمر اس سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ اول تو حکمائے انگلینڈ اور فینا غوریوں کے مذہب کے موافق ان دونوں معجزوں میں زمین کا سکون یا کسی قدر اس کا الٹی حرکت کرنا ثابت ہوگا (حجۃ الاسلام ص ۵۰)

(۳۳) افلاک کے نفی و اثبات کا سموات پر کوئی اثر نہیں:

اور میں جانتا ہوں کہ حضرات پادریوں انگلستان پیاس وطن اسی مذہب کو قبول فرمائیں گے بطریقوں کے مذہب کو یعنی حرکت افلاک و شمس و قمر و کواکب کو تسلیم نہ کریں گے اور اگر

دربارہ افلاک مخالفت کا ہونا باعث عدم قبول ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ حکمائے انگلستان کے موافق آسمانوں کے اثبات کی ضرورت نہیں۔ گوان کے طور پر انکار بھی ضروری نہیں۔ اگر تمام کواکب کو آسمان سے ورے مایے اور آفتاب مرکز عالم پر تجویز کیجئے اور آسمان سے ورے ورے زمین وغیرہ کا اس کے گرد اگر دگر متحرک ہونا تجویز کیجئے تو ان کا کچھ نقصان نہیں نہ ان کی رائے و مذہب میں خلل آسکتا ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۰، ۵۱)

(۳۴) شق قر خلاف طبیعت ہے اور سکون آفتاب حقیقت میں سکون زمین:

بالجملہ بطور حکماء انگلستان اس معجزے کا خلاصہ یہ نکلے گا کہ زمین کی حرکت مبدل سکون ہوگئی یا اس کی (مسلمہ) حرکت کے بدلے تھوڑی دور ادھر کو حرکت ہوگئی مگر بوجہ قرب زمین اس بات میں اتنا تعجب نہیں جتنا اشتقاق قمر میں تعجب ہے کیونکہ وہاں ایک تو یہ بات کہ لاکھوں کوس دور اتنی دور اوپر کی طرف تاثیر کا پہنچنا بہ نسبت اس کے کہ اس چیز پر تاثیر ہو جائے جو اپنے زیر قدم ہو اور وہ بھی قدموں سے لگی ہو کہیں زیادہ ہے علاوہ بریں اس تاثیر اور اس تاثیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے حرکت کا مبدل سکون ہو جانا اتنا دشوار نہیں جتنا ایک جسم مضبوط کا پھٹ جانا کیونکہ ان اجسام کی حرکت اگر اختیاری ہے تو اختیار سے جیسے حرکت متصور ہے ایسے ہی سکون بھی متصور ہے اور اگر کسی دوسرے کی تحریک سے ان کی حرکت ہے تو اس صورت میں سکون ان کے حق میں اصل مقتضائے طبیعت ہوگا اس صورت میں سکون کا عارض ہو جانا کچھ ان کے حق میں دشوار نہ ہوگا جو اس کے قبول سے انکار ہو۔ پر پھٹ جانا چونکہ خلاف طبیعت ہے دشوار ہوگا اور چاند کو جاندار فرض کیجئے تو اور بھی اس کے حق میں مصیبت عظیم سمجھئے اس صورت میں بیشک اشتقاق قمر سکون زمین سے کہیں اعلیٰ اور افضل ہوگا۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۱)

(۳۵) ہر قسم کی حرکت طبعی ہو یا قسری بلا شعور و ارادہ نہیں ہو سکتی:

اس پر حرکت معکوس کو خیال کیجئے یعنی حرکت زمین اگر اختیاری ہے تب اس کو حرکت معکوس دشوار نہیں ہماری حرکت چونکہ اختیاری ہے اس لئے جس طرف کو ہم چاہیں جاسکتے ہیں اور

اگر حرکت زمین کسی دوسرے کی تحریک سے ہے تو اس کی تحریک سے حرکت معکوس بھی ممکن ہے باقی ایسا محرک تجویز کرنا جس کو ادراک و شعور نہ ہو اور اس سے سوا حرکت واحد یعنی ایک طرفی حرکت کی۔ دوسری حرکت صادر ہی نہ ہو سکی اور اس کا نام طبیعت رکھنا انہیں لوگوں کا کام ہے جن کو ادراک و شعور نہ ہو کیونکہ حرکت بے اس کے متصور نہیں کہ ایک جہت اور ایک جانب رائج اور معین ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ بات بے ادراک و شعور ممکن نہیں سوا اگر طبیعت خود مرجح ہوتی ہے تب تو اسی کا ادراک و شعور ثابت ہو گیا اس لئے وہ حرکت ارادی ہو گئی اور اگر مرجح کسی اور کا ادراک و شعور ہے تو حرکت طبعی قمری یعنی دوسرے کی تحریک سے ہو گئی اور حقیقت میں طبیعت کے یہی معنی ہیں چنانچہ اس لفظ کا عربی میں بمعنی مفعول ہونا خود اس بات پر شاہد ہے۔ الحاصل سکون زمین ہو یا حرکت معکوس دونوں طرح انشقاق قمر کے برابر نہیں ہو سکتی اس پر قرب و بعد فوقیت و تحتیت محل تاثیر کا فرق مزید بے براں رہا۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۱، ۵۲)

(۳۶) کسی کی استدعا قبول ہونی اس کی عظمت ہی پر موقوف نہیں:

اور اگر فرض کیجئے حضرات نصرانی آفتاب ہی کو متحرک کہیں تب بھی یہی بات ہے کہ سکون آفتاب یا حرکت معکوس آفتاب ارادی ہو یا نہ ہو دونوں طرح شق قمر سے مشکل نہیں البتہ قرب و بعد محل تاثیر بظاہر یہاں معکوس ہو گیا ہے کیونکہ آفتاب قمر سے دور ہے مگر اول تو متحرکین بالاختیار کا بوجہ امر و نہی و استدعا و التماس دور سے تمام لینا ممکن۔ آدمیوں اور جانوروں میں بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ دور کی آواز پر تقم جاتے ہیں یا چل دیتے ہیں پر دور سے کسی جسم کا پھاڑ دینا متصور نہیں۔ سوار [یعنی سواگر۔ راقم] آفتاب اپنے ارادے سے متحرک ہو تب تو حضرت یوشع کی استدعا کے بعد اس کا ظہر جانا حضرت یوشع کی تاثیر پر اور قوت پر دلالت نہ کرے گا بلکہ اس بات پر دلالت کرے گا کہ آفتاب نے ان کی ایک بات مان لی سو کسی کا کسی بات کو مان لینا کچھ اس کی عظمت پر ہی منحصر نہیں خدا بندوں کی دعا قبول کر لیتا ہے تو بندے اس سے بڑھ گئے اور کافروں کی سن لیتا ہے تو کیا وہ کچھ خدا کے مقرب ہو گئے؟

علیٰ هذا القیاس بسا اوقات امراء و سلاطین مساکین کی عرض معروض سن لیتے ہیں تو کیا مساکین ان سے بڑھ جاتے ہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ استدعا ہی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس بات کی استدعا کی جا رہی ہے اس بات میں مستدعی کو کچھ مداخلت نہیں زیادہ نہیں تو وقت استدعا تو ضروری اس کا بیدخل ہونا ثابت ہوگا۔ (جۃ الاسلام ص ۵۲، ۵۳)

(۳۷) آفتاب بارادہ خود متحرک ہے:

اور اگر آفتاب کسی دوسرے کی تحریک سے متحرک ہے تو پھر اس کا سکون محرک کے ہاتھ میں ہوگا اور حضرت یوشع کی استدعا کو بظاہر آفتاب سے ہوگی پر حقیقت (۱) میں اسی محرک سے ہوگی مگر ظاہر الفاظ حکایت اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آفتاب سے استدعا تھی اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں آفتاب کا بہ ارادہ خود متحرک ہونا ثابت ہوگا۔ (جۃ الاسلام ص ۵۳)

(۳۸) فلکیات میں خرق والتیام سکون و حرکت معکوس سے زیادہ دشوار ہے:

علاوہ بریں بطور حکماء یونان زوال حرکت فلکیات محال نہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ حرکتیں دائمی ہیں ضروری نہیں اور ماہران منطق جانتے ہیں کہ مخالف ضرورت محال ہوتا ہے مخالف دوام محال نہیں ہوتا (۱) اور خرق والتیام فلکیات یعنی افلاک و کواکب و شمس و قمر ان کے نزدیک منجملہ محالات ہے اور فلکیات کا سمجھنا باقی رہنا ضروری گو واقع میں وہ محال اور یہ ضروری نہ ہو لیکن

(۱) ایسی استدعا میں میضہ امر متنی کیلئے ہوتا ہے اور حقیقت میں استدعا اسی سے ہوتی ہے جو اس کا کرنے والا ہوتا ہے جیسے خود حضرت نانوتوی کا ایک شعر ہے:-

کرم کراے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم یکس کا کوئی حامی کار

اس شعر میں مولانا اس کی تمنا کر رہے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کے دن آپ کی شفاعت کریں اللہ کے حضور ہمارے لئے دعا کریں تو بظاہر استدعا نبی کریم ﷺ سے ہے مگر حقیقت میں دعا اللہ سے ہے۔

اس کی مزید باحوالہ بحث کیلئے دیکھئے اساس المنطق ۴۶۳ تا ۴۶۶ ص ۴۶۶ مع حاشیہ

بہر حال اتنی بات تو معلوم ہوئی کہ خرق والتیام میں بہ نسبت سکون و حرکت معکوس زیادہ دشواری ہے جو ایسے ایسے عقلاء کو خیال امتناع و استحالہ ہوا۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۳)

[منطق میں موجہات کی بحث کے اندر بتایا جاتا ہے کہ ایک قضیہ ضروریہ ہوتا ہے جس میں موضوع کیلئے محمول کا ثبوت ضروری اور لازمی ہوتا ہے ایسا نہیں ہو سکتا کہ موضوع یعنی مسند الیہ ہو اور محمول یعنی مسند اس کیلئے ثابت نہ ہو۔ اور ایک قضیہ دائمہ ہوتا جس میں موضوع کیلئے محمول کا ثبوت دائمی تو ہوتا ہے مگر لازمی اور ضروری نہیں ہوتا اس میں موضوع سے محمول کی جدائی فی حد ذاتہ ممکن ہوا کرتی ہے اب سمجھئے کہ حکماء یونان کہتے ہیں کہ آسمان اور اس کے کرے دائمی طور پر متحرک ہیں جبکہ دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ آسمان اور اس کے کروں پر خرق والتیام کا آنا ممنوع ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ان حکماء کے مذہب کے مطابق فلکیات ہمیشہ سے متحرک ہیں چونکہ یہ قضیہ دائمہ ہے اس کے دائمہ ہونے سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک ان کے ساکن ہونے کا امکان ہے جبکہ ان چیزوں کے پھٹ جانے کو وہ لوگ ممکن ہی نہیں مانتے۔ ان حکماء کے مذہب کے لحاظ سے بھی شق قمر کا معجزہ ردئس کے معجزہ سے بڑھا ہوا ہے۔ منطق کی اس دقیق بحث کو لانے کا مقصد بھی نبی ﷺ کی شان کا اظہار ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نبی ﷺ کی سچی محبت عطا فرمائے آمین]

(۳۹) انشقاق قمر کا معجزات داؤدی سے مقابلہ:

اس کے بعد گزارش ہے کہ اس معجزہ کو پتھروں کے نرم ہو جانے یا لوہے نرم ہو جانے سے ملایئے اور پھر فرمائیے کہ تفاوت آسمان و زمین ہے کہ نہیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۳)

(۴۰) برکت صحبت رسول اللہ ﷺ کا اثر:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضاء کی خوبی میں کچھ کلام نہیں، پر رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب کی چھڑی کے سر پر بطفیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیری رات میں جب وہ آپ کی خدمت سے رخصت ہونے لگے روشنی ہو گئی وہ جانے والے دو شخص تھے جہاں سے راہ جدا ہوا وہاں سے وہ روشنی دونوں کے ساتھ ہوئی۔ اب خیال فرمائیے دست مبارک موسیٰ

علیہ السلام اگر جیب میں ڈالنے کے بعد بوجہ قرب قلب منور روشن ہوا تھا تو اول تو وہ نبی، دوسرے نور قلب کا قرب و جوار جیسے بوجہ قرب ارواح اجسام میں ان کے مناسب حیات آجاتی ہے ایسے ہی بوجہ قرب نور قلب دست موسوی میں اس کے مناسب نور آجائے تو کیا دور ہے؟ یہاں تو وہ دونوں صاحب نہ نبی تھے نہ ان کی لکڑی کو قلب سے قرب و جوار نہ اخذ فیض میں وہ قابلیت جو بدن میں بہ نسبت روح ہوتی ہے۔ فقط برکت محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی۔ (ص ۵۳، ۵۴)

[حضرت نے اس عبارت میں ایک تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک کے روشن ہونے کی وجہ بیان کی دوسرے نبی کریم ﷺ کی محبت کی برکت کو بھی بیان کر دیا۔ مسلمانو! سوچو تو سہی کیا ختم نبوت کا کوئی منکر نبی کریم ﷺ کی محبت میں ایسی باتیں کرتا ہے۔ ختم نبوت کے منکر تو بجائے خود رہے حضرت نانوتویؒ پر ختم نبوت کے انکار کا الزام لگانے والوں نے کبھی ایسے مضامین لکھے ہوں تو دکھائیں]

(۴۱) برکت محبت رسول اللہ کا دوسرا اثر:

اور سنئے آتش نمرود نے اگر جسم مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلایا تو اتنا تعجب انگیز نہیں جتنا اس دسترخوان کا آگ میں نہ جلنا جو حضرت انسؓ کے پاس بطور تبرک نبوی تھا اور وہ بھی ایک بار نہیں بارہا اس قسم کا اتفاق ہوا کہ جہاں میل چکناہٹ زیادہ ہو گیا جہی آگ میں ڈال دیا اور جب میل چکناہٹ جل گیا جہی نکال لیا یہ قصہ مثنوی مولانا روم میں مذکور ہے اور حکایتیں اور کتابوں میں مذکور ہیں۔ مگر خیال فرمائیے کہ ایک تو آدمی کا جلنا اتنا موجب تعجب نہیں جتنا کھجور کے پٹھوں کے دسترخوان کا اور وہ بھی ایسا جس پر عجب نہیں چکناہٹ بھی ہوتا ہو دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دسترخوان میں زمین و آسمان کا فرق وہ خود نبی اور نبی بھی کیسے غلیل اللہ اور وہاں دسترخوان میں فقط اتنی بات کہ کہہ دیکھا رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھا گیا ہو اور آپ نے اس پر کھانا کھایا ہو۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۴)

یاد رہے کہ اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ دسترخوان کا موازنہ ہرگز نہیں ہے بلکہ نبی

کریم ﷺ کی عظمت ہی کو بیان کرنا مقصد ہے اور نبی کریم ﷺ تو یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام سے برتر تھے وہ دسترخوان اگر نہ جلتا تھا تو نبی ﷺ کی برکت سے ہی ایسا ہوتا تھا۔]

(۲۲) معجزات قرآنہ کا ثبوت اعلیٰ درجہ کا ہے:

الحاصل معجزات عملی میں بھی رسول اللہ ﷺ ہی سب میں فائق ہیں اور پھر وہ معجزات جو قرآن میں موجود ہیں ان کا ثبوت ایسا یقینی کہ کوئی تاریخی بات اس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی کتاب سوائے قرآن مجید عالم میں ایسی نہیں کہ اس کا لفظ لفظ متواتر ہو اور لاکھوں آدمی اس کے حافظ ہوں بلکہ کسی کتاب کا ایک دو حافظ بھی عالم میں شاید نہ ہو۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۵)

(۲۳) معجزات حدیثہ کا ثبوت تورات و انجیل سے کم نہیں:

سوا اس کے احادیث نبوی ﷺ اس بات میں تو تورات و انجیل کے ساتھ مساوی ہیں کیونکہ یہود و نصاریٰ بھی اپنی کتابوں کی نسبت اس بات کے قائل ہیں کہ مضامین الہامی اور الفاظ الہامی نہیں اہل اسلام بھی اس بات کے قائل ہیں کہ مضامین احادیث وحی سے متعلق ہیں پر الفاظ وحی میں نہیں آتے چنانچہ اسی وجہ سے قرآن وحدیث کو باہم ممتاز سمجھتے ہیں۔

اور قرآن شریف کو جو نماز میں پڑھتے ہیں اور احادیث کو نہیں پڑھتے تو اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ وہ وقت گویا ہمسکامی خدا ہے اس وقت وہی الفاظ چاہئیں جو خدا کے یہاں سے آئے ہیں زیادہ فرصت نہیں اور نہ زیادہ گنجائش ورنہ اس مضمون کو ان شاء اللہ واشکاف کر کے دکھلا دیتا مگر باوجود اس تساوی کے یہ فرق ہے کہ اہل اسلام کے پاس احادیث کی سندیں من اولہ الی آخرہ موجود اس زمانہ سے لیکر اوپر تک تمام راویوں کا سلسلہ بتا سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات کس قدر موجب اعتبار ہے۔ علاوہ بریں جس زمانہ تک احادیث متواتر تھیں اس زمانہ تک کے راویوں کے احوال مفصل بتلا سکتے ہیں کیونکہ اس علم میں کثرت سے کتابیں موجود ہیں ہاں ایک دور روایت شاید ایسی بھی ہوں گی گوشل تورات و انجیل ان کی سند کا آجکل پتانہ نکلے مگر جب حضرات نصاریٰ سے مقابلہ ہے تو پھر ان روایات کے پیش کرنے میں کیا حرج؟ اس کے بعد اہل انصاف کو تو مجال دم

زود نہیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۵)

[خط کشیدہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ کو اپنے سے لے کر نبی کریم ﷺ تک ساری سند اتنی از بر تھی کہ اگر مباحثہ میں سنانی پڑتی تو بلا تکلف سنا دیتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس سند کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین]

(۴۴) اہل کتاب کی بے انصافی:

یہ کیا انصاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات تو ان روایات کے بھر سے تسلیم کر لئے جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات باوجودیکہ ایسی ایسی روایات متعلقہ ہوں تسلیم نہ کئے جائیں اور پھر تماشا یہ ہے کہ ایسی بے معنی جہتیں کی جاتی ہیں کہ کیا کہئے؟ (حجۃ الاسلام ص ۵۶)

(۴۵) معجزات کا قرآن میں ذکر ہے یا نہ اس کی تحقیق:

کوئی صاحب فرماتے ہیں یہ معجزے قرآن میں مذکور نہیں مگر اول تو کوئی پوچھے کہ قرآن میں مذکور ہونا جو تسلیم کے لئے ضروری ہے تو یہ ضرورت بشہادت عقل ہے یا بشہادت نقل؟۔ عجب اندھیر ہے کہ تاریخوں کی باتیں تو جن کے مصنف اکثر سنی سنائی لکھتے ہیں اور راویوں کی کچھ تحقیق نہیں کرتے اور پھر آج ان تاریخوں کی کوئی سند مصنف تک نہیں ملتی حضرات نصاریٰ کے دل میں نقش کا لہجہ ہو جائیں اور نہ مانیں تو احادیث محمدی ﷺ کو نہ مانیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۶)

(۴۶) بعض معجزات قرآنیہ کا ذکر:

علاوہ بریں اگر یہ مطلب ہے کہ کوئی معجزہ قرآن میں مذکور نہیں تو یہ از قسم دروغ گویم بروئے تو ہے۔ شق قمر اور کثرت سے پیشینگوئی جن میں سے اسلام میں خلفاء کا ہونا اور فارس سے لڑائی کا ہونا اور روم کا مغلوب ہونا اور سوائے ان کے اور موجود ہیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۶)

(۴۷) ایمان کے لئے ایک معجزہ کافی ہے:

اور اگر یہ مطلب ہے کہ سارے معجزات قرآن میں موجود نہیں تو ہماری گزارش ہے کہ

ایمان کیلئے ایک بھی کافی ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۶)

(۴۸) مدار قبول سند پر ہے نہ خدا کے نام لگ جانے پر:

علاوہ بریں مدار کا قبول روایت سند پر ہے خدا کے نام لگ جانے پر نہیں ورنہ لازم یوں ہے کہ حضرات نصاریٰ سوا ان چار انجیلوں کے جتنی انجیلیں کہ اب مردود غلط سمجھتے ہیں ان سب کو واجب التسلیم سمجھیں اور جب مدار کا روایت سند پر ہو تو پھر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واجب التسلیم ہوں گی اور توریت و انجیل واجب الانکار۔

اور سنئے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن میں معجزوں کے دکھلانے سے انکار ہے یہ نہیں سمجھتے کہ وہ ایسا انکار ہے جیسا انجیل میں انکار ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۶، ۵۷)

(۴۹) شق قر کے تاریخی ثبوت کی تحقیق:

کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر اشتقاق قمر ہوا ہوتا تو سارے جہان میں شور مچ جاتا تاریخوں میں لکھا جاتا۔ اول تو یہی ایک معجزہ نہیں جس کے عدم ثبوت سے کچھ خلل واقع ہو۔ علاوہ بریں یہ خیال نہیں فرماتے کہ اگر ایسے وقائع میں شور عالمگیر کا ہونا لازم ہے اور تاریخوں میں لکھا جانا ضرور ہے تو اس اندھیری کا کونسی تاریخ میں ذکر اور کہاں کہاں شور ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی دینے کے دن واقع ہوا تھا اور اس ستارہ کا کون کونسی کتاب میں ذکر ہے اور کہاں کہاں شور ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تولد کے دنوں میں نمایاں ہوا تھا اور آفتاب کے پھر بھرتک ساکن رہنے کا کہاں کہاں چرچا ہے اور کون کون سی کتاب میں مذکور ہے علیٰ هذا القیاس اور وقائع کو خیال فرمائیے۔

علاوہ بریں دن کے واقعات اور رات کے حوادث میں عموم اطلاع کے باب میں زمین آسمان کا فرق ہے خاص کر اندھیری رات کا ہو جانا کہ اس کی اطلاع تو ہر کس و نا کس کو ضرور ہے۔ اشتقاق قمر کی اطلاع تو سوا اُن صاحبوں کے ضروری نہیں کہ اس وقت بیدار بھی ہوں اور پھر نگاہ بھی اُن کی چاند ہی کی طرف ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بات شب کے وقت بہت کم اتفاق میں آتی ہے کہ

بیدار بھی ہوں اور نگاہ بھی ادھر ہو اور اگر فرض کیجئے کہ موسم سرما ہو تو یہ بات اور بھی مستبعد ہو جاتی ہے۔

علاوہ بریں قمر کے قہوڑی دیر بعد یہ قصہ واقع ہوا اس لئے جبل حرا کے دونوں ٹکروں کے بیچ میں حائل ہو جانے کا مذکور ہے اس صورت میں ممالک مغرب میں تو اس وقت عجب نہیں طلوع بھی نہ ہوا ہو اور بعض بعض مواقع میں عجب نہیں کہ ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کی آڑ میں آ گیا ہو اور اس لئے اشتقاق قمر اُس جا پر محسوس نہ ہوا ہو ہاں ہندوستان میں اُس وقت ارتفاع قمر البتہ زیادہ ہو گا اور اس لئے وہاں اور جگہ کی نسبت اس کی اطلاع کا زیادہ احتمال ہے مگر جیسے اُس وقت ہندوستان میں ارتفاع قمر زیادہ ہوا ہو گا ویسا ہی اُس وقت رات بھی آدھی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس وقت کون جاگتا ہوتا ہے؟

سو اس کے ہندوستانیوں کو قدیم سے اس طرف توجہ ہی نہیں کہ تاریخ لکھا کریں باایں ہمہ تاریخوں میں موجود ہے کہ یہاں کے ایک راجہ نے ایک رات یہ واقعہ چشم خود دیکھا ہے اس سے زیادہ کیا عرض کیجئے اہل انصاف کو یہ بھی کافی ہے اور نا انصاف لوگ عذاب آخرت ہی کے بعد تسلیم کریں تو کریں۔ (حجۃ الاسلام ص ۵۷، ۵۸ طبع دیوبند)

﴿تاریخ فرشتہ سے معجزہ شق القمر کا ذکر﴾

یاد رہے کہ دین اسلام متواتر ہے مگر سارے کا سارا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی وساطت سے ہمیں ملا ہے معجزہ شق القمر کا قطعی ثبوت بھی انہی حضرات کی روایات سے ہم تک پہنچا ہے کیونکہ قرآن کے بھی راوی صحابہ ہیں احادیث کے راوی بھی صحابہ ہی ہیں۔ اگر حضرات صحابہ کرام پر اعتماد نہ کیا جائے تو دین کی کوئی بات ثابت نہ ہوگی۔ پھر ہر زمانے میں ایک بڑی جماعت دین کو اگلوں تک پہنچانے والی باقی رہی اور اب بھی الحمد للہ موجود ہے دین کی کسی بات کو لینے کیلئے اس جماعت سے ثبوت ضروری ہے ہم دنیا کی کتب تاریخ کے محتاج نہیں بنائے

گئے۔ حضرت نانوتویؒ نے اپنے بیانات اور اپنی کتابوں میں اس حقیقت کو سمجھایا پھر سائل کو مطمئن کرنے کی اس کتاب حجۃ الاسلام اور قبلہ نما میں معجزہ شق القمر کے بارے میں تاریخ فرشتہ کا ذکر بھی ہے۔ مناسب معلوم ہوا کہ تاریخ فرشتہ سے اس واقعہ کو نقل کر دیا جائے اس کتاب کے گیارہویں مقالہ میں جو حکام ملیبار کے بارے میں ہے ملیبار کو مالابار بھی کہتے ہیں یہ علاقہ ہندوستان میں سری لنکا کے قریب واقع ہے۔ اس مقالے میں لکھا ہے:

بعض سوداگران یہود و نصاریٰ نے ولایت ملیبار کے شہروں میں سکونت اختیار کر کے کوٹھیاں اور دکانیں تیار کیں اور یہ آئین طلوع آفتاب عالم کتاب ملت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم کے زمانہ تک مروج رہا جب تاریخ ہجری دو سو سال سے متجاوز ہوئی ایک جماعت اہل اسلام عرب و عجم کے لباس فقر و درویشی میں بنا و در عرب [عرب کی بندرگاہوں] سے کشتی میں سوار ہو کر حضرت بابا آدم علیہ السلام کے قدم گاہ کی زیارت کی عزیمت میں سراندیپ کی طرف کہ جس کو لنکا کہتے ہیں متوجہ ہوئی [مشہور ہے کہ سری لنکا میں کسی جگہ حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے اس کی زیارت کیلئے لوگ دور دور سے جاتے ہیں رحلہ ابن بطوطہ میں بھی اس کو ذکر ملتا ہے] اور بحسب اتفاق وہ کشتی ہوائے مخالف سے تباہ ہو کر ملیبار کی طرف جا پڑی اہل کشتی شہر گدنکور میں وارد ہوئے اور وہاں کا حاکم مسیحی سامری تھا اور وہ زیور عقل و دانش سے آراستہ اور صفت اخلاق ستودہ سے پیراستہ تھا ان کی صحبت سے مشرف ہوا اور ادھر ادھر کا تذکرہ کر کے اُن کے مذہب اور ملت سے سوال کیا انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ اہل اسلام اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں سامری نے جواب دیا میں نے گروہ یہود اور نصاریٰ اور ہنود سے جو تمہارے دین کے مخالف اور جہان کے سیاح ہیں اُن کی زبانی سنا ہے کہ یہ دین بلاد عرب و عجم و ترک میں مروج ہے لیکن مجھے مسلمانوں کی صحبت میسر نہ ہوئی اب امیدوار ہوں کہ سید الانبیاء کے کچھ حالات صدق آیات و معجزات باہرات سے بیان فرمائیں۔ ایک ان فقراء میں سے جو علم و صلاح کی صفت میں موصوف تھا اس نے آغاز کلام کر کے اس قدر حالات اور معجزات آنحضرت

کے بیان فرمائے کہ سامری کے دل میں حضرت رسالت پناہ کی محبت جوش زن ہوئی اور جب اس نے معجزہ شق القمر کا سنا بولا اے قوم یہ معجزہ بہت قوی ہے اگر حق اور صدق ہے اور بحر نہ تھا تو جمع بلاد قریب و بعید کے آدمیوں نے یہ معجزہ مشاہدہ کیا ہوگا اور ہمارے ملک کا یہ دستور ہے کہ جس وقت کوئی قضیہ بزرگ [بڑا قصہ] واقع ہوتا ہے ارباب قلم اسے دفتروں میں قلم بند کرتے ہیں اور ہمارے باپ دادا کا دفتر موجود ہے اسے دیکھ کر تمہارے زر صدق کو تحک امتحان پر چا نچتا ہوں پھر اہل دفتر کو بلا کر فرمایا کہ تم دفتر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھول کر شق القمر کا حال دیکھو جب وہ دیکھا گیا اس مقام میں لکھا تھا کہ فلاں تاریخ میں دیکھا گیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر پھر پیوست ہوا یہ سنتے ہی حقیقت دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سامری پر ظاہر ہوئی اور نور ایمان اس کے چہرہ پر چمکا اور صدق دل سے کلمہ طیبہ شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاری کیا اور باعقاد تمام مسلمان ہوا (تاریخ فرشتہ اردو ج ۲ ص ۲۸۸، ۲۸۹ طبع نول کشول لکھنؤ)

﴿تذکرہ مولانا زین الدین ملیاری﴾

یاد رہے کہ تاریخ فرشتہ کے مصنف ملا محمد قاسم فرشتہ نے اس واقعہ پر کتاب تحفۃ المجاہدین کا حوالہ دیا ہے اور ”تحفۃ المجاہدین“ مشہور شافعی فقیہ علامہ زین الدین بن عبد العزیز ملیاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے جنہوں نے فقہ شافعی میں فسرۃ العین کے نام سے ایک متن لکھا پھر فتح المعین کے نام سے اس کی بہترین شرح تحریر کی اس فتح المعین کے اوپر ایک حاشیہ تروہیح المستفیدین اور دوسرا اعانة الطالبین لکھا گیا اور یہ کتابیں اتنی مقبول ہیں کہ بار بار طبع ہوتی ہیں راقم نے اپنی کتاب ”وارکعوا مع الراکعین“ کے صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳ میں امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے کے بارے میں ان کتابوں کے حوالہ جات بھی نقل کئے ہیں شیخ زین الدینؒ نے اس کتاب کو سنہ ۹۸۲ھ میں لکھا (دیکھئے نزہۃ الخواطر ج ۳ ص ۱۰۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گفتگوئے مذہبی

۹۳ ————— ۱۲

واقعیہ خدائشنائی

۹۳ ————— ۱۲

اسے مشہور مذہبی مناظرہ کے مفصلہ کیفیت دروداد جو مفضل شاہ میاں پڑ
ہندو، عیسائی اور مسلمانوں کے علماء کے درمیان ہوا اور جسے کو جناب محمد باقی
مطبع صاحب ہنرم مطبع ہاشمی و جناب محمد حیات صاحب مطبع ضیائیہ پیر
نے قلم بند و شائع کرایا تھا اور جسے یہ سب سے زیادہ قابل ذکر قرار ہے۔

از حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم ناٹوئی، بانی دارالعلوم دیوبند
اضافہ عنوانات و پیرا گراف از مولانا حسین احمد نجیب

ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولانا مسافر حسنہ کراچی

﴿تعارف میلہ خدا شناسی﴾

سبب انعقاد:

ہندوستان کے علاقہ چاندا پور ضلع شاہجہانپور میں ایک بڑا سرمایہ دار جاگیردار ہندو تھا جس کا نام تھانسی پیارے لال اس کی ایک پورہین پادری نولس سے دوستی ہو گئی اس کی باتیں سن کر اس کا دل عیسائیت کی طرف مائل ہوا تو اس کے ہندو دوستوں نے اس کو مشورہ دیا کہ آپ اپنی زمینوں میں ایک مذہبی مباحثہ رکھیں (مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۰)

میلے کا اشتہار:

چنانچہ پادری نولس صاحب انگلستانی پادری شاہجہانپور اور ثنسی پیارے لال ساکن موضع چاندا پور متعلقہ شہر شاہجہانپور نے بل کر ۶ ۱۸۷۷ء میں ایک میلہ خدا شناسی موضع چاندا پور میں جو شہر شاہجہانپور سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر لب دریا واقع ہے مقرر کیا اور تاریخ میلہ ۷ مئی ٹھہرائی اور اشتہار اس مضمون کے اطراف و جوانب میں بھجوائے۔ منشا اشتہار یہ تھا کہ ہر مذہب کے آدمی آئیں اور اپنے اپنے مذہب کے دلائل سنائیں۔ مسلمانوں نے حضرت نانوتویؒ کو لکھا کہ آپ وقت مقررہ پر ضرور تشریف لائیں (میلہ خدا شناسی ص ۸)

حضرت نانوتویؒ کو شرکت کی دعوت:

۴ مئی کو حضرت کو شاہجہانپور والوں کی طرف سے خط آیا کہ آپ آئیں اور مولوی سید ابو المنصور صاحب کو بھی ساتھ لائیں کیونکہ پادری نول صاحب کو جو بڑے لسان اور مقرر ہیں یہ دعویٰ ہے کہ بمقابلہ دین عیسوی دین محمدی کی کچھ حقیقت نہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ اپنے احباب کی معیت میں روز شنبہ ۶ مئی کو بعد عصر شاہجہانپور پہنچے حضرت کے احباب میں مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور مولانا سید ابوالمنصور صاحب دہلویؒ امام فن مناظرہ اہل کتاب شامل

تھے (میلہ خدا شناسی ص ۹)

حضرت نانوتویؒ کی آمد:

مولانا نانوتویؒ نے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا چاہا۔ مولانا محمود حسنؒ کو لے کر ایک سرانے میں تشریف لے گئے مگر کچھ لوگوں کو پتہ چل گیا اور وہ اصرار کر کے حضرت کو اپنے گھر لے گئے۔ مولانا نانوتویؒ صبح کو نماز پڑھ کر پیادہ پانی چاند پور میں جا چکے۔

جلسہ گاہ کا منظر:

ایک بڑے خیمے میں یہ مجلس منعقد ہوئی اس طرح کہ خیمے کی بیچ میں ایک میز رکھی گئی اور اس کے دونوں جانب آمنے سامنے کرسیاں وغیرہ بچھائی گئیں ایک طرف پادری عیسائی اور مقابلہ میں علماء اسلام بیٹھ گئے اور بین الصنفین میز کے سامنے موتی میاں صاحب قلمدان و کاغذ لے کر بیٹھ گئے اور قواعد مناظرہ لکھے اور بعض سوال و جواب علی سبیل الاختصار اور سوالات کے بعض امور دیگر بھی وہی رئیس قلمبند کرتے جاتے تھے (میلہ خدا شناسی ص ۱۰) اگرچہ بظاہر مناظرہ کرنے والے تین فریق قرار پائے تھے مسلمان، عیسائی ہندو مگر درحقیقت اصل گفتگو مسلمان اور عیسائیوں میں تھی (میلہ خدا شناسی ص ۱۱)

کس کس نے بیان کیا:

پہلے پادری نولس نے انجیل کی حقانیت پر بیان کیا اس پر علماء اسلام نے اعتراضات کئے اس کے بعد اہل اسلام کی باری تھی تو سب حضرات نے حضرت نانوتویؒ سے بیان کی درخواست کی (میلہ خدا شناسی ص ۱۷) حضرتؒ نے ایسا بیان کیا جس کے اثرات اب تک موجود ہیں اور ان شاء اللہ ہمیشہ باقی رہیں گے۔

اہل اسلام کا غلبہ:

تو جب یہ جلسہ شروع ہوا اور دو بجے درخواست ہوا اہل اسلام نے اول نماز پڑھی پھر کھانا کھایا اور باہم ایک دوسرے کی تقریر کی خوبی کا ذکر ہوتا رہا اور افضال خداوندی کو یاد کر کے ان

تقریروں کے مزے لیتے رہے اور شہر میں اور اطراف میں یہ شہرت اڑ گئی کہ مسلمان غالب رہے
چنانچہ اس وجہ سے دوسرے دن اور بہت شائق آپہنچے (میلہ خدا شناسی ص ۳۰، ۳۱)
ہر طرف اسلام کی تبلیغ:

پھر مولانا نانوتویؒ نے اپنے احباب سے فرمایا کہ میلہ میں متفرق ہو کر بیان کرنا چاہئے
چنانچہ واعظین نے علی الاعلان اسلام کی تبلیغ اور عیسائیت کا بطلان بیان کیا (میلہ خدا شناسی
ص ۳۱) قبل مغرب تک تمام میلہ میں عجب کیفیت رہی اور عنایت ایزدی سے کوئی پادری مقابل
نہ ہوا دوسرے دن فجر کے بعد پھر حضرت نے اپنے ساتھیوں سے کہا تو انہوں نے نوبت تک میلہ
میں جا کر گھمنا یعنی حق اسلام ادا کیا پادری لوگ بھی میلہ میں پھرتے تھے لیکن جدھر گزر ہوتا تھا
عوام لوگ یہی کہتے تھے کہ پادری صاحب ہم ہی کو دھمکانے کو تھے اب تو کچھ بولے (میلہ خدا
شناسی ص ۳۲)

حضرت نانوتویؒ زندہ باد:

مولیٰ میاں نے آکر بتایا پادری کہتے ہیں کہ گویہ صاحب یعنی حضرت نانوتویؒ ہمارے
خلاف کہتے ہیں پر انصاف کی بات یہ ہے کہ ایسی تقریریں اور ایسے مضامین ہم نے نہ سنے تھے
مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا پادری باہم کہتے تھے آج ہم مغلوب ہو گئے (میلہ خدا شناسی
ص ۵۵)

مزید تفصیلات کیلئے دیکھئے میلہ خدا شناسی کا از اول تا آخر مطالعہ کیجئے



﴿عبارات میلہ خدا شناسی﴾

پہلے دن تو حید خداوندی کے بعد نبوت کی ضرورت کو بیان کیا اس کے بعد عصمت انبیاء پر بحث کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:

الحاصل انبیاء میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو نا پسندیدہ خداوندی ہو اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں اُن کے اخلاق کا حمیدہ ہونا اور تمام قواء علمیہ گزیدہ ہونا لازم آئے گا جس سے اُن کی معصومیت کا اقرار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ جب بُری صفت ہی نہیں اور فہم کامل ہے یعنی قوۃ علمیہ بھی ہے تو پھر اعمال ناشائستہ کے صادر ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ ہر فعل کے صادر ہونے کیلئے ایک قوۃ یعنی ایک صفت کی ضرورت ہے دیکھنے کیلئے بینائی چاہئے، سننے کیلئے شنوائی چاہئے ایسے ہی اچھے اعمال کیلئے اچھی صفت کی ضرورت ہے اور بُرے کیلئے بُری صفت کی حاجت۔ بُری صفت سے وہ لوگ مبرا ہوئے تو برے افعال سے بدرجہ اولیٰ معصوم ہوں گے۔

شفاعت انبیاء کا ثبوت:

مگر جب سراپا اطاعت یعنی ہر طرح سے محکوم ہوئے تو پھر اُن کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے طور پر جسے چاہیں بخش دیں جسے چاہیں عذاب دیں لگیں یہ اختیار ہو تو محکوم نہ رہیں حاکم ہو جائیں ہاں یہ بات البتہ متصور ہے کہ وہ کسی کیلئے دعا، کسی کیلئے بددعا کریں کسی کے حق میں کلمہ الخیر کسی کے حق میں بُرا کلمہ کہیں۔ مگر جب وہ ہر طرح سے مقدس مانے گئے تو وہ اپنے خیر خواہوں کے خیر خواہ ہی نہیں گے بدخواہ نہ ہوں گے کلمہ الخیر ہی کہیں گے کوئی بُرا کلمہ نہ کہیں گے سوا اسی کو ہم شفاعت کہتے ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کے کفارہ ہو جانے کا بطلان:

القصہ رسولوں اور پیغمبروں کی شفاعت ممکن ہے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کفارہ ہو جانا ممکن نہیں یعنی یہ بات جو عیسائیوں کے اعتقاد میں جی ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

معتوبوں کی طرف سے ملعون خدا ہوئے نعوذ باللہ اور تین دن تک ان کے عوض جہنم میں رہے ہرگز قرین عقل نہیں (میلہ خدا شناسی ص ۲۵، ۲۶)

﴿اس موقع پر دوسرے دن حضرت نانوتویؒ کی تقریر﴾

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اس میز کے پاس تشریف لائے جہاں واعظ کھڑا ہو کر وعظ کہتا تھا اور نام خدا تو حید و رسالت کا ذکر چھیڑا۔ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ مسلمان تو حید کے اوپر اس درجہ مستقیم ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سب میں افضل سمجھتے ہیں اور بعد خداوند عالم انہیں کو جانتے ہیں مگر باہنہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بھی عبودیت میں سے ادنیٰ درجہ کا ادب ہے اُن کے لئے جائز نہیں سمجھتے پھر اس کے بعد ضرورت رسالت میں ایک تقریر بیان کی جس کا حاصل یہ ہے۔

نبی کی ضرورت اور بناء نبوت:

اب اس کا دیکھنا ضرور ہے کہ کون نبی ہے، کون نہیں؟ مگر یہ بات بے تنقیح اصل و بناء نبوت معلوم نہیں ہوتی بظاہر دو احتمال ہیں بناء نبوت یا تو معجزات ہوں یا اعمال صالحہ۔ معجزات پر تو مبنی نہیں کہہ سکتے۔ بناء نبوت معجزات پر ہو تو یہ معنی ہوں گے کہ اول معجزات ظاہر ہو لے جب نبوت عنایت ہو مگر سب جانتے ہیں کہ امتحان معجزات کے بعد نبوت عنایت نہیں ہوتی بلکہ عطاء نبوت کے بعد معجزات عنایت ہوتے ہیں علیٰ ہذا القیاس اعمال صالحہ کو بناء نبوت نہیں کہہ سکتے عمل صالح اسی کو کہتے ہیں جو خدا کے موافق مرضی ہو سو اللہ کے احکام معلوم کرنے کے لئے ہی تو نبوت کی ضرورت پڑی ہے اور اعمال کا علم اور ان کی تعمیل خود نبوت پر موقوف ہے نبوت ان پر کیونکر موقوف ہو جو ان کو بناء نبوت کہئے۔

علاق حیدہ کی اہمیت:

اور سوا اعمال و معجزات کے اس کام کے لئے اگر نظر پڑتی ہے تو اخلاق حیدہ پر پڑتی ہے

ان کا حصول نبوت پر موقوف نہیں۔ آدمی کی ذات کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اگر کسی کے اخلاق حمیدہ یعنی موافق مرضی خداوندی ہوں گے تو پھر نظر عنایت خدا اس کے حال پر کیوں نہ ہوگی؟ لیکن اتنی بات اور قابل گزارش ہے کہ جیسے انوار میں باہم فرق مراتب ہے آفتاب و قمر و کواکب و آئینہ بایں قلعی دار و ذرات و زمین میں دیکھئے کتنا فرق ہے؟ ایسے ہی اخلاق میں بنی آدم باہم متفاوت ہیں سو جو لوگ فہم و اخلاق میں بمنزلہ شمس و قمر و کواکب ہوں وہ تو نبی ہوں سکتے ہیں اور جو لوگ بمنزلہ آئینہ و ذرہ و زمین مستفیض ہوں وہ لوگ سب امتی ہوں گے یوں کوئی ولی یا صالح ہوتا ہو۔

غرض انبیاء کی حقیقت امتیوں کے حقائق کے فہم و اخلاق کی اصل ہوتی ہے جیسے آفتاب و قمر و کواکب آئینوں اور ذروں اور زمین کے انوار کی اصل ہیں سو جو لوگ دربارہ اخلاق اصل ہوں قابل انعام ہوں گے کیونکہ جب اوروں سے اوپر ہوئے تو خداوند عالم جو سب سے عالی مراتب ہے ان سے بہ نسبت اوروں کے قریب ہوگا اس لئے تقرب مشارالہ جو نبیوں کو ضرور ہے انہیں کو میسر آئے گا اور خلافت خداوندی کے مستحق وہی ہوں گے کیونکہ بادشاہ کی ماتحتی اور اس کی خلافت بجز مقربان درگاہ اور کسی کو میسر نہیں آسکتی۔

اس کے بعد فرمایا:

سو نبوت میں بجز خلافت خداوندی اور کیا ہوتا ہے جیسے حکام ماتحت کے احکام بعینہ وہ احکام بادشاہی ہوتے ہیں ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کے احکام بعینہ احکام خدائے تعالیٰ ہوتے ہیں بالجملہ بناء نبوت اخلاق حمیدہ پر ہے۔

اخلاق حمیدہ سے نبوت محمدی پر استدلال:

مگر ہم نے غور سے دیکھا تو اخلاق میں رسول اللہ ﷺ سے کسی کو بڑھ کر نہ پایا آپ کے اخلاق کی ایک تو یہی بڑی دلیل ہے جو اوروں کے نزدیک موجب اعتراض ہے اور لوگ جہاد

کو بڑا اعتراض اس مذہب پر سمجھتے ہیں مگر قطع نظر اس سے کہ جہاد اور دینوں میں بھی تھا اور عقل سلیم کے نزدیک بے شک ایک عمدہ سامان تہذیب عالم اور ذریعہ شرک والحاد و فتنہ و فساد ہے (۱) بے لشکر جہاد ممکن نہ تھا سو یہ لشکر جہاد جس نے روم و شام و عراق و ایران و مصر و یمن کو زیر و زبر کر دیا آپ کو کیونکہ میسر آیا۔

بظاہر فرما ہی لشکر دنیا میں دود کیسے ہیں مال و دولت یا حکومت کی جبر و تعدی سو آپ میں دونوں نہ تھے آپ کہیں کے بادشاہ نہ تھے، بادشاہ زادے نہ تھے، جاگیر دار نہ تھے، تعلقہ دار نہ تھے جو یوں کہے لشکر نوکر رکھا اور یہ کار نمایاں کر دکھایا۔ حاکم نہ تھے جو یوں کہے ایک ایک دود و آدمی گھر پیچھے مثلاً جیسے بعض سلطنتوں کے قصے سنتے ہیں منگا بھیجے اور یہ سانحہ برپا کر دیا بجز اخلاق اور کیا چیز تھی جس نے یہ تسخیر کی اور برابر کے بھائیوں کو ایسا مسخر کر دیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں خون گریں۔

پھر یہ نہیں کہ ایک دور روز کا ولولہ تھا ہو چکا عمر بھر یہی کیفیت رہی آپ کے پیچھے گھر سے بے گھر ہوئے زن و فرزند کو چھوڑا گھر یا ر سب پر خاک ڈالی خویش و اقرباء سے لڑے ان کو مارا، یا ان کے ہاتھوں مارے گئے یہ آپ کے اخلاق اور آپ کی محبت نہ تھی تو اور کیا تھا؟

غرض ملک عرب جیسے بے پیروں خود سروں کو ایسا مٹھی میں لیا کہ نرم مزاج غریب طبیعت کے لوگوں کے کسی گروہ کی نسبت بھی ایسی تسخیر آج تک کسی نے نہ سنی ہوگی ایسے اخلاق کوئی بتلائے تو سہی حضرت آدم علیہ السلام میں تھے یا حضرت نوح علیہ السلام میں تھے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تھے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تھے یا کسی اور میں تھے انصاف سے کوئی صاحب بتلائیں تو سہی اس قسم کے اخلاق کا کوئی شخص ہوا ہے؟

(۱) حضرت نے اس موقع پر دشمنوں کی موجودگی میں بھی ذرا مدہمت نہ کی نہایت جرأت کے ساتھ اسلام کا دفاع کیا۔

(میلہ خدا شناسی ص ۳۶ تا ۳۹)

حضرت کی تقریر کا اثر:

یہی تقریر ہو رہی تھی اور لوگوں پر ایک کیفیت تھی ہر کوئی ہمہ تن گوش ہو کے مولوی صاحب کی جانب تک رہا تھا کسی کی آنکھوں میں سننے ہیں آنسو کسی کی آنکھوں میں حیرت۔ پادریوں کی یہ حالت کہ ششدر، بے حس و حرکت۔ جو پادری صاحب نے اطلاع دی آپ کا وقت ہو چکا۔ سننے والوں کو ارمان رہ گیا۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا صاحبو تنگی وقت سے معذور ہوں ورنہ ان شاء اللہ شام کر دیتا جو کچھ کہا دریا میں کا ایک قطرہ بجھئے موتی میاں صاحب نے پکار کر کہا صاحبو! سنا جو کچھ بیان ہوا یہ دریا میں کا ایک قطرہ ہے (میلہ خدا شناسی ص ۳۸ سطر ۵ تا ص ۳۹ سطر ۱۶)

اسلام کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا:

واقعی مولانا نانوتویؒ نے ان مباحثوں میں اسلام کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا اس عاجز کے علم میں ایسا کوئی عالم نہیں مگر جس نے اس قسم کے مجمع میں اس طرح ٹھوس اور آسان عقلی دلائل کے ساتھ توحید، رسالت اور ختم نبوت جیسے اسلامی عقائد کو منوایا ہو۔ اگر کسی کو اس بات سے اتفاق نہ ہو تو باحوالہ کسی عالم کی ایسی خدمات پیش کرے۔ برصغیر پاک و ہند ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں کوئی اسلام کا ایسا خادم اور ختم نبوت کا کوئی ایسا ترجمان تاریخ کے ٹھوس حوالوں سے دکھلا دے۔ ان مباحثوں کے بعد مولانا یعقوب نانوتویؒ نے فرمایا معلوم یوں ہوتا ہے کہ اب مولانا کا وقت قریب ہے اسلئے کہ اللہ نے جو کام آپ سے لینا تھا کہ تمام مذاہب میں اسلام کی ترجمانی ہو جائے وہ پورا ہو چکا ہے (ارواحِ ملاحہ ص)

☆☆☆☆☆

مباحثہ شاہجہانپور

از حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

رؤ عیسائیت و ہنود پر سیر حاصل بحث

اور حقانیت اسلام پر بہترین کتاب

ناشر
دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

﴿تعارف مباحثہ شاہجہانپور﴾

مئی ۱۸۷۶ء کا میلہ خدا شناسی دراصل اس لئے منعقد کرایا گیا تھا کہ عیسائی پادری نولس بجھتا تھا کہ میرا مقابلہ نہ کوئی مسلمان کر سکتا ہے نہ کوئی ہندو۔ اس مباحثے کے اندر عیسائیت کا غلبہ ہوگا اور اس کی دور دور تک شہرت۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے پھر حضرت نانوتویؒ کی آمد سے جلسہ میں اہل اسلام کو واضح غلبہ حاصل ہوا اور عیسائیوں کو بڑی ذلت دیکھنی پڑی۔ جس کی ان لوگوں کو کوئی امید نہ تھی۔

اس مباحثے کا سبب:

اب انہوں نے یہ سوچا کہ کچھ نئے طریقے اختیار کر کے اسلام کے غلبہ کو ختم کریں۔ سوچا کہ ہندو پنڈت دیانند سرستی بہت ذہین اور مقرر ہے عیسائیوں میں پادری اسکاٹ بڑا منطقی پادری ہے ان کو علماء اسلام کے مقابلہ میں کھڑا کیا جائے پھر ان لوگوں نے مباحثے کا انداز بھی بدلا وہ اس طرح کہ بانی مباحثہ ہندوؤں کی طرف سے ان کے پنڈتوں کے مشورے سے عین موقع پر پانچ سوالات دیئے گئے کہ پہلے ان کے جواب دیئے جائیں پھر بات آگے بڑھے وہ سمجھتے تھے کہ شاید اس طرح ان کے پنڈت جیت جائیں مگر اللہ نے اس مرتبہ پھر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو سب پر غالب کر دیا۔ اور ہر جانب خبر پھیل گئی کہ مسلمان جیت گئے ہر طرف اسلام زندہ باد کے نعرے بلند ہوئے۔

چنانچہ روئیداد کے مرتب لکھتے ہیں: پس اس جلسہ [میلہ خدا شناسی] کا نتیجہ تو سب پر ظاہر ہو ہی گیا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب کی نیلی لنگی کے نام سے فتح کا پھر یہ سارے عالم میں مشہور ہو گیا اور کتاب کیفیت واقعی اس جلسہ کی مطبع ضیائی میں چھپی جس کا تاریخی نام ”گفتگوئے مذہبی“ ہے۔ غرض جب پارس سال [گذشتہ سال] کے جلے سے اس نواح کے عام و خاص لوگوں کے دلوں پر کیا وہ لوگ جو جلسہ میں موجود تھے اور کیا وہ جن کو راوی صحیح ملے یہ اثر پیدا ہوا کہ

مسلمانوں کے قلوب میں تو مولوی محمد قاسم صاحب کی روشن تقریروں نے نور ایمان کو جلادی اور منشی پیارے لال کی بھی آنکھیں کھل گئیں کہ جس طرف ان کی لکٹی لگی ہوئی تھی [یعنی عیسائیت یا پادری ٹولس۔ راقم] ادھر سیاہی جھلکتی نظر آنے لگی۔ (مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۰، ۱۱)

اس جلسے کے لطف نے ایسا خدا شناسی کا شائق بنا دیا کہ یہ میلہ ہر سال موسم بہار میں مقرر ہوا چنانچہ اب کے ۱۹، ۲۰ مارچ کو اس کا انعقاد تجویز ہو کر منشی پیارے لال نے اشتہار جابجا بھیجے اور جو عالم پار سال شریک جلسہ ہوئے تھے ان کو بھی اور سوا ان کے اور مشہور عالموں کو اشتہار و خطوط بھیج کر اطلاع دی اخباروں میں بھی اشتہار چھپوایا اور علاوہ اس کے یہ بھی شہرت ہوئی کہ اب کے بڑے بڑے نامی گرامی پنڈت و پادری وہاں آئیں گے (مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۱) بہر حال حضرت نانوتویؒ اپنے احباب کے ساتھ دلی سے روانہ ہوئے اور ۱۷ مارچ کو تین بجے شاہجہانپور میں ریل سے اترے (مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۱)

مناظرین اسلام کی آمد:

۱۹ مارچ کو مناظرین اہل اسلام آخر رات کو اٹھ کر راہی میدان مباحثہ ہوئے جو شاہجہانپور سے چھ سات کوس کے فاصلے پر تھا اور سب صاحب سوار مولوی محمد قاسم صاحب پیادہ پا طلوع آفتاب سے کچھ بعد جا پہنچے مولوی محمد قاسم صاحب نے ندی پر استنجے سے فراغت حاصل کر کے وضو کیا اور نوافل ادا کئے اور نہایت خشوع خضوع سے دعا مانگی غالباً وہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہوگی کیونکہ مولوی صاحب دلی سے برابر یہی ہر شخص سے فرماتے تھے کہ اس بے نیاز سے دعا کرو کہ کلمہ حق غالب آجائے۔ (مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۲)

﴿ان مباحثوں کی اہمیت ایک اور نظر سے﴾

مباحثے تو اور بھی ہوتے رہتے ہیں مگر ان مباحثوں میں ایک اہم بات یہ ہے کہ ان میں کوئی خاص موضوع نہ تھا بلکہ مذہب کی تحقیق تھی اور یہ موضوع انتہائی مشکل ہے اس لئے کہ کوئی

ایک موضوع ہو انسان اس کی تیاری کر کے جاتا ہے اور اس موضوع کے علاوہ کوئی اور بات چھیڑی جائے تو کہہ دیتا ہے کہ یہ موضوع سے ہٹ کر ہے اس لئے اس کے جواب میرے ذمے نہیں ہے۔ مگر یہاں موضوع اتنا عام ہے کہ پورے دین کی حقانیت ثابت کرنی تھی پھر فریق مخالف عیسائی ہیں ہندو ہیں وہ جس طرح چاہیں اعتراض کریں ان کے معقول و مسکت جوابات بھی دینے ضروری ہیں۔ ان غیر مسلموں کو کوئی پوچھنے والا نہیں چاہے فقہ پر اعتراض کریں چاہے عقائد پر، چاہے قرآن پر اعتراض کریں چاہے حدیث شریف پر۔ پھر وہ لوگ نہ قرآن مانیں نہ حدیث ان کے سامنے جتنے دلائل ہوں گے وہ سب عقلی ہی دینے پڑتے ہیں۔ کسی مدرسے کے دو طالب علموں کی بحث ہو جائے وہ اپنے استاد کی بات مان لیں گے۔ لیکن اگر حنفی اور غیر مقلد کا اختلاف ہو جائے تو کتب حدیث اور اسماء الرجال کے حوالے کام آئیں گے۔ ہندو اور عیسائی تو ہماری کسی چیز کو مانتے ہی نہیں ان سے گفتگو کرنے کیلئے تو خدا داد صلاحیت ہی کام آتی ہے۔

حضرت نانوتویؒ کا چیلنج:

حضرت نانوتویؒ نے ان مباحثوں میں غیر مسلموں کو ہر قسم کے اعتراض کا موقع دیا اور اگر کسی نے کوئی سوال کر دیا تو فوراً سے پہلے اس کو جواب دینے کیلئے اسٹج پر پہنچ گئے اور ایسے جواب دیئے جن پر وہ تنقید نہ کر سکے چنانچہ روئیداد میں ہے:- مولوی محمد قاسم صاحبؒ نے پادری فولس صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بعد اختتام وقت جلسہ کے یعنی چار بجے کے بعد کل ہم ایک گھنٹہ وعظ کہیں گے آپ بھی اس محفل میں شریک ہوں اور بعد ختم وعظ کے اعتراض کرنے کا بھی اختیار ہے بلکہ جس صاحب کے دل میں آئے وہ اعتراض کریں ہم جواب دیں گے (مباحثہ ص ۱۵) ایک موقعہ پر فرمایا: آج وعظ کی ابتدا ہم ہی کرتے ہیں اور کل جواب بھی پہلے ہم ہی دیں گے اور جس صاحب کے جی میں آئے وہ اعتراض کریں (مباحثہ ص ۱۷) آخر میں فرمایا: اہل جلسہ کو یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ اہل اسلام کے اعتراضوں کا کسی نے جواب نہ دیا اور اہل اسلام نے سب کے اعتراضوں کا جواب ایسا دیا کہ پھر کسی کو جواب نہ آیا (دیکھئے مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۱۱)

﴿عبارات کتاب مباحثہ شاہجہانپور﴾

اس مباحثہ میں تینوں مذاہب کے نمائندے (مسلمانوں کے علماء، عیسائیوں کے پادری، ہندو پنڈت) پہنچ گئے تو ان میں اتفاق رائے سے یہ بات قرار پائی کہ پہلے خدا کی ذات و صفات کا بیان ہو (یعنی ہر مذہب والے اپنے مذہب کی رو سے اللہ کی ذات و صفات کا بیان کریں دوسرے مذہب والے اگر اعتراضات کریں تو یہ اس کا جواب دیں) اتنے میں منشی پیارے لال بانی مبنی جلسہ نے ایک کاغذ اردو لکھا ہوا پیش کیا کہ یہ پانچ سوال ہماری طرف سے پیش ہوتے ہیں ان کا جواب پہلے دینا چاہئے اور وہ سوال یہ تھے کہ

سوال اول: دنیا کو پر میشر (یعنی اللہ تعالیٰ) نے کس چیز سے بنایا اور کس وقت اور کس واسطے؟

سوال دوم: پر میشر (یعنی اللہ تعالیٰ) کی ذات محیط کل ہے یا نہیں؟

سوال سوم: پر میشر (یعنی اللہ تعالیٰ) عادل ہے اور رحیم دونوں کس طرح؟

سوال چہارم: وید اور بائبل اور قرآن کے کلام الہی ہونے میں کیا دلیل ہے؟ (یعنی ہندو اپنی کتاب وید کو کلام الہی ثابت کریں اور عیسائی اپنی کتاب بائبل کو کلام الہی ثابت کریں اور مسلمان اپنی کتاب قرآن پاک کو کلام الہی ثابت کریں۔ دوسرے مذہب والے اگر اعتراض کریں تو اس کا جواب بھی دیں)

سوال پنجم: نجات کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

اہل جلسہ نے ان سوالوں کے جواب دینے کو قبول کیا (مباحثہ ص ۱۵، ۱۶)

ضمنی طور پر عقیدہ ختم نبوت کا اظہار:

جب مجلس جمع گئی تو اس میں گفتگو ہوئی کہ پہلے کون ان سوالوں کے جواب دینے شروع کرے گا پنڈت صاحبوں سے کہا گیا کہ مخفل شوریٰ میں آپ کہہ چکے ہیں کہ آج ہم درس دیں گے سو آپ بیان کریں انہوں نے پہلو تہی کی (ہر کوئی چاہتا تھا کہ بعد میں وہ بیان کرے) پادری

نولس صاحب جب ان سے اصرار کر چکے تو مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف متوجہ ہوئے (حضرت نانوتویؒ نے اس موقع پر بھی ایسا جواب دیا جس میں عقیدہ ختم نبوت کا اظہار و اعلان پایا جاتا تھا: راقم) مولانا نے فرمایا ہمیں کچھ عذر نہیں مگر انصاف کا مقتضی اسی کا تھا کہ سب کے بعد ہم بیان کرتے کیونکہ دین بھی ہمارا سب سے پچھلا ہے (۱) اس پر پادری صاحب نے پنڈت دیانند سرتی سے کہا کہ آپ کیوں نہیں کہتے انہوں نے جواب دیا کہ اچھا میں کہتا ہوں مگر جب اور سب بیان کر چکیں گے تو میں بیان کروں گا ورنہ میرا بیان سب سے ماضی پڑ جاوے گا۔

غرض اسی رد و قدح میں چارنج گئے تو پادری صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ اچھا مولوی صاحب آپ اپنا وعظ کل کی جگہ آج ہی کہہ ڈالنے کل پہلے پنڈت صاحب ان سوالوں کا جواب دیں گے۔ مولوی صاحب نے فرمایا بہت اچھا مجھے تو سوالوں کے جواب دینے میں آج بھی عذر نہیں آپ خود ایک دوسرے پر حوالہ کرتے ہیں اور نہ کوئی وعظ کی حامی بھرتا ہے نہ جوابوں

(۱) دیکھیں اس عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کو آخری نبی، امت مسلمہ کو آخری امت، اور دین اسلام کو آخری دین مانا ہے۔ اس موقع پر کسی نے نہ کہا کہ تو ختم نبوت کا قائل نہیں تو اپنے دین کو آخری کیسے کہتا ہے؟ اگر خدا نخواستہ حضرت کا عقیدہ خراب ہوتا تو مولانا اپنے دین کو آخری دین نہ کہتے۔ پھر یہ مباحثہ تحذیر الناس کے چھپنے کے بعد ہوئے تحذیر الناس پہلی مرتبہ مطبع صدیقی سے ۱۲۸۹ھ ۱۸۷۳ء کو چھپی (حاشیہ قاسم العلوم ص ۱۸۴) از: پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی (جبکہ شاہجہانپور کا پہلا مباحثہ ۱۲۹۳ھ کو ہوا۔ اور یہ دوسرا مباحثہ اس سے بھی سال بعد ہوتا ہے۔ اگر آپ نے تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا ہوتا تو اول تو مسلمان آپ کو اس میں دعوت ہی نہ دیتے، دوسرے کافر آپ کی اس وقت تردید کر دیتے کہ آپ تو نبوت کو جاری مانتے ہیں آپ کا دین آخری کیسے ہے؟ یہ سب اسلئے نہیں ہوا کہ مسلمان اور کافر سب اس کو جانتے تھے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے ماننے والے بلکہ اس کے بہت بڑے مبلغ ہیں۔

کی خبر۔ اب سب حضرات ذرا توقف کریں ہم نماز عصر پڑھ لیں۔ آج وعظ کی ابتدا ہم ہی کرتے ہیں اور کل جواب بھی پہلے ہم ہی دیں گے اور جس صاحب کے جی میں آئے وہ اعتراض کریں۔ یہ کہہ کر مولانا نماز پڑھ آئے اور کھڑے ہو کر ایسا زور شور کا وعظ کیا کہ تمام جلسہ حیران رہ گیا اور ہر شخص پر ایک سکتے کا عالم تھا۔ (مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۵، ۱۶)

مولانا کی تقریروں میں عقیدہ ختم نبوت:

مباحثہ شاہجہانپور ص ۴۴ میں ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے اس تقریر میں آٹھ مضامین بیان کئے [۱] خدا تعالیٰ کا ثبوت [۲] اس کی وحدانیت [۳] اس کا واجب الطاعت ہونا [۴] نبوت کی ضرورت [۵] نبوت کی علامات اور صفات [۶] رسول اللہ ﷺ کی نبوت [۷] ان کی خاتمیت [۸] ان کے ظہور کے بعد انہیں کی اتباع میں نجات کا منحصر ہو جانا۔ غور کریں کہ آخری تین مضمون خاص حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت کے بارے میں ہی ہیں۔

بہر حال نماز عصر کے بعد کی اس تقریر میں پہلی چار چیزوں کے بیان سے فارغ ہو کر نبوت کی علامات اور صفات بیان کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:

مدار کا نبوت عقل کامل اور اخلاق حمیدہ پر ہے معجزات پر نہیں:

اب یہ گدازش ہے کہ مدار کا نبوت عقل کامل اور اخلاق حمیدہ پر ہے۔ رہے معجزات وہ خود نبوت پر موقوف ہیں نبوت ان پر موقوف نہیں۔ یعنی یہ نہیں کہ جس میں معجزات نظر آئیں اس کو نبوت عطا کریں ورنہ خیر بلکہ جس میں نبوت ہوتی ہے اس کو معجزات عنایت کرتے ہیں تاکہ عوام کو بھی اس کی نبوت کا یقین ہو جائے اور نبی کے حق میں اس کے معجزے بمنزلہ سند و دستاویز ہو جائیں اس لئے اہل عقل کے نزدیک اول عقل کامل اور اخلاق حمیدہ ہی کا تجسس چاہئے۔

حضرت محمد ﷺ عقل و اخلاق میں سب انبیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں:

مگر عقل اور اخلاق میں دیکھا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سب میں افضل و اعلیٰ پایا۔ غور کریں حضرت نانوتویؒ نے کس قدر صراحت اور دلیری کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے سب سے

اعلیٰ و افضل ہونے کا دعویٰ کر دیا اور وہ بھی غیر مسلموں کیساتھ مباحثہ کے دوران۔ پھر کسی کو اعتراض کی جرات بھی نہ ہوئی۔ ذلک فضل اللہ علیہ من یشاء

عقل و فہم میں افضلیت کی دلیل

عقل و فہم میں اولیت و افضلیت کے لئے تو اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ آپ بذات خود امی ان پڑھے، جس میں (یعنی جس ماحول میں۔ راقم) پیدا ہوئے اور جہاں ہوش سنبھالا بلکہ ساری عمر گزری علوم سے یک لخت خالی نہ علوم دینی کا پتہ نہ علوم دنیوی کا نشان، نہ کوئی کتاب آسمانی نہ کوئی کتاب زمینی۔ باعث جہل کیا کیا کچھ خرابیاں نہ تھیں؟

اب کوئی صاحب فرمائیں کہ ایسا شخص امی ان پڑھا ایسے ملک میں اول سے آخر تک عمر گزارے جہاں علوم کا نام و نشان نہ ہو پھر اس پر ایسا دین اور ایسا آئین ایسی کتاب لا جواب اور ایسی ہدایات و بینات جس پر ملک عرب کے جاہلوں کو علوم الہیات یعنی علوم ذات و صفات خداوندی میں جو تمام علوم سے مشکل ہے اور علم عبادات اور علم اخلاق اور علم سیاسیات اور علم معاملات اور علم معاش و معاد میں۔ رشک ارسطو و افلاطون بنا دیا جس کے باعث تہذیب عرب رشک شائستگی حکماء عالم ہو گئے چنانچہ ان کے کمال علمی پر آج اہل اسلام کی کتب مطولہ جو خارج از تعداد ہیں شاہد ہیں ایسے علوم کوئی بتلائے تو سہی کس قوم اور کس فریق میں ہیں جس کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ دونوں کا یہ حال ہے ان کے استاد اول اور معلم اول یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہوگا؟

اخلاق میں افضلیت کی دلیل

اور اخلاق کی یہ کیفیت کہ آپ کہیں کے بادشاہ نہ تھے، بادشاہ زادے نہ تھے، امیر زادے نہ تھے، نہ تجارت کا سامان تھا نہ کھیتی کا بڑا اسباب تھا، نہ میراث میں کوئی چیز ہاتھ آئی، نہ بذات خود کوئی دولت کمائی، ایسے افلاس میں ملک عرب کے گردن کشوں جفاکشوں برابر کے

بھائیوں کو ایسا مسخر کر لیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں اپنا خون بہانے کو تیار ہوں۔
 پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دو روز کا دلولہ تھا آیا نکل گیا ساری عمر اسی کیفیت سے گذاردی
 یہاں تک کہ گھر چھوڑا، باہر چھوڑا، زن و فرزند چھوڑے، مال و دولت چھوڑا، آپ کی محبت میں
 سب پر خاک ڈال اپنوں تلخ آمادہ جنگ و پیکار ہوئے، کسی کو آپ مارا، کسی کے ہاتھ سے آپ
 مارے گئے یہ تسخیر اخلاق نہ تھی تو اور کیا تھی؟ یہ زور شمشیر کس تنخواہ سے آپ نے حاصل کیا، ایسے
 اخلاق کو کی بتلائے تو سہی حضرت آدم علیہ السلام میں تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تھے، یا
 حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تھے۔
حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل:

جب عقل و اخلاق کی یہ کیفیت اس پر زہد کی (۱) یہ حالت جو آیا وہی لٹایا نہ کھایا نہ پہنا نہ
 مکان بنایا تو پھر کونسا عاقل یہ کہہ دے گا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام وغیرہم تو نبی
 ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ نبی نہ ہوں ان کی نبوت میں کسی کو تا مل ہو کہ نہ ہو پر محمد رسول اللہ ﷺ کی
 نبوت میں اہل عقل و انصاف کو تا مل کی گنجائش نہیں۔

آپ تمام انبیاء کے سردار سب میں افضل اور سب کے خاتم ہیں:

بلکہ بعد لحاظ کمالات علمی جو آپ کی ذات میں ہر عام و خاص کو ایسے نظر آتے ہیں جیسے
 آفتاب میں نوریہ بات واجب التسليم ہے کہ آپ تمام انبیاء کے قافلہ سالار اور سب رسولوں کے
 سردار اور سب میں افضل اور سب کے خاتم (۲) ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت نانوتویؒ کو بھی زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی میں میں بڑا مقام دیا تھا
 حضرت کے زہد کے واقعات کتاب ”ارواحِ ملائکہ“ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

(۲) یہاں خاتم سے مراد خاتم زمانی ہی ہے کیونکہ فضیلت کا ذکر حضرت نے دوسرے الفاظ میں
 کر دیا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے انبیاء کے کمالات ہوں یا اولیاء کے سب عطاء خدا ہیں (۱) چنانچہ مضامین مسطورہ بالا سے یہ بات عیاں ہے مگر عالم خصوصاً بنی آدم میں کمالات مختلفہ موجود ہیں کسی میں حسن و جمال ہے، تو کسی میں فضل و کمال ہے کسی میں زور قدرت ہے تو کسی میں عقل و فراست ہے اس لئے خدا کے اور بندوں کی اس وقت ایسی مثال ہوگی جیسے فرض کیجئے کسی استاد جامع کمالات کے پاس مختلف فنون کے طالب آئیں اور ہر شخص جدا علم سے فیض یاب ہو کر اپنے اپنے کمالات دکھلائے مگر ظاہر ہے کہ اس کے شاگردوں کے آثار سے یہ بات خود نمایاں ہو جائے گی کہ یہ شخص کون سے فن میں استاد مذکور کا شاگرد ہے اگر فیض منقول اس شاگرد سے جاری ہے تو معلوم ہو جائے گا کہ فن منقول میں یہ شخص شاگرد استاد مذکور کا ہے اور اگر فیض معقول جاری ہو تو معلوم ہو جائے گا کہ فن معقول میں استاد مذکور سے مستفید ہوا ہے۔ بیماروں کا علاج کرتا ہے تو استفادہ طب کا پتہ لگے گا اور شاعروں میں غزل خوانی کرتا ہے تو تحصیل کمال شاعری کا سراغ نکلے گا۔ الحاصل شاگردوں کے احوال خود بتلا دیں گے کہ استاد کے کون سے کمال نے اس میں ظہور کیا ہے۔

تمام انبیاء خدا کی کسی ایک صفت سے مستفید ہیں:

الحاصل جب بنی آدم خصوصاً انبیاء میں مختلف قسم کے حالات موجود ہوں اور پھر سب کے سب خدا ہی کا عطا اور فیض ہوں تو بدالالت آثار و کاروبار (یعنی اعمال) راقم) انبیاء یہ بات

(۱) معلوم ہوا کہ مخلوق کی صفات خواہ بالذات ہوں یا بالعرض سب عطاء خداوندی ہیں۔ دھوپ سے زمین روشن ہو جائے تو سورج کی روشنی ذاتی اور زمین کی روشنی عرضی ہوتی ہے مگر ہیں یہ سب خدا کی عطا سے فرق یہ ہے کہ زمین کی روشنی میں اللہ نے سورج کو واسطہ بنایا اور سورج کی روشنی میں کسی حقوق کو واسطہ نہ بنایا۔ اسی طرح جب حضرت نانو توئی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت بالذات اور دیگر انبیاء کی بالعرض تو سب انبیاء کی نبوت کو اللہ کی عطا ہی مانتے ہیں۔

معلوم ہو جائے گی کہ یہ نبی خدا تعالیٰ کی کوئی صفت سے مستفید ہے اور وہ نبی کوئی خدا کی صفت سے مستفیض ہے۔ یعنی گواہیک کے ساتھ اور سب صفتیں قلیل و کثیر آئیں۔ اصل منع فیض کوئی ایک ہی صفت ہوگی مگر بدلات معجزات انبیاء معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور صفت سے مستفید ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور صفت سے مستفید ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بدلات احیاء موتی و شفاء امراض مضمون جان بخشی کا پتہ لگتا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں بدلات اعجوبہ کاری عصائے موسوی کہ کبھی عصا تھا کبھی اڑ رہا تھا معلوم ہوتا ہے کہ صفت تبدیل و تقلیب کا سراغ نکلتا ہے۔

حضرت ﷺ کی صفت علم سے مستفید ہیں یہ آپ کے خاتم النبیین ہونے کی دلیل ہے مگر حضرت محمد ﷺ میں بدلات اعجاز قرآنی و کمال علمی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صفت علم سے مستفید ہیں اور بارگاہ علمی میں باریاب ہیں۔ مگر سب جانتے ہیں کہ علم وہ صفت ہے کہ تمام صفات اپنی کارگزاری میں اس کے محتاج ہیں پر علم اپنے کام میں کسی کا محتاج نہیں کون نہیں جانتا کہ ارادہ، قدرت وغیرہ صفات بے علم و ادراک کسی کام کے نہیں۔

روٹی کھانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر کھاتے ہیں تو اول یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ روٹی ہے پھر نہیں اور پانی پینے کا ارادہ کرتے ہیں یا پیتے ہیں تو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ پانی ہے شراب نہیں، یہ علم نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر روٹی کو روٹی سمجھنا اور پانی کو پانی سمجھنا ارادہ، قدرت پر موقوف نہیں اگر روٹی سامنے آجائے یا پانی سامنے سے گزر جائے تو بے ارادہ و اختیار وہ روٹی اور یہ پانی معلوم ہوگا۔

القصد! علم کو اپنے معلومات کے تعلق میں کسی صفت کی ضرورت نہیں مگر باقی تمام صفات کو اپنے تعلقات میں علم کی حاجت ہے۔ غرض جو صفات غیر سے متعلق ہوتے ہیں ان سب میں علم اول ہے اور سب میں علم اولیٰ ہے اور سب پر افسر ہے اور علم سے اول اور کوئی صفت نہیں بلکہ علم ہی پر مراتب صفات متعلقہ بالآخر ختم ہو جاتے ہیں۔

اس لئے وہ نبی جو صفت العلم سے مستفید ہو اور بارگاہ علمی تک باریاب ہو تمام انبیاء

سے مراتب میں زیادہ اور رتبہ میں اول اور سب کا سردار اور سب کا مخدوم مکرم ہوگا۔ اور سب اس کے تابع اور محتاج ہوں گے اس پر مراتب کمالات ختم ہو جائیں گے اس لئے وہ نبی خاتم الانبیاء بھی ضرور ہی ہوگا۔ (۱)

خاتمیت محمدی ﷺ پر استدلال:

وجہ اس کی یہ ہے کہ انبیاء بوجہ احکام رسانی مثل گورنر وغیرہ نواب (مراد نائبین) خداوندی ہوتے ہیں اس لئے ان کا حاکم ہونا ضرور ہے چنانچہ ظاہر ہے اس لئے جیسے عہدہ ہائے ماتحت میں سب میں اوپر عہدہ گورنری یا وزارت ہے اور سوا اس کے اور سب عہدے اس کے ماتحت ہوتے ہیں اور ان کے احکام کو وہ توڑ سکتا ہے اس کے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا وجہ اس کی یہی ہوتی ہے کہ اس پر مراتب عہدہ جات ختم ہو جاتے ہیں۔

ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اوپر اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے اس لئے اس کے احکام اور ان کے احکام کے ناخ ہوں گے اور ان کے احکام اس کے احکام کے ناخ نہ ہوں گے۔ اور اس لئے یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو۔ (۲) کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سب احکام ماتحت کے بعد میں آتی ہے اور اس لئے اس کا حکم اخیر حکم ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے پارلیمنٹ تک مراعات کی (یعنی مقدمہ لے جانے کی۔ راقم) نوبت سب کے بعد میں آتی ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی اور نبی نے دعویٰ خاتمیت نہ کیا [یعنی کسی نبی نے یہ نہ کہ وہ آخری نبی ہے اس کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا] کیا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا چنانچہ قرآن و حدیث میں یہ مضمون بترتیب موجود ہے سوا آپ کے اور آپ سے پہلے اگر دعویٰ

(۱) ان دونوں عبارتوں میں حضرت نے پہلے آپ ﷺ کا اعلیٰ ہونا ذکر کیا کہ آپ پر مراتب

کمالات ختم ہو جاتے ہیں اس کے بعد خاتم الانبیاء کہہ کر آپ ﷺ کی خاتمیت زمانی کا اعلان کیا۔

(۲) حضرت کی یہ عبارت بھی خاتمیت زمانی کے بارے میں بالکل صریح ہے۔

خاتمیت کرتے [آخری نبی ہونے کا دعویٰ کرتے] تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے مگر دعویٰ خاتمیت تو درکنار انہوں نے یہ فرمایا کہ میرے بعد جہاں کا سردار آنے والا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے (مراد عیسیٰ علیہ السلام نے۔ راقم) اپنی خاتمیت کا انکار کیا بلکہ خاتم کے آنے کی بشارت دی کیونکہ سب کا سردار خاتم الحکام ہوا کرتا ہے اور در صورت مخالف رائے اس کے احکام آخری احکام ہوا کرتے ہیں چنانچہ مرافعہ کرنے والوں کو خود ہی معلوم ہے۔ (۱) (ص ۳۵ سطر ۸ تا ۱۰)

معجزات میں افضلیت محمدی ﷺ

جب یہ افضلیت محمدی اور خاتمیت محمدی (۲) دونوں معلوم ہو گئیں تو اب گزارش ہے کہ فقط افضلیت محمدی کمالات ہی میں واجب التسلیم نہیں بلکہ معجزات میں بھی افضلیت محمدی واجب الایمان ہے اور کیوں نہ ہو معجزات خود آثار کمالات ہوتے ہیں اگر عیسیٰ علیہ السلام سے مردے زندہ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عصائے بے جان اُتر دہائے جاندار بن گیا تو کیا ہوا؟ (یعنی رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کے مقابل اس کو لانا درست نہیں آپ کا معجزہ زیادہ بڑا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے طفیل سے کبھی کا سوکھا کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہو گیا۔ (۳) تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک زمانہ تک رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز مسجد کے

(۱) انجیل میں خاتمیت زمانی کا لفظ نہیں مگر حضرت نے افضلیت سے خاتمیت کو ایسا کھول کر

ثابت کیا کہ وہ لوگ انکار نہ کر سکے الغرض انجیل میں خاتمیت زمانی کا ذکر نہیں مگر حضرت نے اس کو انجیل سے ثابت کر دیا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت قرآن میں ثابت شدہ خاتمیت زمانی کا انکار کر دیں اس بات کی تصریح آ رہی ہے کہ حضرت کے نزدیک آیت کریمہ میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی ہے۔

(۲) اس عبارت میں بھی حضرت نے خاتمیت زمانی اور افضلیت کو الگ الگ ذکر کیا ہے۔

(۳) ستون کے رونے کا واقعہ بخاری شریف میں بھی موجود ہے (دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۱۲۵)

ایک ستون کے ساتھ جو کھجور کا تھا پشت لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر بنایا گیا تو آپ اس ستون کو چھوڑ کر منبر پر خطبہ پڑھنے کے لئے تشریف لائے اس ستون میں سے رونے کی آواز آئی آپ منبر سے اتر کر اس ستون کے پاس تشریف لائے اور اپنے سینہ سے لگایا اور ہاتھ پھیرا وہ ستون ایسی طرح چپکا ہوا جیسے روتا ہوا بچہ سکتا سکتا چپکا وہ جاتا ہے اس واقعہ کو ہزاروں نے دیکھا جمعہ کا دن تھا اور پھر وہ زمانہ تھا جس میں نماز سے زیادہ کسی اور چیز کا اہتمام ہی نہ تھا خاص کر جمعہ کی نماز جس کے لئے اس قدر اہتمام شریعت میں کیا گیا ہے کہ اس سے زیادہ اور کسی چیز کا اہتمام ہی نہیں۔

الغرض چھوٹے بڑے سب حاضر تھے ایک دو اس وقت ہوتے تو احتمال دروغ یا وہم غلط فہمی بھی تھا ایسے مجمع کثیر میں ایسا واقعہ عجیب پیش آیا کہ نہ احیاء موتی کو جو اعجاز عیسوی تھا اس سے کچھ نسبت اور نہ عصائے موسوی کے اثر دہا بن جانے کو جو معجزہ موسوی تھا اس سے کچھ مناسبت شرح اس معجزہ کی یہ ہے کہ تن بے جان اور جسم مردہ کو قبل موت تو روح سے علاقہ تھا ستون مذکور کو تو نہ کبھی روح سے تعلق تھا نہ حیاۃ معروف سے مطلب۔ علاوہ بریں جسم انسان و حیوان کو ضیع حیات نہ ہو مگر قابل اور جاذب حیات ہونے میں تو کچھ شک بھی نہیں۔ یہی وجہ ہوئی کہ روح علوی کو اس خاکدان سفلی میں آنا پڑا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایام حیات کی ملازمت طویلہ کے بعد روح کو بدن کے ساتھ انس و محبت کا ہونا ضروری ہے جس سے ادھر کی نگرانی اور معاودت کی آسانی ثابت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں ستون مذکور میں مفقود ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے اگر عصا اثر دہا بن گیا اور زندہ ہو کر ادھر ادھر دوڑا تو اس کی حرکات و سکنات بعد انقلاب شکل و ماہیت ظاہر ہوئی اور ظاہر ہے کہ اس شکل اور اس ماہیت کو جو بعد انقلاب حاصل ہوئی حیات سے ایک مناسبت قوی ہے یعنی سانپوں اور اثر دہاؤں کے افعال اور حرکات اور ان کے وہ بیچ و تاب اور وہ کاشا اور نکل جانا اسی ماہیت اور اسی شکل کے ساتھ مخصوص ہے اور (دیگر) زندوں سے بھی وہ کام نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ

نباتات اور جمادات سے۔ القصہ شکل مذکور اور ماہیت مشارالیه میں روح کا آنا چنداں مستبعد اور بعید اور عجیب و غریب نہیں جتنا سوکھے ہوئے ستون میں جو بالیقین بالفعل منجملہ جمادات تھا روح و حیاة کا آجانا محال استعجاب ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

علاوہ بریں عصائے موسوی سے وہی کام ظہور میں آیا جو اور سانپوں اور اژدہاؤں سے ظہور میں آتا ہے کوئی ایسا کام ظہور میں نہیں آیا جو ذوی العقول اور بنی آدم سے ظہور میں آتے ہیں چنانچہ ظاہر ہے اور ستون خشک کا در و فراق محمد ﷺ یا موقوفی خطبہ سے جو اس کے قریب پڑھا جایا کرتا تھا روانا اور چلانا وہ بات ہے جو سوائے ذوی العقول بلکہ ان میں سے بھی بجز افراد کاملہ اور کسی سے ظہور میں نہیں آسکتے۔

شرح اس معما کی یہ ہے کہ جیسے محبت جمالی کے لئے اول آنکھ کی ضرورت ہے اور پھر قابلیت طبیعت کی حاجت جس کے سبب سے میلان خاطر اور توجہ دلی متصور ہوا ایسے ہی محبت کمال کے لئے اول عقل و فہم کی ضرورت ہے اور پھر قابلیت مذکورہ کی حاجت۔ اور ظاہر ہے کہ دونوں باتیں تہا تہا بھی اور بحیثیت مجموعی بھی بجز بنی آدم اور ان میں بھی بجز کاملین عقل اور طبیعت متصور نہیں۔ (مباحثہ شاہجہانپور ص ۳۷)

اس کے بعد علم الیقین عین الیقین حق الیقین کی بابت کچھ علمی نکات بیان کر کے فرماتے ہیں:

الغرض عصائے موسوی اگر اژدہا بن گیا اور اژدہا بن کر چلا، دوڑا تو یہ وہ کام ہے کہ جتنے سانپ ہیں سبھی یہ کام کرتے، کچھ سانپوں کے مرتبے سے بڑھ کر کوئی کام نہیں اور ستون محمدی اگر فراق محمدی میں رویا تو اس کا رونا محبت کمال محمدی پر دلالت کرتا ہے جو بجز مرتبہ حق الیقین متصور نہیں جو بہ نسبت کمالات روحانی بجز ارباب کمال یعنی اصحاب بصیرت و مکاشفہ اور کسی کو میسر نہیں آسکتا اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں معجزہ موسوی کو معجزہ احمدی کے سامنے کچھ نسبت باقی نہیں رہتی۔

اور سنئے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں پتھر سے پانی نکلتا تھا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے اور ظاہر ہے کہ زمین پر رکھے ہوئے پتھر سے پانی کے چشمے کا بہنا اتنا عجیب نہیں جتنا گوشت و پوست سے پانی کا نکلتا عجیب ہے کون نہیں جانتا کہ جتنی ندیاں اور تالے ہیں سب پہاڑوں اور پتھروں اور زمین سے نکلتے ہیں پر کسی کے گوشت و پوست سے کسی نے ایک قطرہ بھی نکلتا نہیں دیکھا۔ اور ازیں ایک پیالی پانی پر دست مبارک سے رکھ دینے سے انگشتان مبارک سے پانی کا نکلتا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دست مبارک منبع البرکات ہے اور یہ جسم مبارک کی کرامات ہیں اور سنگ موسوی سے زمین پر رکھ دینے کے بعد پانی کا نکلتا اگر دلالت کرتا ہے تو اتنی بات پر دلالت کرتا ہے کہ خداوند عالم بڑا قادر ہے۔

اور سنئے اگر باعجاز حضرت یوشع علیہ السلام آفتاب دیر تک ایک جا ٹھہرا رہا، یا کسی اور نبی کیلئے بعد غروب، آفتاب لوٹ آیا تو اس کا ماحصل بجز اس کے اور کیا ہوا کہ بجائے حرکت، سکون عارض ہو گیا یا بجائے حرکت روزمرہ حرکت معکوس وقوع میں آئی اور ظاہر ہے کہ یہ بات اتنی دشوار نہیں جتنی یہ بات دشوار ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے (۱) کیونکہ پھٹ جانا تو ہر جسم کے حق میں خلاف طبیعت ہے اور سکون کسی جسم کے حق میں بحیثیت جسمی خلاف طبیعت نہیں بلکہ حرکت ہی خلاف طبیعت ہے یہی وجہ ہے کہ جیسے اجسام کے پھٹ جانے کے لئے اور اسباب کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی حرکت کیلئے بھی اور اسباب کی ضرورت پڑتی ہے اور سکون کے لئے اور سبب کی ضرورت نہیں ہوتی۔

معجزات محمدی ﷺ کا ثبوت قرآن و سنت سے ملتا ہے

[عیسائی کہتے ہیں کہ ہم قرآن و حدیث کے ذکر کردہ معجزات کو نہیں مانتے کیونکہ دنیا کی تاریخ

(۱) اس معجزے کا ذکر قرآن کریم سورۃ القمر میں نیز بخاری ج ۲ ص ۲۱۱ میں موجود ہے۔

میں ان کا ذکر نہیں ملتا حضرت اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔ ا۔

ان تمام وقائع اور مضامین کے استماع کے بعد شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ معجزات مرقومہ بالا کا جو مجملہ معجزات محمدی ﷺ مذکور ہوئے کیا ثبوت ہے؟ اور ہم کو کا ہے سے معلوم ہوا کہ یہ معجزات ظہور میں آئے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو کا ہے سے معلوم ہوا کہ اور انبیاء اور اوتاروں سے وہ معجزات اور کرشمے ظہور میں آئے ہیں جو ان کے معتقد بیان کرتے ہیں اگر توریت و انجیل کے بھروسے ان معجزات اور کرشموں پر ایمان ہے تو قرآن و حدیث محمدی ﷺ کے اعتقاد پر معجزات محمدی پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ توریت و انجیل کی کسی کے پاس آج کوئی سند موجود نہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کس زمانے میں یہ کتابیں لکھی گئیں اور کون اور کس قدر ان کتابوں کے راوی ہیں؟
قرآن و سنت کا صحیح الاسناد ہونا مسلم ہے۔

اور قرآن و حدیث کی سند اور اسناد کا یہ حال ہے کہ یہاں سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک راویوں کی تعداد معلوم، نسب اور سکونت معلوم، نام اور احوال معلوم۔ پھر تماشا ہے کہ توریت و انجیل تو معتبر ہو جائیں اور قرآن و حدیث کا اعتبار نہ ہو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ستم اور کونسی نا انصافی ہوگی؟ اگر توریت و انجیل وغیرہ کتب مذاہب دیگر لائق اعتبار ہیں تو قرآن و حدیث کا اعتبار سب سے پہلے لازم ہے (۱)۔

اسلام کے سوا دیگر مذاہب کی اصل حقیقت:

(۱) ”قرآن و حدیث کا اعتبار سب سے پہلے لازم ہے“ ان الفاظ سے بھی حضرت نے اس بات کا اعلان کیا کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، پھر ایک اور جگہ حضرت فرماتے ہیں کہ قرآن میں نبی ﷺ کا دعویٰ نبوت بھی موجود ہے اور دعویٰ خاتمیت بھی۔ قرآن و حدیث پر اعتبار کرنے سے ان عقائد پر بھی ایمان لانا ضروری ٹھہرا۔

اب یہ گزارش ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ اور مذاہب اور دین بالکل ساختہ اور پرداختہ بنی آدم ہیں بطور جلسازی ایک دین بنا کر خدا کے نام لگا دیا۔ نہیں دو مذہبوں کو تو ہم یقیناً دین آسمانی سمجھتے ہیں ایک دین یہود اور دوسرے دین نصاریٰ ہاں اتنی بات ہے کہ بوجہ تحریف بنی آدم کے رائے کی آمیزش بھی ان دونوں دینوں میں ہو گئی۔

باقی رہا دین ہندو اس کی نسبت اگرچہ ہم یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ اصل سے یہ دین بھی آسمانی ہے مگر یقیناً یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ دین اصل سے جعلی ہے، خدا کی طرف سے نہیں آیا۔ کیونکہ اول تو قرآن شریف میں یہ ارشاد ہے: **وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ** جس کے یہ معنی ہیں کہ کوئی امت یعنی گروہ عظیم ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو پھر کیونکر کہہ دیجئے کہ اس ولایت ہندوستان میں جو ایک عریض و طویل ولایت ہے کوئی ہادی نہ پہنچا ہو۔ کیا عجب ہے کہ جس کو ہندو صاحب اوتار کہتے ہیں اپنے زمانے کے نبی یا ولی یعنی نائب نبی ہوں۔ دوسرے مقام پر قرآن شریف میں یہ بھی ارشاد ہے: **مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ** جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض انبیاء کا قصہ تو ہم نے تجھ سے بیان کر دیا ہے اور بعضوں کا قصہ بیان نہیں کیا۔ سو کیا عجب ہے کہ انبیاء ہندوستان بھی انہیں نبیوں میں سے ہوں جن کا تذکرہ آپ سے نہیں کیا گیا۔

دیگر مذاہب کے بانیوں کی طرف منسوب لغویات و کفریات کی حقیقت:

رہی یہ بات کہ اگر ہندوؤں کے اوتار انبیاء یا اولیاء ہوتے تو دعویٰ خدائی نہ کرتے اُدھر افعال ناشائستہ مثل زنا چوری وغیرہ ان سے سرزد نہ ہوتے حالانکہ اوتاروں کے معتقد یعنی ہندو ان دونوں باتوں کے معتقد ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ دونوں باتیں بے شک ان سے سرزد ہوئی ہیں سو اس شبہ کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دعویٰ خدائی نصاریٰ نے منسوب کر دیا اور دلائل عقلی و نقلی اس کے مخالف ہیں ایسے ہی کیا عجب ہے کہ سری کرشن اور سری راجچند رچی کی طرف بھی یہ دعویٰ بدروغ منسوب کر دیا ہو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

بدالات آیات قرآنی اور نیز بدالات آیات انجیل اپنے بندہ ہونے کے مقرر اور معترف تھے اور پھر وہی کام مدت العمر کئے جو بندگی کو سزاوار ہیں دعوے خدائی پر نہیں سمجھتے یعنی نماز روزہ ادا کئے زبان سے عجز دنیا کرتے رہے جب کہا اپنے آپ کو ابن آدم کہا (۱) اور بندہ قرار دیا پھر اس پر ان کے ذمے تہمت دعویٰ خدائی لگادی گئی ایسے ہی کیا عجب ہے کہ سری کرشن اور سری راجندر کی نسبت تہمت خدائی لگادی ہو۔

عَلٰی هٰذَا الْقِيَاسِ جیسے حضرت لوط اور حضرت داود علیہما السلام کی نسبت باوجود اعتقاد نبوت یہود و نصاریٰ تہمت شراب خواری اور زنا کاری لگاتے ہیں (۲) اور ہم ان کو ان عیوب سے بری سمجھتے ہیں ایسے ہی کیا عجب ہے کہ سری کرشن اور سری راجندر بھی عیوب مذکورہ سے مبرا ہوں اور ان کے ذمے یہ تہمت زنا و سرقت لگادی ہو۔

اس زمانے میں اتباع دین محمدی کے سوانجات متصور نہیں:

الحاصل ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ اور ادیان اور مذاہب اصل سے غلط ہیں دین آسمانی نہیں بلکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اس زمانے میں سوائے اتباع محمدی ﷺ اور کسی طرح نجات متصور نہیں اس زمانے میں یہ دین سب کے حق میں واجب الاتباع ہے (۳)۔

ایک شبہ اور اس کا جواب:

باقی رہا یہ شبہ کہ اس صورت میں اور دین منسوخ ٹھہریں گے اور یہ وہم پیدا ہوگا کہ

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود کو ابن آدم کہا دیکھئے انجیل مرقس باب ۱۰ آیت ۳۲، انجیل لوقا باب ۲۶ آیت ۲۲۔

(۲) حضرت لوط علیہ السلام پر تہمت کا ذکر عیسائیوں کی کتاب مقدس پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۲ اور حضرت داود پر تہمت کا ذکر ان کی کتاب سموئیل باب ۱۱ آیت ۴ میں ہے۔

(۳) عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت اس سے بہتر کن الفاظ میں کی جاسکتی ہے۔

پہلے احکام میں خدا تعالیٰ سے کچھ غلطی ہوئی ہوگی جس کے تذکر اور اصلاح کے لئے یہ حکم بدلا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ ایک لفظ عربی ہے اس لفظ کے معنی ہم سے پوچھنے چاہئیں نسخ فقط تبدیلی احکام کو عربی زبان میں کہتے ہیں مگر حکام دنیا چونکہ اپنے احکام جمعی بدلتے ہیں جب کہ پہلے حکم میں کچھ نقصان (یعنی کمی یا خرابی) معلوم ہوتا ہے اس لئے نسخ کے انظار کو کن کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے ورنہ نسخ محض تبدیلی احکام کو کہتے ہیں اور صورت تبدیلی احکام خداوندی یہ ہوتی ہے کہ جیسے منہج اور مسہل اپنے وقت میں مناسب ہوتے ہیں اور اسی لئے بعد اختتام میعاد منہج بجائے نسخ منہج نسخہ مسہل (۱) بدلا جاتا ہے اور اس تبدیلی کو بوجہ غلطی نسخہ منہج کوئی نہیں کہتا۔

ایسے ہی دین موسوی اور دین عیسوی اپنے اپنے زمانہ میں مناسب تھے اور اس زمانہ میں بھی مناسب ہے کہ اتباع دین محمدی کیا جائے کیونکہ اور دینوں کی میعادیں ختم ہو گئیں اب اسی دین محمدی کا وقت ہے عذاب آخرت اور غضب خداوندی سے نجات اگر وقت رسول اللہ ﷺ ہی کے اتباع میں منحصر ہے۔ (۲)

جیسے اس زمانہ میں گورنر زمانہ سابق لاؤ تا تھ بروک کے احکام کی تعمیل کافی نہیں بلکہ گورنر زمانہ حال لاؤ لٹن کے احکام کی تعمیل کی ضرورت ہے ایسے ہی اس زمانہ میں اتباع ادیان سابقہ کافی نہیں بلکہ دین محمدی کا اتباع ضروری ہے۔ سزائے سرکاری سے نجات اور رستگاری جمعی متصور ہے جب کہ زمانہ حال کے گورنر کا اتباع کیا جائے۔ اگر کوئی نادان یوں کہے کہ گورنر سابق

(۱) منہج: وہ دو اجمود کو پکا دے فیروز اللغات جدید ص ۶۵۶۔ اور مسہل: دستہ آور

دو فیروز اللغات جدید ص ۶۳۳۔

(۲) اس قدر واضح تصریحات کے باوجود اگر آپ خاتمیہ کے منکر تھے تو پھر دنیا میں خاتمیہ کا ماننے والا کوئی نہیں۔ اور اگر کوئی اور ختم نبوت کا قائل ہے تو حضرت اس سے بڑھ کر اس کا اقرار کرنے والے ہیں۔

بھی تو ملکہ ہی کا نائب تھا تو اس عذر کو کوئی نہیں سنتا۔ ایسے ہی یہ عذر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تو رسول خدا تھے اس وقت قابل استماع نہیں بلکہ جیسے اس وقت اگر گورنر سابق بھی موجود ہو تو لارڈ لٹن ہی کا اتباع کرے جو گورنر زمانہ حال ہے۔

ایسے ہی اس زمانہ میں اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی موجود ہوتے تو ان کو چارنا چار رسول عربی ﷺ کا اتباع کرنا پڑتا (۱) اور اگر کوئی شخص اپنے خیال کے موافق بوجہ غلطی کوئی عیب ہمارے پیغمبر ﷺ کے ذمہ لگائے بھی تو ہم ہزار عیب ان کے بزرگوں میں نکال سکتے ہیں (۲) (مباحثہ شاہجہانپور ص ۳۹ تا ۴۴ طبع کراچی)

اسلام کی نمائندگی میں حضرت نانوتویؒ کا امتیاز:

اس تقریر میں حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کی نبوت، پھر عقل و فہم اور معجزات میں دیگر انبیاء علیہم السلام پر آپ کی فوقیت کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے آخری نبی ہونے کو بیان کیا ہے۔ پھر حضرت کی ان باتوں پر کسی کو اعتراض کی جرات بھی نہ ہوئی۔ حضرت نانوتویؒ پر ختم نبوت کے انکار کا الزام لگانے والے بتائیں کیا انہوں نے یا ان کے کسی قائد نے کبھی ایسے مجمع میں جس میں ہندو اور عیسائی بھی جمع ہوں اس طرح اسلام کی نمائندگی کی اور اس طرح پرزور طریقے سے نبی کریم ﷺ کی شان اور آپ کی خاتمیت کا اعلان کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو بتائیں اور تاریخ کے ٹھوس شواہد سے بتائیں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ اگر اب کسی ایسے مجمع میں (جس میں ہندو پنڈت اور عیسائی پادری بھی ہوں) ان مضامین کو بیان کرنا پڑے تو اس انداز سے بہتر کوئی انداز

(۱) مختلف مذاہب کے لوگوں کے بھرے مجمع میں نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کو بیان کرنے کا اس

سے بڑھ کر اور کیا انداز اختیار کیا جاسکتا ہے؟

(۲) ان کے بزرگوں سے مراد انبیاء کے علاوہ دوسرے لوگ ہیں جیسے عیسائیوں کا پولس کیونکہ

انبیاء کرام سب ہی معصوم ہیں قابل احترام ہیں۔

ہے جس کو حضرت نانوتویؒ نے اختیار کیا اگر ہے تو پیش کریں۔

☆ اس مباحثہ میں ایک موقع پر حضرت نانوتویؒ نے فرمایا:

جس کے مذہب میں ایک دو فضیلت ہو وہ دو چار منٹ میں بیان کر سکتا ہے پر جس کے مذہب میں ہزاروں فضائل ہوں وہ اتنے تھوڑے عرصہ میں کس طرح بیان کر سکتا ہے؟ (مباحثہ ص ۶۳) اس سے اندازہ کریں کہ حضرت نانوتویؒ کے دل میں اسلام کی کس قدر محبت تھی اور اسلام کے حق ہونے کے بارے میں ان کو کس طرح شرح صدر تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر شرح صدر نصیب فرمائے آمین۔

حضرت نانوتویؒ کا بارگاہ ایزدی میں حد درجہ عجز و انکسار اور اس کی وجہ:

مباحثہ کی روئیداد میں ایک مقام پر لکھا ہے:

غرض غلبہ جانب اسلام ایسا نمایاں تھا کہ بجز نا انصاف حاضران جلسہ میں سے کوئی شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا شاید یہ شمرہ انکسار مولوی صاحب اور دعاء اہل اسلام تھا مولوی صاحب نے جب سے شاہجہانپور کا ارادہ کیا تھا جس سے ملتے تھے یا جس کو اہل دعا سمجھتے تھے استدعاء دعا کرتے تھے خود یہ کہتے تھے کہ ہر چند ہماری نیت اور ہمارے اعمال اسی قابل ہیں کہ ہم مجمع عام میں ذلیل و خوار ہوں مگر ہماری ذلت و خواری میں اس دین برحق کی ذلت اور اس رسول پاک کی ذلت متصور ہے جو تمام عالم کا سردار اور تمام انبیاء کا قافلہ سالار ہے اس لئے خود بھی یہی دعا کرتے اور اوروں سے بھی دعا کراتے تھے کہ الہی ہماری وجہ سے اپنے دین اور اپنے حبیب پاک شہ لولاک کو ذلیل و خوار مت کر۔ اپنے دین اور اپنے حبیب پاک ﷺ کی بدولت اور طفیل میں ہم کو عزت اور افتخار سے مشرف فرما (ص ۸۹)

ظاہر ہے کہ حضرت کو یہ فکر عقیدہ توحید و رسالت اور ختم نبوت کو بیان کرنے کیلئے ہی تھا تحذیر الناس کا رد کرنے والے بتائیں کیا کبھی تحذیر کا رد کرتے وقت ان کو بھی عقیدہ ختم نبوت کیلئے کبھی ایسا درددل نصیب ہوا ہے؟

اسلام کا درد اور انتہائی فکر:

پہلے روز پادری نولس نے بار بار کہا تھا کہ ہم کو زیادہ فرصت نہیں آج اور کل ٹھہر سکتے ہیں..... اس وقت مولوی صاحب نے کھلم کھلایہ فرمایا کہ یہ بات ہمارے کہنے کی تھی باوجود افلاس و بے سروسامانی، قرض دام لے کر اپنی ضرورتوں پر خاک ڈال کر، ایک مسافت دور دراز قطع کر کے یہاں تک پہنچے پھر اس پر یہ قول ہے کہ جب تک حسب دل خواہ فیصلہ نہ ہو جائے گا نہ جائیں گے اور آپ صاحب تو اسی کام کے نوکر، آنے جانے میں کوئی وقت نہیں اس کے کیا معنی ہیں کہ آپ کو فرصت نہیں یہ عذر کرتے تو ہم کرتے۔ (مباحثہ ص ۹۰، ۹۱)

﴿پہلے سوال کا جواب﴾

مباحثہ کے دوسرے دن صبح کے وقت سوال اول کے بارے میں گفتگو ہوئی سوال اول یہ تھا کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے کس چیز سے بنایا اور کس وقت اور کس واسطے؟ پہلے پادری اسکاٹ نے جواب دیا پھر حضرت نانوتویؒ نے پادری کی بات پر اعتراض کیا اور خود صحیح جواب عقلی ارشاد فرمایا (دیکھئے مباحثہ ص ۶۹ تا ۸۷)

آپ حضرت کے جواب کو غور سے پڑھیں ان شاء اللہ اس سے بہتر جواب آپ کو نہ ملے گا۔ طوالت کے خوف سے اس کو قلم انداز کیا جاتا ہے جس کو شوق ہو روئیداد میں دیکھئے یا اس عاجز کی کتاب اساس المنطق ج ۲ ص ۱۹۰ تا ۱۹۲ دلیل ملی وانی کی بحث میں دیکھ لے۔

﴿دوسری مجلس کا موضوع﴾

مباحثہ کے دوسرے دن کی دوسری مجلس میں یہ طے ہوا کہ سوال خامس میں گفتگو ہو اور سوال خامس یہ تھا کہ نجات کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب پہلے پادری اسکاٹ نے دیا پھر دیانند سری نے پھر حضرت نانوتویؒ نے۔ آپ دیکھیں گے کہ حضرت نانوتویؒ نے یہاں اور انداز میں ختم نبوت کی تبلیغ کی ہے۔ گویا آپ اس عقیدہ کے عاشق تھے۔

﴿پادری اسکاٹ کا جواب﴾

اول پادری اسکاٹ کھڑے ہوئے اور سوال خامس یعنی اس سوال کے جواب میں کہ نجات کسے کہتے ہیں اور نجات کا کیا طریقہ ہے؟ ایک تقریر طویل بیان کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نجات گناہوں سے بچنے کو کہتے ہیں مگر جب خدا تعالیٰ نے یہ دیکھا کہ تمام عالم گناہوں میں ڈوبا جاتا ہے تو خود مجسم ہو کر آیا اور عیسیٰ مسیح کہلایا اور سب خلایق کا کفارہ بنا یعنی بارگناہان بنی آدم اپنے سر پر رکھ کر اس کی سزا میں مصلوب ہوا۔ اور پھر وہ۔ نعوذ باللہ۔ ملعون ہو کر تین دن جہنم میں رہا اس لئے سب کو لازم ہے کہ عیسیٰ مسیح کی الوہیت پر ایمان لائیں اور عیسائی دین اختیار کریں بدون اس کے نجات نہیں اور گناہوں سے بچاؤ نہیں ہو سکتا۔

عیسائی مذہب کے سچا ہونے کی دلچسپ دلیل:

ایک روز کا ذکر ہے کہ میں نے یہ دعا کی کہ اے عیسیٰ مسیح میرے حال پر نظر عنایت فرما اس کے بعد میرے دل میں ایسا چین اور شغوک معلوم ہوئی کہ میں بیان نہیں کر سکتا بالکل اور باتوں سے دل پھر گیا۔

ایسے ہی ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص بڑا تندرست اور موٹا تھا جیسے ہمارے پنڈت جی اور وہ بڑا شریف تھا کبھی گر جا میں نہ جاتا تھا نہ انجیل سنتا تھا میں نے اس سے کہا تو انجیل سنا کر اس نے کہا میں کیوں انجیل سنوں اور کیوں گر جا میں جاؤں آخر کو میں نے اس کو انجیل سنائی دوسرے روز اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ خود بخود میرے پاس آیا اور سب برائیاں چھوڑ دیں اور صدق دل سے نیک و صالح ہو گیا اور تمام لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ فلاں شریر آدمی نیک ہو گیا۔

پادری کی ایک سیاسی دلیل:

ادھر دیکھو جب تک عیسائیوں کی عملداری ہندوستان میں نہ تھی ہندوستان میں کیسی کیسی غارت گری اور فتنہ و فساد اور غارت گری ہوا کرتی تھی جب سے عیسائیوں کی عملداری ہوئی کس

قدرا من و امان ہو گیا، سونا اچھالتے چلے جاؤ کوئی نہیں پوچھتا دیکھو کتنی گناہوں میں کی آگئی یہ ایک بڑی دلیل ہے حقیقت عیسائی مذہب کی۔

﴿پنڈت دیانند سرتی کا جواب﴾

بعد اس کے پنڈت دیانند سرتی صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی ایک تقریر طویل بیان فرمائی خلاصہ اس تقریر کا ان صاحبوں کے بیان کے موافق جو کسی قدر ان کی زبان سمجھتے تھے یہ ہے کہ مکت یعنی نجات اس میں ہے کہ آدمی گناہوں سے بچے اور نیک کام کرے الوہیت عیسیٰ کا دعویٰ غلط ہے۔ اور پادری صاحب نے جو یہ بیان کیا کہ خدا تعالیٰ مجسم ہو کر آیا خلائق کے گناہوں کا کفارہ ہوا سراپہ غلط ہے یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ وہ ذات پاک جس کی کوئی حد و نہایت نہیں وہ ایک مٹھی میں آ جاوے۔

اور پادری صاحب جو اپنے مذہب کو گناہوں سے نجات کا سبب سمجھتے ہیں تو یہ صاف بے اصل بات ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صاف حکم ہوا تھا کہ مکان مقدس میں جوتا اتار کر آؤ ہمارے پادری برعکس اس کے جوتے کی جگہ ٹوپی اتارتے ہیں اور جوتا پہنے رہتے ہیں اور بہت باتیں برخلاف حکم خدا کرتے ہیں اور ان کو سمجھتے ہیں پس ایسے مذہب میں نجات کسی طرح نہیں ہو سکتی؟

﴿حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تقریر﴾

بعد اس کے مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا:

نجات کیا چیز ہے اور کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

نجات قہر الہی اور عذاب الہی سے بچ جانے کو کہتے ہیں مگر طریق حصول نجات بجز احترازِ معصیت و گناہ اور کچھ نہیں اس لئے یہ بات گناہ کے دریافت کرنے پر متوقف ہے پادری صاحب و پنڈت صاحب نے تو یہ فرمایا کہ نجات گناہوں سے بچنے کو کہتے ہیں یا نجات گناہوں

سے بچنے میں ہے مگر یہ نہ فرمایا کہ گناہ کس کو کہتے ہیں۔

گناہ کسے کہتے ہیں؟

گناہ کی دو چار مثالیں اور دو چار قسمیں تو مثل زنا و چوری وغیرہ بیان۔ پر اس کی تعریف کچھ بیان نہ فرمائی سو ہم اول تعریف گناہ بیان کرتے ہیں سنئے گناہ خلاف مرضی الہی کو کہتے ہیں اور اطاعت موافق مرضی الہی کا نام ہے۔

خدا کی مرضی اور غیر مرضی محض عقل سے معلوم نہیں ہو سکتی:

مگر کل ہم عرض کر چکے کہ مرضی، غیر مرضی کی اطلاع بے ہمارے بتلائے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی اگر سینہ سے سینہ ملا دیں بلکہ دل کو چیر کر دکھلا دیں تب بھی دل کی بات نظر نہ آئے جب تک زبان نہ ہلایئے یا اشارہ سے اطلاع نہ فرمائیے تب تک مرضی غیر مرضی کی اطلاع دوسروں کو ممکن نہیں۔ باوجود کثافت اور اس ظہور کے کہ ہم جسمانی ہیں یہ حال ہے تو خداوند عالم تو کمال ہی درجہ لطیف ہے اس کے دل کی بات (یعنی اس کی پسند راقم) بے اس کے بتلائے کسی کو کیونکر معلوم ہو سکتی ہے عقل نارسا کو اتنی رسائی کہاں کہ اس کے مافی الضمیر تک پہنچے عقل سے ہو سکتا ہے تو اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ کسی بات کا حسن و جہ کسی قدر معلوم کر لے سو یہ بات بھی اول تو ہر بات میں متصور نہیں جو عقل ہی کے بھروسے بیٹھ رہے دوسرے خداوند کو علیم و حکیم ہے اور اس وجہ سے یہ اعتقاد ہے کہ نہ وہ اچھی بات سے منع فرمائے نہ بری بات کا ارشاد فرمائے لیکن تاہم خدا ہے بندہ نہیں حاکم ہے محکوم نہیں عقل کا مطیع نہیں عقل اس کی مطیع ہے اس لئے اگر بالفرض وہ زنا کو حلال اور طاعت کو حرام کر دے تو بیشک زنا طاعت اور طاعت گناہ ہو جائے۔ بقول شخصے اگر طبع خواہد زمن سلطان دین خاک بر فرق قناعت بعد ازین۔

خدا کی مرضی وغیر مرضی معلوم کرنے کیلئے انبیاء کرام کی ضرورت:

اس لئے بندہ کے ذمہ یہ ضرور ہے کہ مرضی غیر مرضی کے دریافت کرنے میں اسی کی طرف نظر رہے اپنی عقل نارسا کو اس قصہ سے علیحدہ رکھے مگر ہم عرض کر چکے ہیں کہ بادشاہان دنیا

اس تھوڑی سی سخت پر اپنا مافی الضمیر ہر کسی سے کہتے نہیں پھرتے خداوند عالم اس کبر اور بے نیازی پر جس پر اس کی خدائی خود دلالت کرتی ہے کیونکر اگر دل کی بات ہر کسی سے کہتا پھرے گا یہاں تو مخلوقیت سے لے کر انسانیت تک سب باتوں میں مشترک۔ خدا اور مخلوقات۔ میں تو کسی بات میں بھی اشتراک نہیں اس لئے بادشاہان دنیا اپنے مافی الضمیر کی اطلاع اپنے مقربان خاص کے ذریعہ سے کر دیتے ہیں ایسے ہی بلکہ بدرجہ اولیٰ خداوند عالم بھی اپنا مافی الضمیر بذریعہ مقربان خاص اور لوگوں کو سناتا ہے انہیں مقربان کو ہم لوگ انبیاء اور رسول کہتے ہیں (ص ۹۵، ۹۶)

انبیاء کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے ان کی اتباع میں ہی نجات ہے:

اس لئے انبیاء علیہم السلام کے اتباع اور اقتداء ہی میں نجات منحصر ہوگی کیونکہ اس صورت میں ان کی اطاعت خاص خدا کی اطاعت ہوگی اور ان کی نافرمانی خاص خدا کی نافرمانی ہوگی۔

اب نجات کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہی ضروری ہے:

مگر جیسے ہر ہر زمانے میں ایک جدا حاکم ہوتا ہے پہلے زمانے میں اگر لارڈ ناتھ بروک گورنر تھے تو آج لارڈ لٹن ہیں پہلے اور کلکٹر تھا اب اور کلکٹر ہے ایسے ہی ہر زمانے میں مناسب وقت ایک جدا ہی نبی ہوگا جیسے آج کل لارڈ لٹن کے احکام کی تعمیل ضرور ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی بزرگی اور نبوت مسلم ان کا منکر ہمارے نزدیک ایسا ہی کافر ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا ہمارے نزدیک کافر ہے علیٰ ہذا القیاس سری راجد سری کرشن کو بھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے پر آج کل نجات کا سامان بجز اتباع نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ اور کچھ نہیں (۱)

(۱) جن پیشواؤں کا نبی ہونا یقینی حضرت نے ان کی نبوت کا اقرار کیا اور اس کی شہادت دی اور جن کا پتہ نہیں ان کے بارے میں سکوت کیا اور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت زمانی کا اعلان کیا اس سے زیادہ ٹھوس اور قطاط انداز اور کیا ہوگا؟

مثال سے مسئلہ کی وضاحت:

جیسے اس زمانہ میں باوجود تقرر گورنر حال لارڈ لٹن گورنر سابق لارڈ ناتھ بروک کے احکام کی تعمیل پر اگر کوئی شخص اصرار کرے اور لارڈ لٹن کے احکام کی تعمیل سے انکار کرے تو باوجود اس کے کہ لارڈ ناتھ بروک بھی سرکار ہی کی طرف سے گورنر تھا اس وقت میں اصرار بے شک منجملہ بغاوت و مقابلہ سرکاری سمجھا جائے گا۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص اس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر اوروں کی اتباع کرے تو بے شک اس کا یہ اصرار اور یہ انکار از قسم بغاوت خداوندی ہوگا جس کا حاصل کفر والحاد ہے القصہ اس وقت اتباع عیسیٰ وغیرہم ہرگز باعث نجات نہیں ہو سکتا۔

محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت پر شہادت:

ہاں حضرت عیسیٰ وغیرہم اگر خاتم الانبیاء ہوتے تو پھر بے شک نجات انہیں کے اتباع میں منحصر ہو جاتی لیکن ایسا ہوتا تو بالضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سد باب ضلالت کیلئے دعویٰ خاتمیت کرتے تاکہ آئندہ کو لوگ اوروں کے اتباع سے گمراہ نہ ہو جائیں انبیاء کا یہ کام نہیں کہ ایسے موقع پر چپکے بیٹھے رہیں اور آدمیوں کو گمراہ ہونے دیں (۱)۔

مگر سب جانتے ہیں کہ سوائے حضرت رسول عربی محمد ﷺ اور کسی نے دعویٰ خاتمیت نہیں کیا اگر کرتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے انہوں نے بجائے دعویٰ خاتمیت کے الثانیہ فرمایا کہ میرے بعد دو جہاں کا سردار آنے والا ہے جس سے بروئے انصاف آشکارا ہے کہ وہ

(۱) اس سے ختم نبوت کی دلیل اس طرح بھی نکلے گی کہ کتاب نبی کریم ﷺ امت پر بے حد مہربان تھے اس کے باوجود آپ نے مستقبل میں کسی نئے نبی کی آمد کی خبر نہ دی بلکہ اپنی ہی شریعت پر چرہ کنے کا حکم دیا ہاں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی آمد کی اطلاع دی ہے۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے مفتی محمد شفیع کی کتاب ہدایۃ المہدیین ص ۳۹، ۵۰ اور اس عاجز کی کتاب آیات ختم نبوت ص ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳ (۳۲۱)

آنے والا خاتم الانبیاء ہوگا۔ کیونکہ تمام انبیاء اپنے اپنے رتبوں کے موافق امتیوں کے سردار اور ان کے حاکم ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں ان کی اطاعت امتیوں کے ذمے ضرور۔ اس لئے جو سب کا سردار ہوگا وہ سب کا خاتم ہوگا (۱) کیونکہ وقت مرافعہ بادشاہ کا حکم سب میں آخر رہتا ہے [یعنی مقدمات کو آخر میں بادشاہ کے پاس لے کر جاتے ہیں بادشاہ کے فیصلے کو کسی اور کے پاس لے کر نہیں جاتے] اس کی خاتمیت حکومت خاص اسی وجہ سے ہے کہ وہ سب کا سردار ہوتا ہے۔

تمام عالم کے لئے اتباع محمدی کے لازم ہونے کی دلیل:

الغرض اتباع محمدی اب تمام عالم کے: مہ لازم ہے انہوں نے دعویٰ نبوت کے ساتھ دعویٰ خاتمیت بھی کیا اور وہ معجزے دکھلائے کہ اوروں کے معجزے ان کے سامنے کچھ نسبت نہیں رکھتے چنانچہ بطور مثلاً نمونہ از خروارے کل بعض معجزات کی تفصیل اور انبیاء دیگر کے معجزات پر ان کی فوقیت اور افضلیت ہم بیان کر چکے ہیں پھر اب ان کے اتباع میں کیا تاہل ہے (۲)؟ خاص کر قرآن شریف ایک ایسا عمدہ معجزہ ہے کہ کوئی اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔

الوہیت عیسیٰ کے مہمل عقیدہ کا ابطال:

رہا ثبوت الوہیت یہ ایک ایسا مہمل عقیدہ ہے کہ کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا ہم کو عقلاء

(۱) ان عبارتوں میں خاتم سے مراد خاتم زمانی یعنی آخری نبی ہی ہے کیونکہ افضلیت کا ذکر حضرت نے الگ سے کر دیا ہے]

(۲) مسلمانوں سوچو تو سہی کیا ہو گیا مرزائیوں کو کہ اتنی صریح شہادتیں دینے والے کے بارے پر اترام لگا دیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا منکر تھا اور کسی عقل ماری گئی ان لوگوں کی جنہوں نے اس افتراء میں مرزائیوں کی ہموائی کر ڈالی۔ سب سے زیادہ حیرت ہے ان پر جو حضرت نانوتویؒ کی عظمت کے قائل ہیں مگر اس بارے میں ان کو جوش نہیں آتا اور زیادہ سے زیادہ دفاع کرتے ہیں اور منہ توڑ جواب دینے کا فکر نہیں کرتے۔

فرنگ کی عقل پر بڑا افسوس آتا ہے کہ سب کے سب ایسی موتی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں اور وہیں پر کیسے کیسے خفیف اعتراض کرتے ہیں جن کی جواب دہی کیلئے عقلاً کوتاہی کی حاجت نہیں اور اپنے آپ ایسے ایسے اعتراض سر پر لئے بیٹھے ہیں جن کا جواب قیامت تک نہیں آسکتا۔ افسوس ہزار افسوس وہ خدا کریم جو ہر طرح سے مقدس اور ہر وجہ سے بے نیاز اور تمام عیوب اور جملہ نقصانات سے پاک ہے اس کو تو اس پیرایہ میں کہ عیسیٰ مسیح بن کر مجسم ہوا اور زمین پر آیا اور کھانے پینے بول و براز بھوک پیاس خوشی غمی وغیرہ حلاجی انسانی میں مبتلا ہوا کہیں سولی پر چڑھا (۱) کہیں یہودیوں کے ہاتھ میں مقید ہو کر ایلی ایلی پکارا کہیں معذب و ملعون ہو کر اوروں کیسے کفارہ بنا لیا کیا کچھ برا بھلا کہہ لیتے ہیں۔

اگر کوئی شخص پادری صاحب کو چمار کہہ دے تو ابھی مرنے مارنے پر تیار ہو جائیں یہ کیسا ظلم صریح ہے کہ اپنے آپ کو ذرا بھی کوئی برا کہہ دے تو پھر خیر نہیں اور خداوند قدوس کو جو چاہیں کہہ لیں چمار اور پادری صاحب میں کیا فرق ہے؟ وہ مخلوق اور خدا کا محتاج تو پادری صاحب بھی مخلوق خدا اور خدا کے محتاج۔ پادری صاحب انسان تو چمار بھی انسان۔ پادری صاحب کی دو آنکھیں تو چمار کی بھی دو آنکھیں۔ پادری صاحب کی ایک ناک اور دوکان تو اس کی بھی ایک ناک اور دوکان۔ ان کے دو ہاتھ تو اس کے بھی دو ہاتھ۔ چمار کو بھوک پیاس لگتی ہے تو پادری صاحب بھی اس میں مبتلا۔ چمار کو بول و براز کی حاجت ہے تو پادری صاحب کو بھی یہ حاجت ستاتی ہے۔ غرض ذاتی باتوں میں کچھ فرق نہیں کہ دونوں یکساں ہیں اگر فرق ہے تو دولت حشمت وغیرہ خارجی باتوں میں فرق ہے اس اتحاد پر تو پادری صاحب کو یہ نخت ہے کہ چمار کہہ دیجئے تو تھا میں نہ تھمیں۔

(۱) ان مضامین کیلئے دیکھئے انجیل متی باب ۲۶، ۲۷، انجیل مرقس باب ۱۴، ۱۵، انجیل

لوقا باب ۳۲، ۳۳، انجیل یوحنا باب ۱۸، ۱۹

اور خدا تعالیٰ کو بشر کے ساتھ کچھ اتحا نہیں بشر کو خدا کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں کچھ نسبت نہیں اُس کا وجود خانہ زاد اور بشر کا وجود اُس سے مستعار وہ خدا یہ بندہ اس پر خدا کو بشر کہنے جائیں اور ہرگز نہ شرمائیں افسوس کہ ظلم صریح کرتے ہیں اور ہرگز نہیں ڈرتے۔

عاقلانہ فرنگ کو کیا ہو گیا اجتماع نقیضین اور اجتماع ضدین کا بطلان ایسا نہیں جو کوئی نہ جانے پھر اس پر انسانیت اور الوہیت کے اجتماع کے تسلیم میں کچھ تامل نہیں۔ یہ تو ایسا قصہ ہے جیسا یوں کہئے کہ ایک شے نور بھی ہے ظلمت بھی ہے گرمی بھی ہے سردی بھی ہے موت بھی ہے حیات بھی ہے وجود بھی ہے عدم بھی ہے کیونکہ انسانیت کو مخلوقیت اور احتیاج لازم اور الوہیت کو استغناء اور خالقیت ضرور ہے یہ دونوں ضدیں مجتمع ہوں تو کیونکر ہوں؟ مگر اس پر بھی اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ چلی جاتی ہے۔

عبودیت کا اقرار کرنے والا معبود کیونکر ہو سکتا ہے؟

اگر انصاف سے دیکھئے تو شیطان فرعون و نمرود و شداد وغیرہ کی نسبت کسی بے وقوف کو گمان الوہیت ہو تو اتنا بعد از عقل نہیں ہے جتنا حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کرام یا اولیاء عظام کی نسبت یہ خیال خام دور از عقل ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ وغیرہ انبیاء اولیاء تو برابر ساری عمر اپنی عبودیت اور عاجزی کا اقرار کرتے رہے اور سجدہ وغیرہ اعمال بندگی جن سے انکار الوہیت مثل آفتاب نمایاں ہے بجالاتے رہے۔

ہاں شیطان فرعون و نمرود وغیرہ البتہ مدعی الوہیت ہوئے اور کبھی وہ کام نہ کیا جس سے بندگی کی بو بھی آئے اُن کو اگر کوئی نادان خدا سمجھے تو خیر سمجھے پر اس شخص کو خدا سمجھے جو خود مقرر عبودیت ہو طرفہ ماجرا ہے

سچے عیسائی تو محمد ﷺ کے پیروکار ہیں:

حق یہ ہے کہ آج کل کے عیسائی حقیقت میں عیسائی نہیں واقعی عیسائی اگر ہیں تو محمدی ہیں حضرت عیسیٰ کے جو عقیدے تھے وہ محمدیوں کے عقیدے ہیں وہ بھی خدا کو وحدہ لا شریک کہتے

رہے اور کبھی تثلیث کا دعویٰ نہ کیا محمدی بھی یہی کہتے ہیں حضرت عیسیٰ بھی اپنے آپ کو بندہ سمجھتے رہے چنانچہ انجیل موجود ہے محمدی بھی ان کو بندہ ہی سمجھتے ہیں علاوہ بریں ان کی شان میں ہرگز کسی قسم کی گستاخی نہیں کرتے نہ ان کی نسبت ملعون ہونے کے خیال کو دل میں جگہ دیتے ہیں اور نہ احتمال عذاب کو ان کی نسبت ممکن الوقوع سمجھتے ہیں بلکہ جو شخص حضرت عیسیٰ کی نسبت اس قسم کے عقیدے رکھے اس کو دشمن دین و ایمان اور بے دین و بے ایمان سمجھتے ہیں اور حضرات نصرانیوں کا یہ حال باوجود مخالفت اعتقاد یہ سب گستاخیاں بھی کئے جاتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو عیسائی کہے جاتے ہیں کبھی یہ ترقی کہ خدا بنا دیا اور کبھی یہ تنزل کہ عذاب پہنچا دیا اب پادری صاحب انصاف فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ کا اتباع ہم کرتے ہیں یا وہ کرتے ہیں۔

امن وامان والی دلیل کا جواب:

باقی رہا پادری صاحب کا یہ فرمانا کہ عیسائی عمل داری سے پہلے ہندوستان میں یہ لوٹ مار نہ تھی کہ چوروں قزاقوں سے بچنا ایک امر محال تھا اور جب سے عیسائی عمل داری آئی تب سے یہ امن وامان ہے کہ سونا اچھالتے چلے جاؤ کوئی شخص یہ نہیں پوچھتا کہ تم کون ہو؟ اس ارشاد سے مجھ کو کمال درجہ حیرت ہے اگر یہ بات کوئی اور صاحب فرماتے تو فرماتے۔ پادری اسکاٹ صاحب کی معقول پر یہ استدلال کمال تعجب انگیز ہے میں نے تو جب سے یہ سنا تھا کہ پادری صاحب معقول میں ماہر ہیں صلہ تصنیف رسالہ منطق میں سرکار سے پانسو روپے انعام پا چکے ہیں یوں منتظر تھا کہ دیکھئے کیا کچھ ہوں گے؟ مگر انہوں نے یہ ایسی بات کہی کہ کوئی معقول دان ایسی بات نہ کہے کیا پادری صاحب نے کتب منطق میں یہ نہیں دیکھا کہ استدلال انی نامتام ہوتا ہے (۱) وضع تالی منتج

(۱) اس مشکل عبارت کو حضرت نے آگے آسان انداز میں ذکر کیا حضرت کا مقصد یہ ہے کہ اصل مذہب تو عقائد سے ثابت ہوتا ہے عقائد تو تمہارے بالکل خلاف عقل و نقل ہیں صرف ملک میں امن قائم ہو جانے سے آخرت میں کامیابی نہ ہو سکے گی۔

وضع مقدم نہیں ہوتی آثار سے مؤثر پر استدلال نہیں ہو سکتا پھر گو گرم پائیں تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ آگ ہی سے گرم ہوا ہے یہ بھی تو احتمال ہے کہ آفتاب سے گرم ہو گیا ہو الغرض اثر کجیانب عموم کا احتمال ہوتا ہے اس لئے اس کے وسیلہ سے کسی خاص مؤثر پر استدلال نہیں ہو سکتا۔

قیام امن سچائی کی دلیل ہے تو اسلام ہی سچا مذہب ہے۔

پھر پادری صاحب نے یہ کیونکر کہہ دیا کہ یہ امن وامان عیسائی عمل داری ہی کی برکت ہے۔ نہیں اس امن وامان کی علت بجز پاس ملک و آزر وئے ترقی تجارت اور کچھ نہیں۔ مذہب سے اس کو کچھ علاقہ نہیں ادھر ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے خلفاء کے زمانہ میں وہ امن وامان تھا کہ کبھی نہ ہوا نہ ہوگا اگر یہی بات دلیل حقانیت مذہب ہے تو دین محمدی بدرجہ اولیٰ حق ہوگا۔

تورات و انجیل میں جن گناہوں سے منع کیا گیا ہے عیسائی سب کرتے ہیں۔

علاوہ بریں کچھ گناہ اس چوری اور قزاقی ہی میں منحصر نہیں جو یہ خیال ہو کہ ہرکت دین عیسوی گناہوں سے نجات میسر آگئی انجیل و تورات میں خنزیر کی حرمت موجود ہے ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اہل اسلام میں سے کوئی شخص سور کا گوشت نہیں کھاتا جو اس جرم کا الزام اُس کے سر پر آئے اور نصرانیوں میں شاید ایسا کوئی ہو جو اس گناہ سے بچا ہو۔

تورات و انجیل میں شراب کی ممانعت موجود ہے (دیکھئے کرتھیوں باب ۵ آیت ۱۰۔۱۱۔) راقم اور ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اہل اسلام میں بہت کم اس بلا میں مبتلا ہوں گے اور نصرانیوں میں بہت کم آدمی اس بلا سے بچے ہوئے ہوں گے علیٰ ہذا القیاس سرکاری عملداری میں زنا کی جس قدر کثرت ہوئی ہے اس قدر کبھی نہ ہوئی ہوگی جس پر خاص لندن اور انگلستان کا حال تو پوچھئے غی نہیں۔

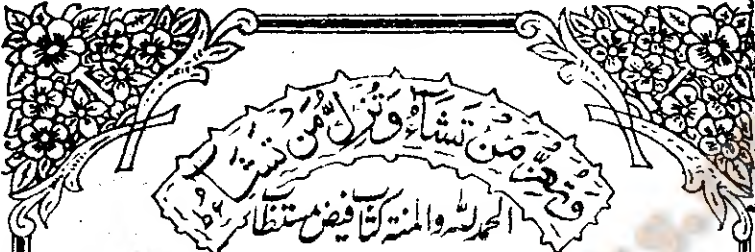
کیا پادری صاحب کو لندن کے اخباروں کی اب خبر نہیں کہ وہ کیا لکھتے ہیں ہر روز کئی سو بچے ولد الزنا پیدا ہوتے ہیں اور صبح کو راستوں پر پڑے ہوئے ملتے ہیں یہ باتیں گناہ نہیں تو اور کیا ہیں؟ علیٰ ہذا القیاس اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جو از روئے تورات و انجیل ممنوع ہیں اور

نصرانیوں میں مروج ہیں پھر کیونکر کہہ دیجئے کہ ہرکت دین عیسوی ہندوستان سے چوری قزاقی اس لئے موقوف ہو گئی کہ اس دین کا اثر یہی ہے کہ گناہوں سے آدمی مختار ہو جائے (مباحثہ شاہجہانپور ص ۹۲ تا ۱۰۳)

﴿حضرت نانوتویؒ کی تقریر کے اہم نکات﴾

- (۱) نجات عذاب الہی سے بچ جانے کو کہتے ہیں اور نجات کا حصول گناہوں سے بچنے میں ہے۔
- (۲) گناہ خلاف مرضی الہی کو کہتے ہیں اور اطاعت موافق مرضی الہی کا نام ہے۔
- (۳) اللہ کی مرضی کا علم بغیر اس کے بتائے نہیں ہو سکتا۔
- (۴) اللہ اپنی مرضیات کی اطلاع جن مقربین کے ذریعے دیتا ہے ہم ان کو نبیاء اور رسول کہتے ہیں
- (۵) انبیاء کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اس لئے ان کی اتباع میں ہی نجات ہے۔
- (۶) جیسے ہر زمانے میں ایک جدا حاکم ہوتا ہے ایسے ہی ہر زمانے میں مناسب وقت ایک جدا نبی ہوگا۔
- (۷) حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی بزرگی اور نبوت مسلم ان کا منکر ہمارے نزدیک ایسا ہی کافر ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا ہمارے نزدیک کافر ہے۔ سری راجندر اور سری کرشن کو بھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔
- (۸) آج کل نجات کا سامان بجز اتباع نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ اور کچھ نہیں۔
- (۹) اگر کوئی شخص اس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر اوروں کی اتباع کرے تو بے شک اس کا یہ اصرار اور یہ انکار از قسم بغاوت خداوندی ہوگا جس کا حاصل کفر والحاد ہے الغرض اس وقت اتباع عیسیٰ وغیرہم ہرگز باعث نجات نہیں ہو سکتا۔

ہر کتابی ضرورت کے لئے ہندوستان کے مشہور و معروف مولوی احسین مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند دیوبند کو یاد رکھیے



ایضاح الاسلام

محشی و معنو

افاضات مبارکہ قائم العلوم والخیرات حضرت لانا محمد قائم حصہ بانی وارا العلوم دیوبند

محمد کو

مولوی احسین مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند نے

اپنے

کتاب خانہ اعزازیہ میں

کتب ہندو اور ارازا اور جملہ مکتبہ (مولوی) میل جول مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند دیوبند

﴿خطبہ کتاب انتصار الاسلام بقلم حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ
النَّبِيِّينَ وَعَلَى آلِهِ الطَّاهِرِينَ وَأَصْحَابِهِ الْمُطَهَّرِينَ۔..... ابابعد کترین فخر الحسن عفا اللہ عنہ
خدمات عالیات میں ناظرین رسالہ ہذا کی عرض پرداز ہے کہ یہ رسالہ جس کا نام انتصار الاسلام
کترین نے رکھا ہے مصنفہ جناب فیض مآب، حامی شریعت و طریقت، آیت من آیات اللہ، حجتہ
اللہ فی الارض، مصداق حدیث علماء امتی کا نبیاء بنی، اسرائیل (۱) نائب رسول سلطان
الاذکیاء صوفی صافی غازی حاجی حافظ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم مغفور طاب اللہ ثراہ
وجعل الفردوس ماواہ کا ہے جس کو جناب مغفور نے بجواب اعتراضات پنڈت دیانند سرتی
کے ۱۲۹۵ھ میں تصنیف کیا تھا۔

اور باعث تصنیف اس رسالہ اور رسالہ ”قبلہ نما“ کا جو گویا اس کا دوسرا حصہ ہے یہ ہے
کہ پنڈت دیانند سرتی نے روڈ کی میں آکر برسر بازار دین اسلام پر طرح طرح کے اعتراض
کرنے شروع کئے چونکہ روڈ کی میں کوئی اہل علم ایسا نہ تھا کہ پنڈت جی کے فلسفیانہ اعتراضوں
کے جواب دے سکے اس لئے پنڈت جی اور ان کے معتقدین اہل ہنود نے میدان خالی پا کر بہت
کچھ زبان درازیاں کیں۔

اہل اسلام روڈ کی نے پنڈت جی کی زبان درازی کی اطلاع خدمت میں جناب مغفور
کے کی اور یہ بھی لکھا کہ پنڈت جی فلسفیانہ اعتراض ہر روز برسر بازار کرتے ہیں اول تو یہاں کوئی

(۱) شہرت کی بنا پر اس متن کو لے آئے جیسے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے سوانح نگار نے اس کو
لکھ دیا ہے۔ دیکھئے سیرۃ ثنائی ص ۱۳۴۔ مزید تحقیق کیلئے دیکھئے المقاصد الحسنۃ ص ۳۵۹

ایسا اہل علم نہیں جو فلسفیانہ گفتگو کر سکے اور اگر کبھی کوئی طالب علم یا کوئی فارسی خواں پنڈت جی کے اعتراضوں کے جواب میں کچھ جرات بھی کرتا ہے تو پنڈت جی اور اس کے معتقد اس کو خاطر میں نہیں لاتے اور یہ کہتے ہیں کہ ہم جاہلوں اور بازار یوں سے گفتگو نہیں کرتے اپنے مذہب کے کسی بڑے عالم کو بلاؤ اس سے گفتگو کریں گے انہیں مضمونوں کے متواتر خطوط آنے لگے یہاں مولانا کی یہ تجویز تھی کہ اپنے شاگردوں میں سے یا مدرسہ دیوبند سے کوئی طالب علم چلا جائے اور پنڈت جی کی کتھا میں کھنڈت ڈال آئے اتنے میں روڑ کی سے اور خط آیا اس میں یہ لکھا تھا کہ پنڈت جی کہتے ہیں کہ مولیٰ کاسم (مولوی قاسم) اگر آئیں تو گفتگو کریں گے ورنہ اور کسی سے گفتگو نہ کریں گے اور وجہ اس کی غالباً یہ ہوگی کہ پنڈت جی نے سمجھا کہ اب تو معتقدین میں اپنی ہوا بندھ گئی ہے کوئی ایسی شرط لگاؤ کہ گفتگو کی نوبت نہ آئے اور چونکہ مولانا مرحوم بیمار ہیں اس لئے وہ نہ آئیں گے نہ گفتگو ہوگی نہ اپنی ہوا بگڑے گی۔

الغرض چونکہ مولانا کو بخار آتا تھا اور خشک کھانسی کی یہ شدت تھی کہ بات بھی پوری کرنی مشکل ہوتی تھی اور ضعف کی یہ نوبت کہ پچاس سو قدم چلنے سے سانس اکھڑ جاتی تھی اور یہ مرض وضعف بقیہ اس مرض سخت کا تھا جو اس سال میں مکہ معظمہ میں آتے وقت جہاز میں پیش آیا تھا بنا چاری جناب مولانا نے اہل اسلام روڑ کی کو یہ لکھ بھیجا کہ یہ سبب مرض وضعف کے اول تو میرا وہاں تک پہنچنا مشکل اور اگر پہنچا بھی تو گفتگو کے قابل نہیں کھانسی دم لینے نہیں دیتی بات پوری کرنی مشکل ہے اس لئے میں تو مجبور ہوں ہاں یہاں سے دو چار ایسے شخص بھیج سکتا ہوں کہ پنڈت جی کا دم بند کر دیں گے اور ان کی ہوا بگاڑ دیں گے۔

اہل اسلام روڑ کی نے بجواب اس خط کے لکھا کہ پنڈت جی تو یہی ضد کرتے ہیں کہ سوا "مولیٰ کاسم" کے ہم اور کسی سے گفتگو نہ کریں گے اس پر جناب مولانا مرحوم نے کمترین انام اور جناب مولوی محمود حسن صاحب اور مولوی حافظ عبدالعلی صاحب سے ارشاد کیا کہ تم خود روڑ کی ہو آؤ اور اصل حالت دریافت کر لاؤ اگر پنڈت جی گفتگو کریں گے تو گفتگو تمام کر آؤ۔

چنانچہ ہم تینوں روڑ کی جانے کی تیاری کی اور مولوی منظور احمد جو الا پوری کو ہمراہ لیا اور جمعرات کے دن قبل از جمعہ ہم چاروں پیادہ پاروڑ کی کوروانہ ہوئے دیوبند کے باغوں میں نماز مغرب پڑھی اور راتوں رات چل کر علی الصباح روڑ کی میں داخل ہوئے انا اذا نزلنا بساحتهم فساء صباح المنذرين وہاں کے اہل اسلام سے ملاقات ہوئی جمعہ کی نماز کے بعد ہم چاروں مع چند اشخاص اہل روڑ کی پنڈت جی کی کوشی پر جو سرحد چھاؤنی میں تھی گئے ہمارے ہمراہیوں میں سے بعضے لوگوں نے کہا کہ پنڈت جی اپنے اعتراضوں کا جواب ان لوگوں سے سن لو یہ لوگ اسی لئے آئے ہیں۔

پنڈت جی نے کہا میں تو نہیں سنتا نہ مجھے فرصت ہے نہ میں گفتگو کا آرزو مند ہوں اور نہ میں نے اشتہار میں مباحثہ کی خواستگاری کی۔ کسی نے بغیر میری اطلاع اگر اشتہار چسپاں کر دیا ہو تو مجھے خبر نہیں ہر چند ہم لوگوں نے اصرار کیا مگر پنڈت جی نے نہیں نہیں کے سوا کچھ اور نہ کہا اس رد و بدل میں پنڈت جی کئی بار ایسے لئے گئے کہ دم بخود ہونا پڑا۔ پھر ہم نے پنڈت جی سے دریافت کیا کہ آپ جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب کے ساتھ مباحثہ کرنے کو تو راضی ہیں یا ان سے بھی راضی نہیں۔

پنڈت جی نے کہا میں خواہ مخواہ متقاضی اس امر کا نہیں ہوں لیکن اگر جناب مولانا مدوح تشریف لے آئیں تو مباحثہ کیلئے آمادہ ہوں اور کسی سے تو مباحثہ ہرگز نہ کروں گا وجہ اس تخصیص کی پوچھی تو کہا کہ میں تمام یورپ میں پھرا، اب تمام پنجاب میں پھر کر آیا ہوں ہر اہل کمال سے مولانا کی تعریف سنی ہے ہر کوئی مولانا کو یکتاے روزگار کہتا ہے اور میں نے بھی مولانا مرحوم کو شاہجہانپور کے جلسہ میں دیکھا ہے ان کی تقریر دل آویز سنی ہے اگر آدمی مباحثہ کرے تو ایسے کامل دیکتا سے تو کرے۔ جس سے کچھ فائدہ ہو کچھ نتیجہ نکلے۔

الغرض وہاں سے آکر شہر میں رات بسر کی اور علی الصباح دیوبند روانہ ہوئے شام کو جناب مولانا کی خدمت میں پہنچے جو کچھ سرگزشت تھی وہ عرض کی۔ دو تین دن کے بعد پھر اہل

اسلام روڈ کی کا خط آیا اس میں پھر وہی تشریف آوری مولانا کی تاکید تھی اور پنڈت جی اور ان کے شاگردوں و معتقدوں کی زبان درازی کی شکایت تھی جناب مولانا نے اس کے جواب میں یہ لکھا کہ آپ صاحب پنڈت جی سے تاریخ مباحثہ کی مقرر کر کے ہمیں اطلاع دیں ہم خود حاضر ہوتے ہیں۔ وہاں سے پھر یہ جواب آیا کہ پنڈت جی کہتے ہیں کہ مولانا خود ہی آکر تاریخ مقرر کر لیں گے ہم تم لوگوں سے اس باب میں کوئی گفتگو نہ کریں گے۔

آخر الامر جناب مولانا مع ہم چاروں اور جناب حاجی محمد عابد صاحب و حکیم مشتاق احمد صاحب کے اوائل شعبان میں روڈ کی کوروانہ ہوئے۔ گرمی کی وجہ سے رات کو چل کر علی الصبح روڈ کی پہنچے۔ اہل اسلام جوق جوق شاداں و فرحاں آ کر ملنے لگے مولانا کی آمد کا تمام روڈ کی میں شور مچ گیا شرائط مباحثہ میں تحریری گفتگو شروع ہو گئی جناب مولانا شہر میں فروکش تھے اور پنڈت جی چھاؤنی میں مقیم تھے پنڈت جی نے کئی روز تک بے فائدہ ضد کی میدان مناظرہ میں آنا قبول نہ کیا طرح طرح کے حیلے بہانے تراشے۔ آخر الامر تحریر میں بھی گھبرا گئے اور کہلا بھیجا مولوی جی تو بھی کھاتہ لکھا بھیجتے ہیں ہم سب (یعنی پنڈت جی اور اس کے معتقدین) بانچتے بانچتے تھک جاتے ہیں ہمارے سارے کام بند ہو گئے۔ آج سے ہمارے پاس کوئی اور تحریر نہ آئے ہم ہرگز جواب نہ دیں گے اسی اثنا میں مولوی احسان اللہ ساکن میرٹھ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے کرنیل جن کی پیشی میں میں کام کرتا ہوں آپ کی ملاقات کے بہت مشتاق ہیں اور اور کپتان بھی آپ کی ملاقات کے آرزو مند ہیں اور ان کو مذہب کی بابت کچھ پوچھنا ہے جناب مولانا نے فرمایا کہ ہم تو اسی کام کیلئے آئے ہیں یہ خوب موقع ہاتھ لگا جب آپ کہنے میں حاضر ہوں۔

اگلے روز جناب مولانا مع چند ہمراہیوں کے کرنیل کی کوٹھی پر تشریف لے گئے کرنیل اور کپتان دونوں نے استقبال کیا مولانا کرسی پر بیٹھ گئے کرنیل نے اول تو مولانا سے یہ کہا کہ آپ کے علم و فضل کا شہرہ سن کر میں بھی مشتاق ملاقات تھا سو بارے آج آپ نے مہربانی کی اور پھر یہ

پوچھا کہ دنیا میں بہت سے مذہب ہیں اور ہر کوئی اپنے مذہب کو حق کہتا ہے آپ یہ فرمائیے کہ حقیقت میں کون مذہب حق ہے؟ جناب مولانا نے فرمایا کہ مذہب حق جس پر انسان کی نجات موقوف ہے مذہب اسلام ہے اور پھر ایسی ایسی دلیلیں بیان کی کہ کرنیل و پکتان کرسی پر سے اچھل اچھل پڑتے تھے پھر کرنیل نے یہ کہا کہ جب مذہب اسلام ہی حق ہے تو خدا نے تمام مخلوق کو مسلمان ہی کیوں نہ کر دیا جناب مولانا نے اس کا ایسا کچھ جواب دیا کہ کرنیل و پکتان سن کر حیران رہ گئے اور مولانا کے علم و فضل کی تعریف کرنے لگے پھر کرنیل نے وجہ مینہ کے نہ برسنے کی دریافت کی کیونکہ اسی سال میں موسم برسات اکثر خشک ہی گزر گیا تھا قحط کا اندیشہ تھا اور پھر آپ ہی کہنے لگا کہ ہمارے یورپ کے حکماء اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ آفتاب پرانا ہو گیا گھس گیا اس میں گرمی ایسی نہیں رہی کہ جس سے بخارات آسمان کی طرف صعود کریں اور پانی ہو کر زمین پر ٹپک پڑیں۔ جناب مولانا نے حکمائے یورپ کے قول کی تعلیل کی اور وجہ اس کی شامت اعمال انسان بیان فرمائی یہ تقریریں بھی مفصل سننے کے قابل ہیں لیکن یہاں ان تقریروں کو لکھنا گویا ایک دوسرا رسالہ لکھنا ہے اس لئے تفصیل کو ترک کرتا ہوں اور آگے جو گزر رہا ہے اس کو عرض کرتا ہوں۔

بعد اس کے کرنیل نے پنڈت جی کو بلوایا پنڈت جی آئے کرنیل نے پنڈت جی سے کہا کہ تم مولوی صاحب سے کیوں گفتگو نہیں کر لیتے مجمع عام میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ پنڈت جی نے کہا کہ مجمع عام میں فساد کا اندیشہ ہے اس پر پکتان نے کہا کہ اچھا ہماری کوشی پر گفتگو ہو جائے ہم فساد کا بندوبست کر لیں گے پنڈت جی نے کہا کہ ہم تو اپنی ہی کوشی پر گفتگو کریں گے مگر مجمع عام نہ ہو۔ جناب مولانا نے پنڈت جی سے کہا کہ لیجئے اب تو مجمع عام نہیں دس بارہ ہی آدی ہیں۔ اب سہی آپ اعتراض کیجئے ہم جواب دیتے ہیں پنڈت جی نے کہا کہ میں تو گفتگو کے ارادہ سے نہیں آیا تھا مولانا نے فرمایا اب ارادہ کر لیجئے ہم آپ کے مذہب پر اعتراض کرتے ہیں آپ جواب دیجئے یا آپ اعتراض ہم پر کیجئے اور ہم سے جواب لیجئے۔ پنڈت جی نے ایک نہ مانی شرائط کے باب میں گفتگو ہی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا مجلس برخاست ہوئی جناب مولانا بھی اپنی فردگاہ پر تشریف

لائے اور کئی روز تک شرائط میں رد و بدل رہی آخر الامر مولانا نے یہ کہلا بھیجا کہ پنڈت جی کسی جگہ مباحثہ برسر بازار کر لیں عوام میں کر لیں خواص میں کر لیں تنہائی میں کر لیں مگر کر لیں۔ پنڈت جی اپنی کونٹھی پر مباحثہ کرنے کو راضی ہوئے اور وہ بھی اس شرط پر کہ دوسو سے زیادہ آدمی نہ ہوں۔ مولانا مرحوم پنڈت جی کی کونٹھی پر جانے کو تیار تھے مگر سرکار کی طرف سے ممانعت ہو گئی کہ چھاؤنی کی حد میں کوئی شخص گفتگو نہ کرنے پائے شہر میں جنگل میں جہاں کہیں جی چاہے گفتگو کر لیں مولانا نے پنڈت جی کو لکھا کہ نہر کے کنارے پر یا عید گاہ کے میدان میں یا اور کہیں مباحثہ کر لیجئے مگر پنڈت جی کو بہانہ ہاتھ آ گیا تھا انہوں نے ایک نہ سنی یہی کہا کہ میری کونٹھی پر چلے آؤ چونکہ سرکار کی طرف ممانعت ہو گئی ہے اس لئے جناب مولانا کونٹھی پر نہ جاسکے اور پنڈت جی کونٹھی سے باہر نہ نکلے ادھر تو یہ قصہ ہوا اور ادھر جناب مولانا نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ بازار میں کھڑے ہو کر پکارے گلے کہہ دو کہ پنڈت جی پہلے تو بہت سی زبان درازیاں کرتے تھے اب وہ زبان درازیاں کہاں گئیں ذرا مردوں کے سامنے آئیں کونٹھی سے باہر نکلیں اور یہ فرمایا کہ پنڈت جی کے اعتراضوں کے جواب علی الاعلان بیان کر دو۔

کیونکہ یہ کام کچھ ایسا مشکل نہ تھا کہ جناب مولوی محمود حسن صاحب اور مولوی حافظ عبد اعلیٰ صاحب کو تکلیف کرنی پڑتی اس لئے بندہ نے اس کی تعمیل کر دی یعنی پنڈت جی کے اعتراضوں کے جواب برسر بازار کئی روز تک بیان کئے اور پنڈت جی کے مذہب جدید پر بہت سے اعتراض کئے اور بہت سی غیرت دلائی اگرچہ مجمع عام میں پنڈت جی کے معتقد و شاگرد بھی ہوتے تھے لیکن کسی کو نہ اتنی جرات ہوئی کہ لب کشائی، نہ اتنی غیرت آئی کہ پنڈت جی کو کشاں کشاں میدان میں لائے اور اسی مضمون کے اشتہار بازاروں میں چسپاں کر دیئے۔

آخر الامر مولانا نے پنڈت جی کے پاس یہ پیام بھیجا کہ خیر آپ مباحثہ نہیں کرتے نہ کیجئے ہم مجمع عام میں وعظ بیان کریں گے آپ مع شاگردوں اور معتقدوں کے وعظ تو سن لیں لیکن کب وہ مناسبت ہے کہانی میری اور پھر وہ بھی زبانی میری

پنڈت جی وعظ میں تو کیا آتے روڑ کی سے بھی چل دیے اور ایسے گئے کہ پتہ بھی نہ چلا کہ کدھر گئے آخرش مولانا نے نفس نفیس برسر بازار تین روز تک وعظ فرمایا مسلمان و ہندو عیسائی اور سب بڑے چھوٹے انگریز جو روڑ کی میں تھے ان وعظوں میں شامل تھے ہر قسم کے لوگوں کا ہجوم تھا مولانا نے وہ وہ دلائل مذہب اسلام کے حق ہونے پر بیان فرمائے کہ سب حیران تھے اہل جلسہ پر عالم سکتہ کا ساتھ ہر شخص متاثر معلوم ہوتا تھا پنڈت جی کے اعتراضوں کے وہ وہ جواب دندان شکن دیئے کہ مخالف بھی مان گئے توحید و رسالت کے بیان میں تو وہ سماں بندھا تھا کہ بیان سے باہر ہے جس نے سنا ہوگا وہی جانتا ہوگا..... جو لوگ اہل اسلام میں سے اس جلسہ میں اہل دل تھے وہ تو نیم نعل: و گئے تھے مرغ نعل کی طرح تڑپتے تھے..... ان تینوں وعظوں میں جناب مولانا نے تمام اہل مذاہب پر ظاہر کر دیا کہ بغیر اسلام لائے عذاب آخرت سے (جو ابدی ہوگا) نجات ممکن نہیں حجت الہی سب پر قائم کر دی بلکہ تمام کر دی اور اب بھی اگر کوئی دوزخ کی آگ کو اپنے واسطے پسند کرے تو وہ جانے ع

نہ مانے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

دیگر بر رسولان بلاغ باشد و بس

الغرض جناب مولانا ۲۳ شعبان کو روڑ کی سے روانہ ہو کر ایک روز منگلور رہے دوسرے روز دیوبند پہنچے اور دو تین روزہ کرناو تہ رونق افروز ہوئے اور پنڈت جی کے اعتراضوں کے جوابات لکھے جو کل گیارہ تھے خانہ کعبہ کی طرف سجدہ کرنے پر جو اعتراض ہے اس کا جواب چونکہ بہت شرح و وسط رکھتا ہے اس کو جناب مصنف مرحوم ہی نے ایک جدار سالہ کر دیا تھا اور اس کا نام قبلہ نما فرمایا کرتے تھے اور دس اعتراضوں کے جو جوابات ہیں ان کا جدار سالہ کر دیا تھا مگر اس کا نام کچھ مقرر نہیں فرمایا تھا اس لئے بندہ نے اس کا نام انتصار الاسلام رکھا (انتصار الاسلام ص ۸۲) واضح رہے کہ اس خط و کتابت میں پنڈت دیا نند حضرت مولانا کو یوں لکھتا تھا:

پیشوائے دین اسلام، مولوی محمد قاسم صاحب (دیکھئے قاسم العلوم ص ۳۸۸)

﴿عبارات کتاب ”انتصار الاسلام“﴾

ہندو چنڈت دینا ندرستی نے اسلام پر ایک یہ اعتراض کیا تھا کہ مسلمان کہتے ہیں کہ آدمی مر کر قیامت تک حوالات میں رہتا ہے اور قیامت کو حساب ہو کر جزاء و سزا کو پہنچتا ہے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حوالات میں رکھنا خلاف عدل ہے بلکہ جزاء و سزا بطور تباخ بعد انتقال فوراً ہی مل جاتی ہے (انتصار الاسلام ص ۵۰) حضرت نانوتویؒ نے اس کا جواب دیتے ہوئے ضمنی طور پر نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا ذکر کر دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تو آئے گی کوئی نیا نبی نہ آئے گا مخالفین میں جرات ہے تو اپنا یا کسی اور عالم کا اس قسم کا کلام ختم نبوت کے بارے میں پیش کر دیں۔ اتنی تصریحات کے بعد بھی یہ کہنا کہ مولانا نے ختم نبوت زمانی کا انکار کر دیا ایسا ظلم ہے جس کا بدلہ خدا ہی دے گا۔ اب حضرت کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) حضرتؒ فرماتے ہیں:

سو جس میں اس صفت کا زیادہ ظہور ہو جو خاتم الصفات ہو یعنی اس سے اوپر اور صفت ممکن الظہور یعنی لائق انتقال و عطاء مخلوقات نہ ہو وہ شخص مخلوقات میں خاتم المراتب ہوگا اور وہی شخص سب کا سردار اور سب سے افضل ہوگا (انتصار الاسلام ص ۵۶ سطر ۱۹ تا ص ۵۷ سطر ۲)

اس عبارت میں حضرت نے واضح طور پر رسول اللہ ﷺ کی اعلیٰ اور افضل ہونے کا ذکر کیا ہے [

(۲) نیز فرماتے ہیں:

ہم اسی کو عبد کامل اور سید الکونین اور خاتم النبیین کہتے ہیں اور وجہ اس کہنے کی خود اسی تقریر سے ظاہر ہے اب کلام اس میں رہا کہ وہ کون ہے؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت محمد عربی ﷺ ہیں چنانچہ بطور اختصار ان اور اراق کی شان کے موافق ہم جواب اعتراض اول متعلق استقبال کعبہ میں لکھ چکے ہیں ترتیب طبع میں دیکھئے وہ آگے رہے یا پیچھے الحاصل عبادت کاملہ بجز حضرت خاتم النبیین ﷺ اور کسی سے متصور نہیں (ص ۵۷ سطر ۱۵)

[ان عبارتوں میں سید الکونین سے نبی کریم ﷺ کی افضلیت کو بیان کیا اس لئے خاتم النبیین میں نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت زمانی کا ذکر ہے اور خاتم النبیین کے معنی یہاں آخری نبی ہیں حضرت نے جو اعتراض اول کے جواب کا ذکر کیا وہ جواب ایک مستقل کتاب کی شکل میں چھپا اس کتاب کا نام قبلہ نما ہے اس کی عبارات بھی اس کتاب میں ذکر کی گئی ہیں]

(۳) ایک جگہ آپ نے فرمایا:

دین خاتم النبیین کو دیکھا تو تمام عالم کے لئے دیکھا وجہ اس کی یہ ہے کہ بنی آدم میں حضرت خاتم اس صورت میں بمنزلہ بادشاہ اعظم ہوئے جیسا اس کا حکم تمام اقلیم میں جاری ہوتا ہے ایسا ہی حکم خاتم یعنی دین خاتم تمام عالم میں جاری ہونا چاہئے ورنہ اس دین کو لے کر آنا بیکار ہے۔
(ص ۵۸ سطر ۹۵۶)

[یہاں بھی خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہیں کیونکہ اگر خاتم النبیین کے بعد کوئی اور آجائے تو تمام عالم میں ان کا حکم کیسے جاری ہوگا۔ حضرت نانوتویؒ پر ختم نبوت زمانی کے انکار کا الزام لگانے والے بتائیں کہ خاتم النبیین اگر اس کو نہیں کہتے جس کا حکم (یعنی لائی ہوئی شریعت) تمام عالم میں چلتا ہو تو پھر خاتم النبیین کس کو کہتے ہیں اور اگر خاتم النبیین وہی ہے جس کا حکم یعنی لائی ہوئی شریعت سارے عالم میں جاری ہو تو بتائیں پھر حضرت نانوتویؒ اور ان کے ماننے والوں کا کیا قصور ہے جس کی ان کو یہ سزا دی جا رہی ہے؟]

(۴) اس کے بعد فرمایا:

الغرض حضرت خاتم ﷺ جیسے بمقابلہ معبود عبد کامل ہیں ایسے ہی بمقابلہ دیگر بنی آدم حاکم کامل ہیں اور کیوں نہ ہوں سب سے افضل ہوئے تو سب پر حاکم بھی ہوں گے اور اس سے یہ ضرور ہے کہ ان کا حکم سب حکموں کے بعد صادر ہو کیونکہ ترتیب مراعات سے ظاہر ہے کہ حکم حاکم اعلیٰ سب کے بعد ہوتا ہے مگر جب حاکم اعلیٰ ہوئے تو یہ بھی ضرور ہے کہ ان کا حکم طَوَّاهَا وَنَحَّوْهَا ایک بار سب تسلیم کر لیں (ص ۵۸ سطر ۶ تا سطر ۱۲)

[اس عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کی خاتمیت زمانی کو یوں سمجھایا کہ جیسے کسی جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے پہلے چھوٹی عدالت میں جاتے ہیں اس کے بعد اس سے بڑی عدالت ہائی کورٹ میں اس کے بعد اس سے بڑی عدالت سپریم کورٹ میں اگر مقدمہ براہ راست بڑی عدالت میں لے جائیں تو چھوٹی عدالتوں میں تو نہ جائے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اعلیٰ نبی کو سب کے بعد بھیجا اگر نبی کریم ﷺ پہلے آجاتے تو دوسرے انبیاء کی ضرورت ہی نہ رہتی دیکھو حضرت نے اس طرح نبی کریم ﷺ کے افضل نبی اور آخری نبی ہونے کو ایک ساتھ بیان کر دیا اللہ تعالیٰ ان کو ہم سب کی طرف سے بہت بہت بڑے خیر عطا فرمائے آمین]

(۵) ایک جگہ لکھتے ہیں۔

غرض کمال عبادت تو عبادت خاتم میں ہے اور کمال سلطنت خاتم تسلط عام میں ہے اور یہ دونوں امر ضروری الوقوع۔ کمال عبادت تو جتنھما کمال معبودیت یعنی جامعیت صفات خداوندی اور کمال تسلط بوجہ علو ہمت حضرت خاتم ﷺ اور ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں کمال عبادت کیفی ہے اور دوسری صورت میں کمال عبادت گنہگسی اور سوا ان دو صورتوں کے، اور کوئی کمال عبادت کی صورت نہیں سو بعد ظہور ہر دو کمال لازم یوں ہے کہ یہ کارخانہ جو عبادت کیلئے قائم کیا گیا ہے بڑھایا جائے اسی کو ہم قیامت کہتے ہیں اور پھر اس کے بعد حساب کتاب اور جزا سزا کا کارخانہ قائم کیا جائے اسی کو ہم یوم الحساب اور حشر اور یوم الفصل کہتے ہیں (انقصار الاسلام ص ۵۸)

[اس مقام پر حضرت نے یہ ثابت کیا کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد قیامت تو آئے گی مگر نبی کوئی نہ آئے گا]

(۶) ایک جگہ فرمایا:

بعد دورۂ خاتم النبیین بوجہ تکمیل کار عبادت اس کی ضرورت نہ رہی کہ خواہ مخواہ مگرانی کچے اور کام لیجے بعد تکمیل کار تعمیر معماروں سے کون کام لیتا ہے؟ اس لئے یہ ضرور ہے کہ ایک روز

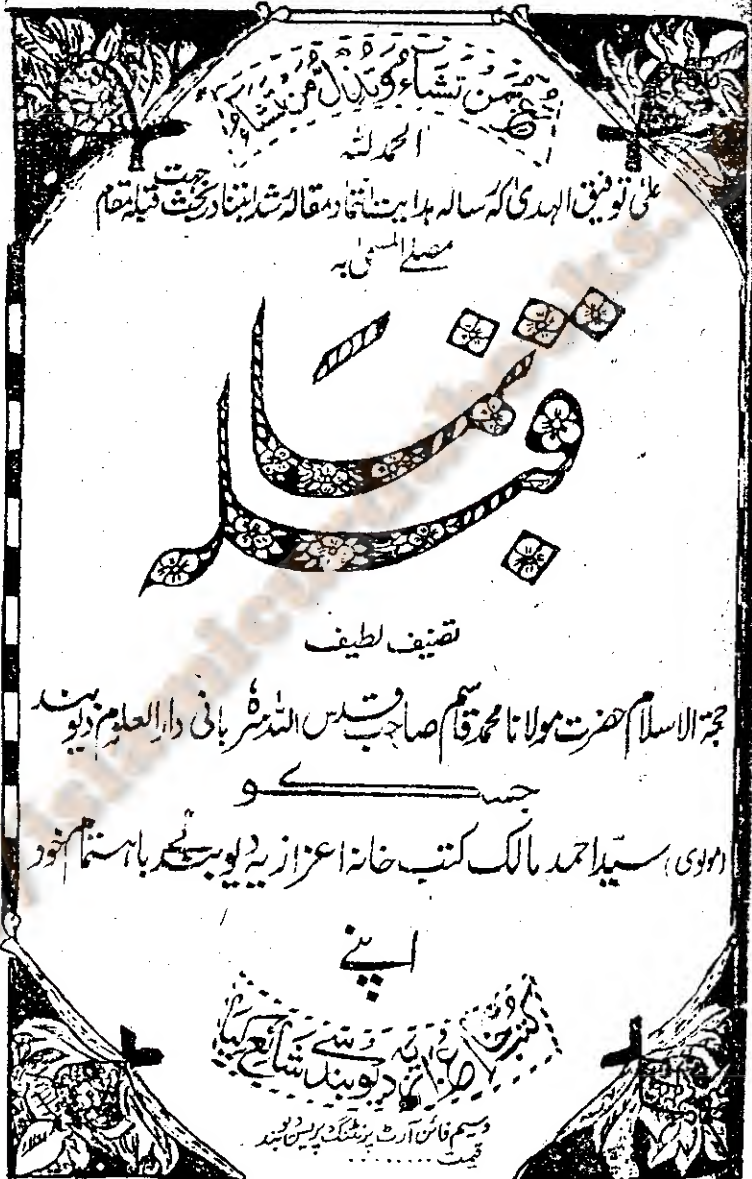
کفر عالم میں چھا جائے اور تمام عالم باغی ہو جائے اس وقت بمقتضائے قہاری خداوندی یہ ضرور ہے کہ اس عالم کو توڑ پھوڑ کر برابر کر دیں اور تمام بنی آدم کو گرفتار کر کے ان کو ان کی شان کے مناسب جزا و سزا دیں۔ (انتصار الاسلام ص ۶۱ سطر ۶ تا سطر ۱۲) یہ آخری عبارت ہے اس کے ساتھ کتاب انتصار الاسلام پوری ہو جاتی ہے)

[اس عبارت میں خاتم النبیین میں خاتم سے خاتم الزمان مراد ہے اور خاتمیت رتبی کا ذکر اس لفظ میں ہے ”بعد تکمیل کار تعمیر“۔ قارئین کرام غور کریں پنڈت دیانند سرتی نے نبی کریم ﷺ کی شخصیت یا نبوت یا ختم نبوت کے بارے یہ سوال نہ کیا تھا مگر نبی کریم ﷺ کا یہ دیوانہ بہانہ نبی کریم ﷺ سے نبی کریم ﷺ کی افضلیت اور آخری نبی ہونے کو نئے نئے طریقوں سے بیان کرتا تھا جزا و اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیرا۔

آج مناظرین کو سکھایا جاتا ہے کہ قادیانیوں سے اجرائے نبوت پر بات نہ کرنا قادیانی کے کردار پر ہی بات کرنا حضرت نانوتویؒ کی کتابوں سے تعلق کی برکت سے ان شاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ مرزائیوں سے اس موضوع پر بات کرنا نہ صرف آسان بلکہ نہایت دلچسپ ہو جائے۔ اور کوئی مرزائی ان شاء اللہ بھول کر بھی اجرائے نبوت کے موضوع پر بات کرنے کا نام نہ لے گا۔ اگر یقین نہ آئے تو اس عاجز کی کتاب شواہد ختم النبوة من سيرة صاحب النبوة اور آیات ختم نبوت کا مطالعہ کر لیں۔ واللہ الحمد علی ذلک۔

☆☆☆☆☆

میں کی دینی و دنیوی کتابیں ملے دارالان کے لایہ (مولوی) سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند (دیوبند)



مولانا کی تصانیف دیکھ کر ہم کی دینی و دنیوی کتابیں ملے دارالان کے لایہ (مولوی) سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند (دیوبند)

﴿خطبہ کتاب ”قبلہ نما“ بقلم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
عَالَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ وَعَلَى مَنْ تَبِعَهُمْ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ !

بعد حمد و صلوٰۃ بندہ ہیچمدان سراپا گناہ محمد قاسم

ناظران اور اوراق کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ بارہ سو پچانوے ہجری (۱۲۹۵ھ) آخر رجب میں پنڈت دیانند صاحب نے رڑکی میں آکر سر بازار مجمع عام میں مذہب اسلام پر چند اعتراض کے حسب الطلب چند احباب اور نیز بتقاضائے غیرت اسلام یہ تنگ اہل اسلام بھی شروع شعبان میں وہاں پہنچا اور آرزوئے مناظرہ میں سولہ سترہ روز وہاں ٹھہرا ہر چند چاہا کہ مجمع عام میں پنڈت جی سے اعتراض سنوں اور بالمشافہہ بعنایت خداوندی اسی وقت ان کے جواب عرض کروں مگر پنڈت جی ایسے کاہے کہ تھے جو میدان مناظرہ میں آتے۔ جان چرانے کیلئے وہ وہ داؤ کھیلے کہ کاہے کو کسی کو سو جھٹے ہیں اعتراض تو مجمع عام میں کئے پر مناظرہ میں اپنی قلعی کھلنے کا وقت آیا تو پچاس آدمیوں سے زیادہ پر راضی نہ تھے وجہ پوچھی تو اندیشہ فساد زیب زبان تھا مگر نہ پہلے مناظرہ کی نظیروں کا کچھ جواب نہ حسن انتظام سرکاری پر کچھ اعتراض [یعنی اسے کہا گیا کہ اس سے پہلے شاہجہانپور میں دومرتبہ مسلمان، ہندو اور عیسائیوں کے مابین مناظرے ہوئے اور ناگوار واقعہ پیش نہ آیا نیز حکومت بھی اس کا خیال رکھے گی پنڈت جی ان کا جواب نہ دے سکے۔ راقم] ٹلانے کیلئے دعوائے بلا دلیل سے مطلب تھا۔ رمضان کی آمد آمد ان کو بھی معلوم تھی کہ کچھ اور دن ٹلیں تو یہ لوگ آپ ٹل جائیں اس لئے مفتیں کیس غیرتیں دلائیں جتیں کیس سعیں کرائیں مگر وہاں وہی نہیں کی نہیں رہی۔ مجمع عام کی جابد شواری دو سو تک آئے مگر اپنے تنگ مکان کے سوا اور کہیں راضی نہ ہوئے وقت صبح کے بدلے چھ بجے شام کے ٹھہرائی تھی وقت کی شکایت کی تو نوبت بجے تک کی

اجازت آئی مطلب یہ تھا کہ ہماری فردگاہ [قیام گاہ۔] سے بلکہ شہر سے ان کا مکان ڈیڑھ میل پر تھا نو بجے فارغ ہو کر چلے تو دس بجے پہنچے [کیونکہ اتنا سفر اس زمانے میں عموماً پیدل ہی کرتے تھے۔ راقم] ایک گھنٹہ میں نماز سے فارغ ہوئے اس وقت نہ بازار کھلا ہوا جو کھانا مول لیجئے نہ خود پکانے کی ہمت جو یوں انتظام کیجئے [اس سے اندازہ کریں کہ ان حضرات کے ہاں نماز کا کس قدر اہتمام ہوتا تھا۔ راقم] علاوہ بریں برسات کا موسم مینہ برس گیا تو اور بھی اللہ کی رحمت ہو گئی۔

غرض ان کی یہ غرض تھی کہ یہ لوگ تنگ ہو کر چلے جائیں اور ہم بیٹھے ہوئے بغلیں بجائیں پھر اس پر تقریر و تحریر کی شاخ اور اوپر لگی ہوئی۔ غرض کچھ تو بوجہ نماز مغرب وقت مذکور میں مگنہائش کم تھی رہی سہی کسر اس تدبیر سے گئی گذری مگر جب بنام خدا ہم نے ان سب باتوں کو سر رکھا تو منجملہ شرائط کے ان کے مکان پر مناظرہ ہونے کا سرکار نے اڑا دیا حکام وقت نے قطعاً ممانعت کر دی کہ سرحد چھاؤنی اور رڑکی میں مناظرہ نہ ہونے پائے اور اس سے خارج ہو کر اور کچھ ممانعت نہیں اس پر ہم نے میدان عید گاہ وغیرہ میں پنڈت جی سے التماس قدم رنجہ فرمائی کیا [یعنی یہ کہا کہ پنڈت جی آپ بھی ہمارے جلسے میں آکر ہماری باتیں سنیں۔ راقم] تو پنڈت جی کو اپنے دن نظر آئے اور سوائے انکار کے اور کچھ نظر نہ آیا۔

لاچار ہو کر ہم نے یہ چاہا کہ اپنے اعتراض ہی بھیج دو تاکہ ہم ہی مجمع عام میں ان کے جواب سنا دیں اور مرضی ہو تو آؤ مناظرہ تحریری ہی سہی مگر جواب تو درکنار پنڈت جی نے اپنی راہ لی شکر [ایک قسم کی چار پہیوں والی گاڑی۔ فیروز اللغات ص ۳۵۲] میں بیٹھ یہ جاوہ جا۔ مجبور ہو کر یہ ٹھہرائی کہ جو ان کے اعتراض سننے والوں سے سنے ہیں ان کے جواب مجمع عام میں سنا دیں مگر چونکہ یہ بات ایک جلسہ میں ممکن نہ تھی اور ہم کو دربارہ تو حیدور رسالت (۱) وغیرہ ضروریات دین

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ پنڈت دیانند نے تو حیدور رسالت کے موضوع کو نہ چھیڑا تھا مگر حضرت نانوتویؒ نے ان موضوعات کو بالتفصیل بیان کرنے کا ارادہ کر لیا اور حضرت کے ہاں (باقی اگلے صفحہ ر)

واسلام پر بھی کچھ عرض کرنا تھا اور بوجہ ہجوم و بارش و خرابی راہ و قرب رمضان شریف زیادہ ٹھیرنے کی گنجائش نہ تھی ایک جلسہ میں تو اُن تین اعتراضوں کے جواب سنائے جو سب میں مشکل تھے اور دو جلسوں میں تو حید و رسالت کا ذکر کر کے شب بست و سوم ماہ شعبان کو رڑکی سے روانہ ہوا اور ایک دن منگلا اور تین دن دیوبند ٹھیر کر ستائیسویں کو اس قصبہ ویرانہ میں پہنچا جس کو نانوہ کہتے ہیں اور اس خاکسار کا وطن بھی یہی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا موضوع عقیدہ ختم نبوت کو بیان کئے بغیر مکمل نہیں ہوتا تھا۔ سیرۃ النبی ﷺ سے ختم نبوت کے راقم پہلی کتابوں میں ذکر کر چکا ہے جی چاہا کہ اس مقام پر دو فی دلیل دی جائیں ﴿پہلی دلیل﴾ حضرت کعب بن مالک جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے اور ان سے صحابہ کرام کو بول چال سے منع کر دیا گیا تھا وہ حضرت کعب فرماتے ہیں: وما من شيء اهم الي من ان اموت فلا يصلي على النبي ﷺ او يموت رسول الله ﷺ فلا يكون من الناس بملك المنزل فلا يكلمني احد منهم ولا يصلي على (بخاری ج ۲ ص ۶۷۵) ترجمہ: اور مجھے [ان دنوں میں] سب سے زیادہ فکر اس بات کا تھا کہ اگر اس دوران میں مر گیا تو رسول اللہ ﷺ میرا جنازہ نہ پڑھیں گے اور اگر خدا نخواستہ رسول اللہ کی وفات ہو جائے تو لوگوں کا میرے ساتھ یہی طرز عمل رہے گا تو نہ میرے ساتھ کوئی کلام کرے گا اور نہ میرا کوئی جنازہ پڑھے گا۔ [ملاحظہ فرمایا کہ حضرت کعب نے کہ یہ نہ سوچا کہ نئے نبی کے آنے تک میرا یہ حال رہے گا بلکہ اس کو مطلق رکھا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اب کوئی نیا نبی نہ آئے گا۔]

﴿دوسری دلیل﴾ حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے درمیان ایک مرتبہ کچھ جھگڑا ہو گیا رسول اللہ ﷺ تک بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: ان الله بعثنى اليكم فقلتم كذبتم وقال ابو بكر صدق وواساني بنفسي وماله فهل انتم تاركون لي صاحبي (بخاری ج ۲ ص ۵۱۷) ترجمہ: اللہ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا تو تم نے کہا تو نے جھوٹ بولا اور ابو بکر صدیق نے کہا انہوں نے سچ کہا اور اپنے مال جان کے ساتھ میری مدد کی تو کیا میری وجہ سے (باقی اگلے صفحہ پر)

آکر یہ چاہا کہ بنام خدا دربارہ اعتراض پنڈت جی صاحب اپنے ارادہ کنتوں کو پورا کروں یعنی ان کے جوابوں کو لکھ کر نذر احباب کروں تاکہ ان کو اس نامہ سیاہ کے حق میں دعا کا ایک بہانہ ہاتھ آئے اور خدا تعالیٰ کی عنایت اور رحمت اور مغفرت کو اپنی کارگزاری کا موقع ملے مگر الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے میرا ارادہ پورا کیا اور میری فہم نارسا کے اندازے کے موافق اعتراضات مذکورہ کے جوابات مجھ کو سمجھائے اب اول اعتراضات کو عرض کرتا ہوں اور ان کے ساتھ ان کے جوابات عرض کرتا ہوں۔ (قبلہ نماص ۲۴، ۲۵) [انتصار الاسلام کے شروع میں مولانا فخر الحسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی تفصیل سے لکھا کہ ان دنوں حضرت کی طبیعت بڑی ناساز تھی اندازہ لگائیے کہ حضرت کے دل میں اسلام کے دفاع کا کس قدر جذبہ تھا پھر خلوص کا اس سے اندازہ کریں کہ حضرت نے اپنی بیماری کا ذکر تو کیا اشارہ تک نہ کیا اس طرح اپنی قابلیت کا اظہار بھی نہ کیا]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) میرے ساتھی کو چھوڑ دو گے یعنی ان کو درگزر کرو گے۔ یہ جملہ آپ نے دوسرے ارشاد فرمایا۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کہا تھا یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، تو تم نے کہا کذب ”تو نے جھوٹ کہا“ اور ابو بکر صدیق نے کہا صدقت ”آپ نے سچ کہا“ (بخاری ج ۲ ص ۶۶۸)

اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اول درجہ میں ایمان لانے والوں سے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے دعوت کی ابتدا ہی اس بات سے کی کہ میں تم انسانوں کیلئے اللہ کا رسول ہوں۔ اگر آپ کے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا تو آپ یہ دعویٰ نہ کرتے اس سے معلوم ہوا کہ ختم نبوت کا عقیدہ بعد میں نازل نہ ہوا بلکہ شروع اسلام سے یہ عقیدہ موجود ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جو شخص بھی اسلام میں داخل ہوا وہ نبی کریم ﷺ کو آخری نبی مان کر داخل ہوا۔ اس مجلس میں حضرت صدیقؓ تھے حضرت فاروقؓ تھے حضرت ابوالدرداءؓ جو راوی ہیں وہ تھے اور بھی صحابہ ہوں گے ان سب کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔

﴿عبارات کتاب قبلہ نما﴾

(۱) حضرت نانوتویؒ اس کے خطبے میں فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَهُمْ اِلٰی يَوْمِ الدِّينِ (قبلہ

نماص ۲)

[حضرت نے یہاں خطبے میں بھی آپ ﷺ کو خاتم النبیین کہا اور یہ بات حضرت کی تحریروں سے نمایاں ہوتی ہے کہ آپ خاتم النبیین سے خاتم زمانی ہی مراد لیتے ہیں دیکھئے مناظرہ عجیبہ ص ۱۳۳]

(۲) ہندو پنڈت نے اعتراض کیا تھا کہ مسلمان خانہ کعبہ کی عبادت کرتے ہیں حضرت اس کا ایک جواب یوں دیتے ہیں:

اہل اسلام کے نزدیک مستحق عبادت وہ ہے جو بذات خود مبرور ہو اور سوا اُس کے اور سب اپنے وجود بقا میں اس کے محتاج ہوں اور سب کے نفع ضرر کا اُس کو اختیار ہو اور اس کا نفع ضرر کسی سے ممکن نہ ہو، اُس کا کمال و جمال و جلال ذاتی ہو اور سوا اُس کے سب کا کمال و جمال و جلال اُس کی عطا ہو مگر موصوف بایں وصف اُن (یعنی اہل اسلام) کے نزدیک بشہادت عقل و نقل سوا ایک ذات پاک خداوندی کے سوا اور کوئی نہیں یہاں تک کہ اُن کے نزدیک بعد خدا سب میں افضل محمد رسول اللہ ﷺ ہیں نہ کوئی آدمی ان کے برابر نہ کوئی فرشتہ نہ عرش و کرسی ان کے ہمسر نہ کعبہ اُن کا ہم پلہ مگر بایں ہمہ اُن کو بھی ہر طرح خدا کا محتاج سمجھتے ہیں ایک ذرہ کے بنانے کا ان کو اختیار نہیں۔ ایک رتی برابر نقصان کی ان کو قدرت نہیں خواہ خالق کائنات خواہ فاعل افعال اہل اسلام کے نزدیک خدا ہے (۱) وہ نہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ نہ خالق کائنات نہ خالق افعال) اسی

(۱) یعنی بندوں کا خالق بھی خدا ہے بندوں کے افعال کا خالق بھی خدا ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

لئے کلمہ شہادت میں جس میں مدار کا ایمان ہے یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی عبدیت و رسالت کا اقرار
کرتے ہیں اس صورت میں اہل اسلام کی عبادت سوائے خدا اور کسی کیلئے متصور نہیں اگر ہوتی تو
رسول اللہ کیلئے ہوتی مگر جب ان کو بھی عبد ہی مانا معبود نہیں مانا بلکہ ان کی افضلیت کی وجہ ان کی
کمال عبودیت کو قرار دیا تھا تو پھر خانہ کعبہ کو ان کا مسجد و معبود قرار دینا بجز تہمت و کم فہمی و جہالت اور
کیا ہو سکتا ہے؟ (قبلہ نماس ۷)

[اس عبارت میں حضرت نے توحید خداوندی کے ساتھ شان رسالت کو کھلے لفظوں میں بیان کیا
اور وہ بھی ایک غیر مسلم کے سامنے۔ پھر اس عبارت میں ختم نبوت کا ذکر بھی ہے وہ اس طرح کہ
حضرت نے نجات کا مدار کلمہ شہادت: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ کو قرار دیا اور یہ کلمہ شہادت خود ختم نبوت کی مستحکم دلیل ہے اور یہ کلمہ اذان میں ہے
اقامت میں ہے اذان و اقامت کے جواب میں ہے نماز میں ہے قبر میں کام آئے گا قیامت کے
دن شفاعت کے لئے اس کا اقرار کرنا ہوگا۔ تفصیل کیلئے دیکھئے راقم کی کتابیں: شَوَاهِدُ خْتَمِ
النَّبُوَّةِ مِنْ سِيرَةِ صَاحِبِ النَّبُوَّةِ اور کتاب آیات ختم نبوت۔

دوسری کتاب آیات ختم نبوت کے مقدمہ میں ایک جگہ لکھا ہے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) انسان بولنے کی کوشش کرتا ہے بولنے وقت اس کی زبان مختلف مخارج میں لگتی
ہے مگر انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ زبان کا مختلف جگہوں پر لگنا اور اس سے الفاظ کا پیدا ہونا محض اللہ کے حکم
سے ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے۔ ہاں بندہ کوشش کرتا ہے کسب کرتا ہے اس
لئے بندے کو کامسب کہیں گے خالق نہیں۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے راقم کی کتابیں اساس المنطق،

﴿بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ﴾ (بخاری حدیث رقم ۸ مسلم کتاب الایمان حدیث رقم ۱۶) ترجمہ: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے گواہی اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“

کلمہ طیبہ سے ختم نبوت کی دلیل:

یہ حدیث پاک ختم نبوت کی روشن دلیل ہے۔ وہ اس طرح کہ اس میں حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی کا ذکر ہے کسی اور کو آتا ہوتا تو اس کی صراحت یا اس کا اشارہ اس کے ساتھ ضرور ہوتا۔ مسلمان جب تک اس شہادت پر قائم ہیں اسلام کا پہلا رکن ان کے پاس موجود ہے کسی نئے مدعی نبوت کو نہ ماننے سے ان ارکان میں کوئی نقص یا خلل واقع نہیں ہوتا اس لئے کسی نئے مدعی نبوت کو ماننے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ جموٹے نبی کو ماننے سے انسان ایمان سے محروم ہو جائیگا اور ایمان ہی تو وہ قیمتی دولت ہے جس کے ساتھ آخرت کے دائمی عذاب سے نجات ملتی ہے۔ (آیات ختم نبوت ص ۲۳)

(۳) ایک مقام حضرت پر لکھتے ہیں:

پرستش غیر خدا ہرگز حکم خدا نہیں ہو سکتا اور اس وجہ سے یہ یقین ہے کہ بید کلام خدا نہیں یا جلسا زوں کی شرارت سے اس میں تحریف ہوئی درنہ بید کلام خدا ہو کر غیر محرف ہوتا تو اس میں تعلیم پرستش غیر نہ ہوتی اور اس لئے اب اس کی ضرورت نہیں کہ کلام خدا ہونے کے لئے اول برہما کا دعویٰ پیغمبری کا کرنا اور پھر ان کا بید کو کلام خدا کہنا اس کے بعد مجموعہ بید کو قرنا بعد قرن براویہ صحیح ثابت کرنا چاہئے۔ ہاں بہ نسبت قرآن شاید کسی کو یہ خیال ہو اور اس وجہ سے اس کے احکام بالخصوص استقبال کعبہ میں تامل ہو اس لئے یہ گزارش ہے کہ ہمارے قرآن میں خود قرآن کا کلام

خدا ہونا موجود، رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت اور خاتمیت کا اظہار موجود اور پھر روایت کا یہ حال کہ ہر قرن میں ہزاروں حافظ چلے آئے ہیں۔ (قبلہ نماس ۱۰)

[اس عبارت میں حضرت نے ہندوؤں کے اس دعوے کا رد کیا کہ ان کی کتاب بید کلام الہی ہے پھر اس کے بعد قرآن پاک کا کلام الہی ہونا مبرہن کیا اس کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور خاتمیت کا اعلان کیا یاد رہے کہ اس مقام پر خاتمیت سے خاتمیت زمانی ہی مراد ہے کیونکہ خاتمیت ربی کا ذکر حضرت ”علاوہ بریں“ کہہ کر اس سے بالکل متصل اگلی عبارت میں کرتے ہیں]

(۴) اس کے فوراً بعد حضرت لکھتے ہیں:

”علاوہ بریں ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر اور مذہبوں کے پیشوا فرستادہ خدا اور منجملہ خاصان خدا تھے تو ہمارے پیغمبر بدرجہ اولیٰ فرستادہ خدا اور رسول اللہ ہیں (۱)۔ اگر اوروں میں فہم و فراست تھا تو یہاں کمال فہم و فراست تھا اوروں میں اگر اخلاق حمیدہ تھے تو یہاں پر خلق میں کمال تھا اگر اوروں میں معجزے و کرشمے تھے تو یہاں اُن سے بڑھ کر معجزے اور کرشمے تھے۔ فہم و فراست اور اخلاق حمیدہ کے ثبوت پر موافق و مخالف دونوں گواہ ہیں موافقوں کی گواہی کے ثبوت کی تو حاجت ہی نہیں ہاں مخالفوں کی گواہی کا ثبوت چاہئے سو لیجئے آجکل اہل یورپ کو تاریخ دانی اور تنقیح و قائل میں زیادہ دعویٰ ہے اور ان کا دعویٰ بظاہر بجا ہے وہ سب باوجود مخالفت معلوم رسول اللہ ﷺ کی ترقی کو عقل اور اخلاق کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔

(۱) اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم دیگر انبیاء کو جناب نبی کریم ﷺ کے کہنے سے مانتے ہیں۔ نہ تو ہم نے دیگر انبیاء کو نبی ﷺ کے کہے بغیر نبی مانا اور نہ دیگر انبیاء کے کہنے سے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے بلکہ ہمارا ایمان رسول اللہ ﷺ پر پہلے ہے دیگر انبیاء پر بعد میں اس لئے اگر کوئی شخص خدا نخواستہ اسلام سے پھر جائے تو دیگر انبیاء پر بھی اس کا ایمان ختم ہو جائے گا۔

اب، باکمال عقل و فہم اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر کلام اللہ شریف کلام خدا ہے اور بے شک بحکم عقل و انصاف کلام خدا ہے تب تو اس میں آپ کو خاتم النبیین کہہ کر جتلا دیا ہے کہ آپ سب انبیاء کے سردار ہیں کیونکہ جب آپ خاتم النبیین ہوئے تو معنی یہ ہوئے کہ آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے اور چونکہ دین حکم نامہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہوگا وہی شخص سردار ہوگا اسی حاکم کا حکم آخر رہتا ہے (جو) سب کا سردار ہوتا ہے (قبلہ نماص ۱۱۰، ۱۱۱)

[ان عبارتوں میں بھی حضرت نے خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی کے لئے ہیں اس کیلئے حضرت کی اس عبارت کو ذرا توجہ سے دیکھیں کیونکہ جب آپ خاتم النبیین ہوئے تو معنی یہ ہوئے کہ آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے]

(۵) اس کے بعد فرماتے ہیں:

اور اگر بالفرض محال حسب زعم معاندین یہ کلام رسول اللہ ﷺ کی تصنیف ہے تو چونکہ اس کے کسی مضمون پر آج تک کسی صاحب عقل سے اعتراض نہیں ہو سکا اور اس کے کسی عقیدہ اور کسی حکم میں کسی عاقل کو جائے انگشت نہاد نہ نہیں ملی۔ اور کبھی کسی بات میں کسی کو کچھ تامل ہوا ہے تو حامیان دین احمدی (۱) نے جوابات دندان شکن سے حق و باطل کو واضح کر کے اس مضمون کو ثابت کر دیا ہے اور پھر باہمہ کسی سے دو چار سطریں بھی عبارت و مضامین میں اس کے مشابہ نہ بن سکیں چنانچہ آج تک اہل اسلام کا یہ دعویٰ اسی طرح زور و شور پر ہے جو روز اول تھا تو یوں کہہ کر رسول اللہ ﷺ ہر دفتر اہل فہم و اہل عقل تھے جو باوجود امی ہونے کے ایسے ملک میں جہاں اس زمانہ میں علم کا نام نہ تھا ایسی حالت میں کہ لڑکپن میں یتیم، جوانی میں بے کس مفلس اول سے آخر تک نہ کوئی مربی نصیب ہوا نہ کوئی رہبر میسر آیا ایسی کتاب لا جواب تصنیف کر گئے۔ (قبلہ نماص ۱۱)

(۱) دین احمدی سے مراد دین محمدی یعنی اسلام ہی ہے اس لئے مرزا انیوں کو احمدی ہرگز نہیں کہنا

چاہئے۔ اس سے ان کے مسلمان ہونے کا اشتباہ ہوتا ہے۔

(۶) ایک مقام پر فرماتے ہیں:

اب اخلاق کی سنئے، عرب کے لوگ تو جاہل تند خو، جفاکش، جنگ جو اس بات میں نہ ان کا کوئی ثانی ہوا نہ ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی اس زمانہ میں یہ کیفیت کہ فقر و فاقہ بجائے آب و نان اور بے کسی و مفلسی مونس جان، نہ بادشاہ تھے نہ بادشاہ زادے، نہ امیر نہ امیر زادے، نہ تاجر تھے نہ آڑتی (آڑھتی)، کبھی اونٹ بکریاں چرا کر پیٹ پالا کبھی کسی کی محنت مزدوری نوکری چاکری کر کے دن بسر کئے، غرض خزانہ۔ مال و دولت کچھ نہ تھا جس کی طمع میں عرب کے جاہل، تند خو جنگجو مسخر ہو جاتے آپ صاحب فوج نہ تھے جو وہ سرکش مطیع بن جاتے یہ تسخیر اخلاق نہ تھی تو اور کیا تھی جو وہ لوگ جہاں آپ کا پسینہ گرنا تھا خون بہانے کو تیار، جہاں آپ قدم رکھیں سرکٹانے کو موجود۔ یہاں تک کہ انہیں بے سرو سامانوں نے شہنشاہی ایران و روم کو خاک میں ملا دیا اور شرق سے غرب تک اسلام کو پھیلا دیا۔ ایسے اخلاق کوئی بتلائے تو سہی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی میں ہوئے ہیں اور ایسے لوگوں کو ایسی حالت میں اس طرح کسی نے مسخر کیا ہے کہ یا وہ خرابی در خرابی تھی کہ نہ عقیدے صحیح نہ اخلاق درست نہ احوال سنجیدہ نہ افعال پسندیدہ اور یا یہ تہذیب آگئی کہ تھوڑے عرصہ میں انہیں جاہلوں، گردن کشوں، بداخلاقوں، بد اعمالوں کو رشک علماء و حکماء بنا دیا۔ اس اعجاز تاثیر سے بڑھ کر بھی کوئی اعجاز ہو گا کوئی بتلائے تو سہی کسی کی صحبت میں یہ اثر تھا اور کس کی تعلیم میں یہ تاثیر تھی؟ (قبلہ نماس ۱۱)

[دیکھئے حضرت نے کس طرح تمام انبیاء پر نبی کریم ﷺ کی فوقیت کو ثابت کر دیا اور کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی اور مسلمانوں کو ہمیشہ کیلئے دلائل کا یہ ہتھیار ہاتھ آ گیا اللہ تعالیٰ حضرت کی قبر کو نور سے مہر دے اور ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے آمین]

(۷) اس کے بعد فرماتے ہیں:

پھر باوجود بے سرو سامانی و قوت و شوکت مخالفین عربوں کی تسخیر کے ذریعہ سے اپنا دین شرق سے غرب تک ایک تھوڑے سے عرصہ میں پھیلا دیا اور تمام سلطنتوں کو زیر و زبر کر کے اور

دینوں کو مغلوب کر دیا مگر نہ ہواؤ ہوس کا پتہ نہ محبت دنیا کا نشان۔ باوجود اس قدر غلبہ اور شوکت کے آپ اور آپ کے خلفاء و اتباع و انصار کا یہ حال تھا کہ نہ اپنے مال سے مطلب نہ دولت سے غرض، خزانہ کو امانت سمجھتے تھے اور ذرہ بھر خیانت اس میں روانہ رکھتے تھے۔ اپنے لئے وہی فقر وفاقہ وہی فرش زمین وہی لباس پشمین وہی ویرانے مکان وہی قدیمی سامان، باوجود اس دست قدرت کے یہ نفرت بجز اس کے متصور نہیں کہ خدا کی محبت کے غلبہ کے باعث جواہر و خزف ریزے برابر تھے اور زلفہ کلوخ خاک سے کمتر (یعنی سونا چاندی مٹی کے ڈھیر سے حقیر: راقم) جیسے بہ ضرورت پاخانہ پیشاب کو جاتے تھے ایسے ہی بضرورت روپیہ پیسے کو ہاتھ لگاتے تھے پردل میں سوائے محبوب اصلی موجود لم یزلی [یعنی ہمیشہ رہنے والی ذات۔ راقم] اور کسی کی جانہ تھی۔ مفلسوں کے اس زہد کو ترک و تجرید سے کیا نسبت؟ یہاں عصمت بی بی بیچارگی کا معاملہ ہے اور یہاں (قرار در کف آزدگان نہ گیر مال) کا حساب تھا۔ ان اخلاق حمیدہ اور احوال پسندیدہ اور افعال سنجیدہ پر سوائے محبت الہی اور خوف خداوندی اور کاہے کا گمان ہو سکتا ہے؟ مگر عناد ہو تو موافق (چشم بداندیش کہ برکنہ باد) سب خوبیاں برائیوں سے بدتر نظر آتی ہیں خیر اندیشوں کی آنکھوں میں تو خیر مطلب ضروری عرض کرنا چاہئے۔ (قبلہ نماس ۱۲۱۱)

[حضرت فرماتے ہیں کہ غریب آدمی کے پاس تو ہے نہیں اس کا زہد اور چیز ہے جبکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سب کچھ ہونے کے باوجود زہد اختیار کیا۔ دونوں برابر کیسے ہوں۔ اس عبارت میں دیکھیں کہ حضرت نانوتویؒ کے دل میں حضرات صحابہ کرام کی عقیدت و محبت کس طرح جمی ہوئی تھی اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی محبت عطا فرمائے آمین]

(۸) ایک مقام پر فرماتے ہیں:

کمالات کتنے ہی کیوں نہ ہوں اور کسی کے کیوں نہ ہوں، ہر دو قسموں میں منحصر ہیں ایک کمالات علمی دوسرے کمالات عملی [یہ بات بالکل واضح ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ راقم] جیسے اشکال ہندی یعنی جن میں احاطہ ہو باوجود لاتناہی مثلث اور دائرہ کی طرف راجع ہیں چنانچہ

ظاہر ہے کہ مربع، مستطیل، معین، شبیہ معین، منحرف تو دو مثلثوں سے مرکب ہیں اور مخمس اور مسدس اور مسبع وغیرہ میں اگر تساوی اضلاع بھی ہے تب تو دائرہ اور مثلث دونوں کا لگاؤ ہے ورنہ فقط مثلثوں کی ترکیب ہوتی ہے ایسے ہی کمالات خداوندی باوجود لاتناہی انہیں دو کمالوں یعنی کمال علمی و کمال عملی کی طرف راجع ہیں مگر جیسے سمع و بصر کمالات علمی میں داخل ہیں ایسے ہی ہمت ارادہ محبت مثلاً اخلاق کمالات عملی میں شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ جیسے سمع و بصر کمالات (کے کمالات علمی ہونے کا۔ راقم) یہ مطلب ہے کہ مصدر اور مخزن اور آلہ علوم ہوں (یعنی سمع و بصر کے ساتھ علم حاصل ہوتا ہے یہ علم کا آلہ ہیں۔ راقم) ویسے ہی کمالات عملی سے یہ غرض ہے کہ مصدر اور آلات اعمال ہوں (یعنی کمالات عملی کی وجہ سے بندہ اعمال کرتا ہے۔ راقم) سو ظاہر ہے کہ ہمت و ارادہ محبت و جملہ اخلاق مصادر اعمال اور آلات اعمال ہیں مگر جب خدا کے کمالات سب انہیں دو قسموں میں منحصر ہوئے تو بندوں کے کمالات بدرجہ اولیٰ ان دو میں منحصر ہوں گے، کیونکہ یہاں جو کچھ ہے سب وہیں کا ظہور ہے (اور یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کمالات علمی میں بھی سب سے فائق اور کمالات عملی میں بھی سب سے برتر۔ اس پر حضرت نانو توئی فرماتے ہیں)

سوجب رسول اللہ ﷺ ان دونوں کمالوں میں کامل بلکہ اکمل ہوئے تو پھر آپ کے کمال میں شک کرنا بجز نقصان طبیعت و خرابی فہم متصور نہیں۔ تماشا ہے یا نہیں کہ رستم کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت تو بذریعہ مشاہدہ معاملات مسلم ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کا کمال دونوں کمالوں میں باوجود شہادت معاملات قائل تسلیم نہ ہو بجز اس کے اور کیا فرق ہے کہ حاتم درستم سے وجہ عناد کی کچھ نہیں اور رسول اللہ ﷺ سے بوجہ برہمی دین آباہی اور شوکت دنیوی عناد ہے۔

اگر یہ عناد قائل اعتماد کے ہے تو تمام چور اور قزاق بادشاہان عادل سے غبار رکھتے ہیں اور تمام اطفال بے تمیز معلم اور طبیب اور جراح اور چارہ گر کے دشمن ہوتے ہیں اگر کسی کی دشمنی و عناد کے باعث دوسرے کا برا ہونا ضرور ہو تو بادشاہان عادل سب سے بُرے ہوں اور معلم اور

طبیب اور جراح اور چارہ گر سب سے زیادہ ناکارہ۔ (قبلہ نماس ۱۲، ۱۳)

[نبی کریم ﷺ کے علمی و عملی کمالات میں فوقیت کے بارے میں حضرت کی کچھ عبارتیں گزر بھی چکی ہیں اور کچھ آگے آ رہی ہیں]

(۹) گزشتہ عبارت کے بعد حضرت فرماتے ہیں:

القصة اگر کوئی شخص نبی تھا تو آپ خاتم الانبیاء ہیں اور کوئی ولی تھا تو آپ سردار اولیاء ہیں (قبلہ نماس ۱۳ اسطر ۷، ۷)

[غور کریں کہ حضرت نے دوسرے جملے میں سردار اولیاء کہا خاتم الاولیاء کیوں نہ کہا؟ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اولیاء آپ کے بعد بھی ہوئے اور خدا جانے کب تک ہوں گے مگر انبیاء کرام کا سلسلہ آپ کی آمد پہ ختم ہو گیا]

(۱۰) اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں:

اور (آپ خاتم الانبیاء۔ راقم) کیوں نہ ہوں اعجاز علمی میں آپ کا ممتاز ہونا یعنی نزول قرآنی سے مشرف ہونا اس پر شاہد ہے کہ مراتب کمالات آپ ﷺ پر ختم ہو گئے۔ شرح اس معنی کی یہ ہے کہ تمام صفات کاملہ کا علم پر انتہاء ہے چنانچہ کمالات علمی کا محتاج علم ہونا دلیل ظاہر ہے محبت شوق ارادہ و قدرت و سخاوت شجاعت و حلم، حیا سب علم ہی کے ثمرات ہیں سو جیسے کمال علمی کمال علمی سے بڑھ کر ہے ایسے ہی وہ شخص جو کمال علمی میں اوروں سے بڑھ کر ہو مرتبہ میں بھی اوروں سے بڑھ کر ہو گا مگر کسی کمال میں کسی کا اوروں سے بڑھ کر ہونا اگر معلوم ہوتا ہے تو اس کمال کے اعجاز سے معلوم ہوتا ہے یعنی جیسے مثلاً کسی خوشنویس کے برابر اگر کوئی نہ لکھ سکے تو ہر کسی کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ خوشنویس اپنے فن میں یکتا اور بے نظیر ہے ایسے ہی کمالات علمی اور علمی میں اگر کوئی شخص اوروں کو عاجز کر دے اور تمام اقران و امثال اس کے مقابلہ سے عاجز آ جائیں تو یوں سمجھو کہ وہ شخص ان کمالات میں یکتا اور بے نظیر ہے۔ ایسے ہی کمالات علمی و علمی میں اگر کوئی شخص اوروں کو عاجز کر دے اور تمام اقران و امثال اس کے مقابلہ سے عاجز آ جائیں تو سمجھو کہ وہ شخص ان کمالات میں یکتا اور بے نظیر ہے (قبلہ نماس ۱۳)

[مخط کشیدہ عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کی عظمت شان و علوم مرتب کا واضح الفاظ میں اظہار فرمایا پھر اس کے بعد اس کو عقلی دلیل سے ثابت کیا تا کہ غیر مسلم کو بھی یہ بات سمجھ آ جائے یا کم از کم کوئی غیر مسلم اس عقیدہ پر اعتراض نہ کر سکے]

(۱۱) آگے قرآن کریم کے بمثال ہونے سے ختم نبوت کو ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سو جب ثانی قرآن [یعنی قرآن کی مثل] پہلے کوئی کتاب نہ تھی اور بعد میں دعویٰ کر کے تمام عالم کو عاجز کر دیا تو بشرط فہم و انصاف یہی کہنا پڑے گا کہ نہ پہلے کوئی شخص کمال علمی میں آپ کا ہمسر تھا اور نہ بعد میں کوئی شخص آپ کا ہمتا ہوا [ہمتا کا معنی = برابر، مثل، مانند۔ فیروز اللغات جدید ص ۷۱۸] جب اتنے دنوں میں باوجود دعویٰ اعجاز قرآنی و کثرت حاسدین کسی سے کچھ نہ ہو سکا تو ہر کسی کو یقین ہو گیا کہ آئندہ کیا کوئی مقابلہ کرے گا؟ پھر یہ اعجاز علمی وہ بھی بمقابلہ اولین و آخرین اگر آپ کی خاتمیت اور یکثانی پر دلالت نہیں کرتا تو اور کیا ہے؟ ایسا شخص اگر خاتم النبیین نہیں تو اور کون ہوگا؟ اور ایسا شخص سردار اولین و آخرین نہیں تو اور کون ہوگا؟ (قبلہ نما ص ۱۳ سطر ۲۱ تا ۲۱۶)

[اس عبارت میں خاتمیت سے مراد آخر میں آنا ہے کیونکہ افضلیت کے لئے یکثانی کا لفظ لائے ہیں اور خاتم النبیین سے آخری نبی ہی مراد ہے کیونکہ افضلیت کے لئے سردار اولین و آخرین کا لفظ استعمال کیا ہے]

(۱۲) اس کے بعد نبی کریم ﷺ کا معجزات عملی میں یکثانی ہونا یوں بیان کرتے ہیں:

اہل فہم و انصاف کیلئے تو یہی بس ہے اور نادان کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ۔ اور سنئے باوجود اس اعجاز اور امتیاز کے جس کے بعد اہل فہم کو آپ کی سروری کے اعتقاد کے لئے اور دلیل کی حاجت نہیں۔ کمالات عملی میں بھی آپ یکثانی ہیں اور ان میں بھی کوئی آپ کا ہمتا نہیں۔ ہر چند بعد اعجاز مذکور ان کے ذکر کی کچھ حاجت نہیں مگر چونکہ اعجاز اگر کسی کے کمال پر دلالت کرتا ہے تو بعد اطلاع و علم دلالت کرتا ہے سو جیسے جمالی صورت آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے اور کمال آواز کانوں

سے اس لئے ہر اعجاز کے لئے ایک جدے حاسہ اور جدے کمال کی حاجت ہے اور اس لئے اعجاز علمی کے ادراک اور علم کے لئے کمال عقل و فہم کی حاجت ہے جو آج کل برنگ عنقا جہاں سے مفقود ہے اس لئے اعجازات کمالات عملی بھی بطور (مثتے نمونہ از خروارے) ہزاروں میں سے دو چار عرض کرتا ہوں تاکہ کم عقلوں کے لئے ذریعہ شناخت یکنائی جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات ہوں۔

سنئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بدولت اگر زمین پر رکھے ہوئے ایک پتھر میں سے پانی کے چشمے نکلتے تھے تو کیا ہوا؟ [یعنی نبی کریم ﷺ کے معجزات کے مقابل یہود و نصاریٰ کا اس کو پیش کرنا درست نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ] زمین اور پتھروں سے پانی نکلا ہی کرتا ہے کمال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے نکلتے تھے جس سے لشکر کے لشکر تشنہ کام سیراب ہو جاتے تھے۔ گوشت پوست (سے) پانی کا نکلتا جس سے علاوہ اعجاز آپ کے جسم مبارک کی برکت کو اثر نظر آتا ہے ایسا عجیب ہے کہ اعجاز موسوی کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ خاص کر جب یہ دیکھا جائے کہ وہاں جو کچھ ہوتا تھا بعد ضرب عصا ہوتا تھا جس سے خواہ مخواہ یہی احتمال دل میں کھٹکتا ہے کہ ہونہ ہو ضرب عصا سے پتھر کے مسامات کھل گئے اور نیچے سے پانی آنے لگا غرض اعجاز موسوی مسلم مگر اعجاز محمدی میں جو بات ہے وہ بات کہاں؟ نہ وہ برکت جسمانی نہ وہ کمال اعجاز۔

(۱۳) اس کے بعد ایک اور دلیل یوں دیتے ہیں:

اور سنئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اگر اڑوہا بن گیا اور حضرت عیسیٰ کی دعا سے مردہ زندہ ہو گیا یا گارے سے ایک جانور کی شکل بنا کر خدا کی قدرت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اڑا دیا تو رسول اللہ ﷺ کی پشت مبارک کی مس کی برکت سے کبھی کا سوکھا کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہو کر آپ کے فراق میں اور خدا کے ذکر کی موقوفی کے صدمہ سے چلا یا۔

علیٰ ہذا القیاس پتھروں اور سنگریزوں کے سلام اور شہادت اور تسبیحات حاضرین نے

سنیں اہل فہم کے نزدیک ان اعجازوں کو اس اعجاز سے کیا نسبت؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اگر زندہ ہوا تو اژدہا کی شکل میں آکر زندہ ہوا اور پھر وہی حرکات اس سے سرزد ہوئیں جو اور سانپوں اور اژدہوں سے ہوتی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت سے اگر گارے سے حرکات زندوں کی سرزد ہوئیں تو جیسی سرزد ہوئیں جب وہ گار پرندوں کی شکل میں آلیا۔ آخر زندوں کی شکل کو زندگانی سے کچھ تو علاقہ اور مناسبت ہے جو یہ ملازمت ہے کہ زندگانی زندوں کی شکل سے علیحدہ نہیں پائی جاتی اس صورت میں زندگانی اتنی مستبعد نہیں جتنی اشکال زندگان سے علیحدہ زندگانی مستبعد ہے۔ (قبلہ فرام ۱۴)

(۱۴) مٹی سے پرندے اڑانے کے معجزہ پر فوقیت یوں بتاتے ہیں:

اور پھر آثار زندگانی بھی سرزد ہوئے تو بجز پرواز اور کیا سرزد ہوئے؟ یہ وہ بات ہے جس میں تمام پرندے شریک ہیں مگر سوکھے ستون کی زندگانی اور سنگریزوں کی تسبیح خوانی میں نہ شکل و صورت کا لگاؤ ہے نہ کوئی ایسا براؤ ہے جس میں اور پنجس شریک ہوں یہ وہ باتیں ہیں کہ جمادات بلکہ نباتات و حیوانات تو کیا بنی آدم میں سے کسی کو یہ شرف میسر آتا ہے۔ سوکھے ستون کا فراق نبوی میں رونایا موتونی خطبہ خوانی سے جو اس کے قرب و جوار میں ہوا کرتی تھی چلانا اس محبت خدا اور رسول پر دلالت کرتا ہے جو بعد طے مراحل معرفت میسر آتی ہے۔

کیونکہ محبت کیلئے مرتبہ حق الیقین کی ضرورت ہے اگر علم الیقین یعنی اخبار معتبرہ متواترہ سے محبت پیدا ہوا کرتی تو حضرت یوسف علیہ السلام وغیرہ حسنین گذشتہ کے آج لاکھوں عاشق ہوتے کیونکہ جو شہرہ ان کے حسن و جمال کا اب ہے وہ پہلے کا ہے کو تھا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر بذریعہ عین الیقین مشاہدہ محبت ہوا کرتی تو شروع رغبت شیرینی وغیرہ ماکولات کے لئے چمکھنے اور کھانے کی ضرورت نہ ہوتی فقط مشاہدہ کافی ہوا کرتا۔ انتفاع اور استعمال کی ضرورت خود اس پر شاہد ہے کہ حق الیقین چاہئے۔ حق الیقین اسی انتفاع اور استعمال کو کہتے ہیں۔ باقی حسینوں کی محبت کیلئے فقط دیدار کا کافی ہو جانا جو بظاہر اس دعویٰ کے مخالف نظر آتا ہے بوجہ قلت فہم مخالف نظر آتا ہے

ورنہ یہاں بھی وہی مرتبہ حق الیقین سامان محبت ہے اتنا فرق ہے کہ اور مواقع میں تو آلہ عین الیقین آنکھ ہوتی ہے اور آلہ حق الیقین زیارۃ وغیرہ اور یہاں جو آلہ عین الیقین اور آلہ دیدار ہے وہی آلہ حق الیقین اور ذریعہ استعمال و انتفاع ہے۔ آخر استعمال اور انتفاع میں اس سے زیادہ اور کیا ہوتا ہے کہ جس شے کا استعمال کیا جاوے اس سے لذت حاصل ہو جاوے سو اچھی صورتوں اور اچھی آوازوں کی لذت بھی لذت دیدار اور لذت راگ ہے جو سوائے آنکھ کان کے اور کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی۔ غرض بوجہ اتحاد آلہ عین الیقین اور آلہ حق الیقین یہ شبہہ واقع ہوتا ہے ورنہ یہاں بھی وہی حق الیقین موجب محبت ہے بالجملہ! ستون مذکور کا رونا اس محبت خداوندی اور محبت نبوی پر دلالت کرتا ہے جو بے مرتبہ حق الیقین بہ نسبت ذات و صفات خداوندی و کمالات نبوی متصور نہیں اور ظاہر ہے کہ اس موقعہ خاص میں اس قسم کا یقین بجز کاملان معرفت اور کسی کا میسر نہیں آسکتا۔

[یہ درست ہے کہ حضرت کی یہ عبارات کچھ مشکل ہیں مگر اتنی بھی پیچیدہ نہیں کہ سمجھ ہی نہ آئیں ان کی تسہیل اگر اللہ نے چاہا تو دوسری طبع میں ہو جائیگی یا کتاب ”نبی الانبیاء علیہ السلام“ میں ان شاء اللہ کر دی جائے گی مگر مدارس دینیہ کے طلبہ کو اس سے گھبرانا نہ چاہئے دیکھیں سکول و کالج کا نصاب روز بروز مشکل سے مشکل ہوتا جاتا ہے نئی نئی چیزیں ڈالتے جاتے ہیں اس پر کوئی احتجاج نہیں ہوتا بلکہ نصاب جتنا مشکل ہوتا ہے اس کے پڑھنے پڑھانے والوں کی اتنی قدر بڑھ جاتی ہے۔ اے طلبہ کرام اگر آپ لوگ اپنے نصاب کی قدر نہ کریں گے تو اور کون کرے گا۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر اسی طرح نصاب کی تخفیف اور اس کو برا کہنے کا سلسلہ جاری رہا تو ہمارے فضلاء تفسیر عثمانی کو سمجھنے سے بھی قاصر ہو جائیں گے۔]

(۱۶) ایک اور جگہ فرمایا:

علیٰ ہذا القیاس سگریزوں کی تسبیح و تہلیل میں بھی اسی معرفت علیہ کی طرف اشارہ ہے جو سوائے خاصان خدا بے تعلیم و ارشاد و تلقین ممکن الحصول نہیں اور ظاہر ہے کہ اس تسبیح و تقدیس

کو کسی کی تعلیم کا نتیجہ نہ کہہ سکتے۔ رہا مردوں کا زندہ ہو جانا وہ بھی اعجاز میں گریہ وزاری ستون مذکور اور تسبیح سنگریزہ ہائے مشار الیہا کے برابر نہیں ہو سکتا وجہ اس کی یہ ہے کہ روح علوی اور اس جسم سفلی میں باوجود اس تفاوت زمین و آسمان کے وہ رابطہ ہے جو آہن کو مقناطیس کے ساتھ ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ آنے کے وقت بے ٹکان آ جاتی ہے اور جانے کے وقت بہ دشواری اور بہ مجبوری جاتی ہے اس لئے اگر جبر خارجی ہٹ جائے تو بالضرور پھر وہ اپنی جگہ آ جائے اور اس وجہ سے اس کا آ جانا چنداں مستبعد نہیں معلوم ہوتا جتنا سو کھے درخت اور سنگریزوں میں روح کا آ جانا۔ یہاں پہلے سے روح ہی نہ تھی جو رابطہ مذکور کا احتمال ہوتا اور پھر آ جانا سہل نظر آتا۔ (قبلہ نماص ۱۵، ۱۶)

(۱۷) معجزہ شق قمر کی فوقیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور سنئے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے آفتاب تھوڑی دیر پھر گیا یا بعد غروب پھر ہٹ آیا تو کیا ہوا؟ تعجب تو یہ ہے کہ اشارۂ محمدی سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حرکت سکون ہی کیلئے ہوتی ہے ہر سفر کی انتہاء پر سکون اور حرکت کی تمامی پر قرار عالم میں موجود ہے۔ غرض حرکت بذات خود مطلوب نہیں ہوتی اس لئے دشوار معلوم ہوتی ہے اگر مثل ملاقات احباب وغیرہ مقاصد جس کے لئے حرکات کا اتفاق ہوتا ہے حرکت بھی محبوب و مطلوب ہوا کرتی تو یہ دشواری نہ ہوا کرتی سو حرکت کا مبدل بہ سکون ہو جانا کوئی نئی بات نہیں جو اتنا تعجب ہو۔ خاص کر جب یہ لحاظ کیا جائے کہ آفتاب ساکن ہے اور زمین متحرک جیسے فیثا غورث یونانی اور اس کے معتقدین کی رائے ہے کیونکہ اس صورت میں وہ سکون آفتاب جو بظاہر آفتاب کا سکون معلوم ہوتا تھا درحقیقت زمین کا سکون تھا پھر اس سکون کو اگر کسی نبی کی تاثیر کا نتیجہ کہئے تو اس صورت میں بوجہ قرب بلکہ بوجہ زیر قدم ہونے کے زمین کے جو وقوع تاثیر کیلئے عمدہ ہیئت ہے یہ سکون چنداں لائق استعجاب نہیں جتنا چاند کا پھٹ جانا اول تو چاند وہ بھی اوپر کی طرف پھر مثل حرکت ہیئت اصلیہ کا رہنا دشوار نہیں بلکہ اس زوال حرکت سے بھی زیادہ دشوار۔ بالخصوص جب کہ زوال ہیئت بھی بطور اشتقاق ہو۔

یہ وہ بات کہ بہت سے حکماء اس کے محال ہونے کے قائل ہو گئے اور یہ نسبت زوال حرکت کوئی شخص آج تک استعمال کا قائل نہیں ہوا۔ سو کچھ تو دشواری اور دقت ہوگی جو ان کو یہ خیال پیش آیا مگر چونکہ ان کے مطلب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہیئت کر دی سے بوجہ بساطت بجز حرکت مستدیر بطور اقتضای طبیعت صادر نہیں ہو سکتی اور انشفاق کیلئے حرکت مستقیم کا اجزاء کے لئے ہونا ضرور ہے تو اگر بوجہ قسری قاصر یعنی زور بخارجی انشفاق واقع ہو جائے تو ان کے قول کے مخالف نہ ہوگا۔

سوال اسلام بھی اگر قائل ہیں تو انشفاق قسری کے قائل ہیں انشفاق طبعی کے قائل نہیں ورنہ اعجازی کیا ہوتا؟ اعجاز خود خرق عادت کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مخالفت طبیعت میں اول درجہ کی خرق عادت ہے اور پھر مخالفت طبیعت بھی ایسی کہ کسی طرح کسی سبب طبعی پر انطباق کا احتمال ہی نہیں۔

اگر انشقاق آفتاب ہوتا تو یہ بھی احتمال تھا کہ بوجہ شدت حرارت ایسی طرح دوکڑے ہو گئے ہیں جیسے برتن آگ پر ترقق جایا کرتا ہے بلکہ چاند نے میں رطوبات بدنی کی ترقی اور دریائے شور کا دور دور تک بڑھ جانا اس طرف مشیر ہے کہ چاندنی کا مزاج اگر بالفرض حار ہے تو رطب ہے جسے اس ترقق جانے کا احتمال باوجود حرارت بھی عقل سے کوسوں دور چلا جاتا ہے ان تینوں اعجاز کے دیکھنے کے بعد باوجود حقیقت شناسی اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ معجزات عملی میں بھی رسول اللہ ﷺ کا نمبر اول تھا (قبلہ نصاب ۱۶ سطر ۲۳، ۲۵)

(۱۸) اس کے بطور خلاصہ کے فرمایا:

کیونکہ اعجاز عملی کی دو قسمیں ہیں ایک ایجاد دوسرا افساد۔ سو افساد اس سے بڑھ کر نہیں کہ فلکیات میں انشفاق واقع ہوا اور وہ بھی قمر میں اور ایجاد میں ایجاد روحانی ہو تو اس سے بڑھ کر نہیں کہ جمادات میں معرفت اور محبت خدا اور رسول خدا آئے اور ایجاد جسمانی ہو تو اس سے بڑھ کر نہیں کہ گوشت پوست سے پانی کے چشمے بہ جائیں۔ (قبلہ نماص ۱۶، ۱۷)

(۱۹) ہنود کی کتابوں سے معجزات کے ساتھ نقائل نہ کرنے کی وجہ یوں بیان فرمائی:

ہماری اس تحریر میں فقط انبیاءِ یہود و نصاریٰ کے ایجادوں پر تعجیز ہائے محمدی کی فضیلت ثابت ہوئی پر تعجیز ہائے بزرگان ہندو پر ان کی فضیلت ثابت نہیں کی گئی وجہ اس کی یہ نہیں کہ ان کی نسبت فضیلت حاصل نہیں بلکہ دو وجہ سے انکا ذکر کرنا مناسب نہیں اول تو تاریخ ہندو کسی مؤرخ کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ سارے جہان کے مؤرخ تو اس طرف کہ بنی آدم کے ظہور کو چند ہزار برس ہوئے اور علماء ہندو لاکھوں برس کا حساب و کتاب بتلائیں بلکہ اس بات میں اس قدر اختلاف کہ کیا کہئے۔ کہیں سے یہ ثابت کہ عالم حادث ہے اور کہیں یہ مذکور کہ عالم قدیم ہے اس لئے مشتبہ نمونہ از خردوارے سمجھ کر ان کا ذکر بحث علمی کے لائق نہ نظر آیا۔ دوسرے اکثر خوارق جن کے ذکر کرنے کی اس موقع میں ضرورت تھی ایسی فحش آمیز کہ ان کے ذکر کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ (قبلہ نماس ۱۷)

﴿ردقائیت پر کام کرنے والوں کیلئے لمحہ فکر﴾

[ردقادیانیت پر کام کرنے والے اس نکتے پر غور کریں قادیانی کے کام بہت سے ایسے ہیں جن کے فحش ہونے کی وجہ سے ان کو تقریر و تحریر میں نہ لانا چاہئے خاص طور پر اس کی خدمت کرنے والیوں کے نام زینب یا عائشہ کا سوچ سمجھ کر ذکر کیا جائے۔ شواہد ختم نبوت اور آیات ختم نبوت وغیرہ کتابوں میں ان شاء اللہ ایسا مواد نہ دیا جائے گا۔ ایسی باتوں کا ذکر عورتوں بچوں میں فتنے کے باعث ہے نیز ان کو بیان کرنے کیلئے بڑے حوصلے کی ضرورت ہے]

(۱۹) بزرگان ہندو کے قابل ذکر معجزات سے تقابل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

البتہ بعض وقائع کے ذکر اجمالی میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا۔ نزول آفتاب و قمر و امتداد شب میں تو تبدل حرکت ہے یا موتوفی حرکت، سوان دونوں پر انشقاق کی فوقیت تو پہلے ہی ثابت ہو چکی ہے۔ باہمہ انشقاق میں تبدل حرکت بھی موجود۔ اگر دونوں ٹکڑوں کو متحرک مانئے تب تو کیا کہنے ورنہ ایک ٹکڑے کی حرکت میں بھی یہ بات ظاہر ہے البتہ بروایت مہا بھارت

بسوامتر کے زمانہ میں انشقاق قمر کا پتہ چلتا ہے مگر نہ مؤلف مہابھارت وغیرہ علماء تاریخ ہنود جو انشقاق کو بسوامتر کی طرف منسوب کرتے ہیں معاصر بسوامتر جو ان کا مشاہدہ سمجھا جائے اور نہ مؤلف مہابھارت سے لیکر بسوامتر تک قطعاً سلسلہ روایت معدوم ہے (یہاں عبارت واضح نہیں ہے شاید عبارت یوں ہو: اور نہ مؤلف مہابھارت سے لیکر بسوامتر تک کہ سلسلہ روایت متصل بلکہ سلسلہ روایت قطعاً معدوم ہے۔ راقم) اس لئے وہ تو کسی طرح اہل عقل کے لئے لائق اعتبار نہیں۔ اور دعویٰ اہل اسلام بوجہ اتصال سند و تواتر بروایت کسی طرح قابل انکار نہیں بلکہ روایت ہنود کے بے سرو پا ہونے سے جس پر قصہ نزول آفتاب اور نزول قمر اور گنگا کا آسمان سے آنا اور چنبل کا راجہ انگ پست کی دیگ کے دھون کے پانی سے جاری ہونا اور سوا اس کے اور قصے واجب الانکار دلالت کرتے ہیں یوں سمجھ میں آتا ہے کہ مورخان ہنود نے اس اعجاز احمدی کو بسوامتر کی طرف منسوب کر دیا ہے اور چونکہ مورخان بے اعتبار صد ہا واقع میں ایسا کر چکے ہیں کہ تھوڑے دنوں کی بات ہوتی ہے اور زمانہ دراز کی بتلاتے ہیں چنانچہ آفریش کا سلسلہ لاکھوں برس کا قصہ بلکہ بعض تو قدیم بتلاتے ہیں تو اگر واقعہ زمانہ محمدی کو بھی پیچھے ہٹا کر بسوامتر تک پہنچادیں تو ان سے بعید نہیں اعجاز کا معاملہ ہے اگر ان سے یہ اعجاز ہو جائے کہ پہلے زمانہ کی بات پچھلے زمانہ میں چلی جائے تو کیا بیجا ہے۔ علاوہ بریں کسی روایت متواترہ سے یہ ثابت نہیں کہ مہابھارت کس زمانہ میں تالیف ہوئی ہاں جب یہ لحاظ کیا جائے کہ باتفاق ہنود بید اور لہنکھد سب کتابوں کی نسبت پرانی ہے اور لہنکھدوں میں شکر اچارج کا قصہ اور ان کا تفسیر کرنا اقوال بید کو مذکور ہے اور شکر اچارج کو کل پانسو چھ برس گزرے ہیں تو یوں یقین ہو جاتا ہے کہ مہابھارت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے پہلے کی کتاب نہیں جو یوں یقین ہو جائے کہ مہابھارت میں جس انشقاق کا ذکر ہے وہ اور انشقاق ہے یہ انشقاق نہیں جو زمانہ محمدی میں واقع ہوا، کیونکہ اس صورت میں بید اور لہنکھدوں کی عمر بھی پانسو چھ سو سے کم ہی ہوگی۔ مہابھارت جو باتفاق ہنود ان کے بھی بعد ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے پیشتر کی کیونکر ہو سکتی ہے۔ علاوہ بریں ہم نے مانا وہ انشقاق غیر

اشفاق زمانہ محمدی تھا لیکن کتب ہنود میں اس کی تصریح نہیں کہ اشفاق میں بسوا متری کا شیر کو کچھ دخل تھا اس صورت میں یہ بھی احتمال ہے کہ بعد اشفاق دونوں لکڑوں کا مل جانا بسوا متری دعا سے ہوا ہو۔ سول جانا اتنا مستبعد نہیں جتنا پھٹ جانا کیونکہ اجزاء کا ارتباط سابق اگر باعث انجذاب ہو جائے تو چنداں بعید نہیں پر پھٹ جانے کے لئے سوائے تاثیر خارجی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ باقی کسی کے بدن پر بکثرت فرجوں کا پیدا ہو جانا اگر ہے تو از قسم تغیر و تبدل بیت جسم ہے تبدیل حقیقت ہوتا تب بھی اس تبدیل حقیقت کے برابر نہیں ہو سکتا کہ جمادات اعلیٰ درجہ کے بنی آدم اور فرشتوں کے برابر ہو جائیں۔ (قبلہ نمائے ۱۸، ۱۷)

[مقصد یہ ہے کہ ہندوؤں کے بزرگوں کے معجزات کا اول تو ثبوت قطعی نہیں اور اگر ثابت ہو ہی جائیں تو بھی کسی طرح نبی کریم ﷺ کے معجزات کے برابر نہیں ہو سکتے واللہ الحمد علیٰ ذلک]

(۲۰) پنڈت دیانند سرتی کے اعتراضات کے جوابات:

معجزات میں افضلیت محمدی ثابت کرنے کے بعد حضرت فرماتے ہیں:

اب دو باتیں قابل لحاظ باقی ہیں اول تو جیسا کہ سنا ہے پنڈت دیانند صاحب فرماتے ہیں کہ وقوع خرق عادت ہی بروئے عقل قابل قبول نہیں۔ دوسرے اور واقعہ بھی نہیں تو در صورت اشفاق قمر تو ضرور ہی تواریخ عالم میں مرقوم ہوتا (پنڈت کا مقصد یہ کہ اول تو معجزات ممکن نہیں دوسرے اگر ممکن ہوں تو معجزہ شق قمر واقع نہیں کیونکہ اگر واقع ہوتا تو دنیا کی تاریخ میں اس کا ذکر ہوتا۔ حضرت نانوتویؒ پنڈت کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں) سو اول کا جواب تو یہ ہے کہ تمام عالم وقوع خوارق پر متفق، ہر مذہب والے اپنے بزرگوں سے خوارق نقل کرتے ہیں اگر بالفرض کوئی خاص واقعہ غلط بھی ہو تو قدر مشترک تو واجب التسليم ہی ہوگی ورنہ ایسی اتفاقی خبریں بھی غلط ہوا کریں تو خبروں کے ذریعہ سے کوئی بات تصدیق نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی مذہب قابل تسلیم ہو سکتا ہے (قبلہ نمائے ۸)

(۲۱) پنڈت کے اعتراض کا دوسرا جواب:

علاوہ بریں اگر خوارق کا ہونا ممکن نہیں تو سب میں بڑھ کر خرق عادت یہ ہے کہ خدا کسی سے کلام کرے یا کسی کے پاس پیام بھیجے اس لئے چنڈت صاحب کا مذہب تو ان کے طور بھی غلط ہوگا اور اسے بھی جانے دیجئے جب گفتگو عقل کے قبول کرنے میں ہے تو عقل ہی سے پوچھ دیکھئے عقل سلیم اس پر شاہد ہے کہ جیسے مخلوقات میں باہم فرق کی بیشی علم و قدرت و طاقت ہے خالق و مخلوق میں بھی یہ فرق ہونا چاہئے بلکہ جب باوجود اشتراک مخلوقیت یہ فرق ہے تو فرق خالقیت اور مخلوقیت پر تو یہ فرق بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے، (قبلہ نماس ۱۸، ۱۹)

(۲۲) خرق عادت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سوجو بات خدا سے ہو سکے اور بندوں سے نہ ہو سکے (۱) ہم اسی کو خرق عادت کہتے ہیں بشرطیکہ کسی مخلوق کا اس میں واسطہ ہو۔ باقی رہی صورت واسطہ وہ یہ ہے کہ جیسے ذخیرہ علم تدبیر بادشاہ کے ہاں و زرائع دار ہوتے ہیں ایسے ہی سامان قدرت تسخیر لشکر جبار مگر چونکہ نفاذ تدبیر کیلئے سامان تسخیر کی ضرورت ہوتی ہے تو وزراء اور گورنروں اور لفطنوں کی اردلی میں لشکر کا رہنا ضرور ہوا۔ سو خدا تعالیٰ کے دین کی ترقی کے مخزن علوم تدبیر تو انبیاء اور اولیاء ہوتے ہیں ان کی اردلی میں کسی قدر امداد قدرت ضرور چاہئے تاکہ ایک دو واقعہ قدرت نما سے سب سرکشوں کی آنکھیں کھل جائیں۔ (قبلہ نماس ۱۹)

(۲۳) صحیح روایت میں اسلام کی فوقیت:

اس کے بعد نقل روایت میں اسلام کی فوقیت ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اب گزارش یہ ہے کہ جو شخص اتنی بات سمجھ جائے گا وہ بشرط صحیح روایت زمانہ گذشتہ کے خوارق کا

(۱) معلوم ہوا کہ معجزہ، کرامت اللہ کا کام ہوتا ہے نبی اور ولی کے ہاتھ صادر ہوتا ہے مزید بحث

کیلئے دیکھئے شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی کتاب راہ ہدایت اور اس عاجز کی کتاب اساس المنطق

انکار نہیں کر سکتا ہاں جو شخص فہم ہی سے عاری ہودہ جو چاہے سو کہے مگر یہ بھی اہل انصاف کو معلوم ہوگا اور نہ ہوگا تو بعد تجسس و تفقہ معلوم ہو جائے گا کہ صحتِ روایتِ دینیات میں کوئی شخص دعویٰ ہمسری اہل اسلام نہیں کر سکتا بالخصوص واقعہ انشقاقِ قمر تو کسی طرح قابلِ انکار ہی نہیں۔ علاوہ احادیث صحیحہ قرآن میں اس اعجاز کا ذکر ہے [اس معجزے کا ذکر قرآن پاک سورۃ القمر نیز بخاری ج ۲ ص ۷۲ میں موجود ہے] اور سب جانتے ہیں کہ کوئی خبر اور کوئی کتاب اعتبار میں قرآن کے ہم پلہ نہیں اور کیونکر ہوا ابتداء اسلام سے آج تک ہر قرن میں قرآن کے لاکھوں حافظ موجود رہے ہیں ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف اس کا اول سے آخر تک آج تک محفوظ چلا آتا ہے واؤ اور فا اور یاء اور تاء وغیرہ حروف متحد المعانی اور قریب المعانی میں بھی آج تک اتفاق خلط ملط نہیں ہوا۔ نماز میں اگر بوجہ سبقت لسانی کسی کے منہ سے اس قسم کی تغیر و تبدیلی ہو جاتی ہے تو اول تو پڑھنے والا خود لوٹا تا ہے اور اگر کسی دھیان میں اس کو دھیان نہ آیا تو سننے والے متنبہ کر کے پھر ہٹوا دیتے ہیں۔ یہ اہتمام کوئی بتلائے تو سہی کس کے یہاں کس کتاب میں ہے اس کے بعد اس وجہ سے اس کے وقوع میں متاثر ہونا کہ تواریخ میں اس کا ذکر نہیں اور ملک والے اس کے شاہد نہیں اہل عقل و انصاف سے بعید ہے باوجود صحت و تواتر روایت خارجی شبہات کی وجہ سے متاثر ہونا ایسا ہے جیسے باوجود مشاہدہ طلوع و غروب گھڑی گھنٹوں کی وجہ سے طلوع و غروب میں تاثر کرنا۔ (قبلہ نما ص ۱۹)

(۲۴) بزرگانِ ہندو کے معجزات بھی تاریخ میں مذکور نہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

ہائیمہ موافق کتب ہندو اول تو انشقاقِ قمر کے لئے ان کو بھی یہ نشان بتلانا چاہئے بسوا متر کے زمانہ کا انشقاق کوئی تاریخ میں مرقوم ہے نزولِ آفتاب و ماہ و امتدادِ شب تا مقدارِ ششماہ زیادہ تر شہرت اور کتابت کے قابل ہے وہ کوئی تاریخ میں مرقوم ہیں؟ (قبلہ نما ص ۱۹)

(۲۵) انشقاقِ قمر کے عام کتب تاریخ میں مذکور نہ ہونے کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں:

انشقاقِ قمر زمانہ نبوی ﷺ ایسے وقت میں ہوا کہ وہاں سے چاند اُفق سے کچھ تھوڑا ہی

اٹھا تھا کوہ حرا جو چنداں بلند نہیں وقت اشتقاق دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں معلوم ہوتا تھا اس وقت ملک ہند میں تو، رات قریب نصف کے آئی ہوگی اور ممالک مغرب میں اس وقت طلوع کی نوبت ہی نہ آئی ہوگی باہنہ شب کا واقعہ تھوڑی دیر کا قصہ اور ممالک مشرقی میں سونے کا وقت اور جاڑے کا موسم فرض کیجئے تو ہر کوئی اپنے گھر کے کونے میں رضائی اور لحاف میں ہاتھ منہ لپیٹے ہوئے ایسا مست خواب کہ اپنی بھی خبر نہیں اور اگر کوئی کسی وجہ سے جاگتا بھی ہو تو آسمان اور چاند سے کیا مطلب جو خواہ مخواہ ادھر کو نظر لڑانے بیٹھے پھر گرد و غبار اور ابرو کھسار اور دھان و بخار کا بیج میں ہونا اس سے علاوہ رہا۔ (قبلہ نماص ۱۹، ۲۰)

(۲۶) تاریخ فرشتہ میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

باہنہ تاریخ فرشتہ (۱) میں رانا اودھے پور کا اس واقعہ کو مشاہدہ کرنا مرقوم ہے۔ رہا ممالک جنوبی و شمالی میں اس واقعہ کی اطلاع کا ہونا نہ ہونا اس کی یہ کیفیت کہ اگر جاڑے کے موسم اور گرد و غبار اور ابرو کھسار وغیرہ امور سے قطع نظر بھی کیجئے تو وہاں حالت اشتقاق میں بھی قمر اتنا ہی نظر آیا ہوگا جتنا حالت اصلی میں یعنی جیسا اور شبوں میں بایں وجہ کہ کرہ ہمیشہ نصف سے کم نظر آیا کرتا ہے اس شب میں بھی نصف سے کم نظر آیا ہوگا ورنہ مخروط نگاہ کو نصف یا نصف سے زائد متصل مانا جائے تو یہ قاعدہ مسلمہ غلط ہو جائے گا کہ خط ضلع زاویہ مخروط کرہ کے نصف سے ورے مماس ہوا کرتا ہے اور جب یہ ٹھہری تو پھر اکثر ممالک جنوبی و شمالی میں ایک نصف دوسرے نصف کی آڑ میں آگیا ہوگا اور اس وجہ سے ان لوگوں کو اشتقاق قمری کی اطلاع نہ ہوئی ہوگی۔ رہا ملک عرب و دیگر ممالک قریبہ ان میں اول تو تاریخ نویسی کا اہتمام نہ تھا اور کسی کو خیال ہوتا بھی ہو تو عداوت مذہبی مانع تحریر تھی۔ علاوہ بریں ایک واقعہ کیلئے تو کوئی شخص تاریخ لکھا بھی نہیں کرتا موضوع تحریر اکثر معاملات سلاطین و دیگر اکابر ہوا کرتے ہیں اس کے ساتھ اس زمانہ کے وقائع عجیبہ بھی موجد مرقوم

ہو جاتے ہیں مگر چونکہ مورخ اول اکثر خیر اندیش سلاطین و اکابر زمانہ کا ہوا کرتا ہے اس لئے ایسے وقائع کی تحریر کی امید بجز موافقین و معتقدین زیبا نہیں۔ (قبلہ نماص ۲۰)

(۲۷) رسول اللہ ﷺ کی افضلیت کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس تحقیق کے بعد اہل فہم کو تو ان شاء اللہ مجال دم زدن باقی نہ رہے گی اور رسول اللہ ﷺ کی سردری و افضلیت (۱) میں کچھ تامل نہ رہے گا کیونکہ کوئی حجت عقلی و نقلی اس مقام میں پیش کرنے کے قابل نہیں ہاں ناحق کی حجتوں کا کچھ جواب نہیں موافق مصرعہ مشہور (جواب جاہلاں باشد نموشی) جاہلان کم فہم کے مقابلہ میں ہمیں چپ ہونا پڑے گا بالجملہ بشرط فہم رسول اللہ ﷺ کی رسالت واجب التسلیم اور اس لئے استقبال کعبہ جس کی نسبت اس قرآن میں حکم ہے جو ان کے واسطے سے خدا کی طرف سے آیا ہے قابل اعتراض نہیں اور بت پرستی جس کی نسبت کسی آسمانی کتاب میں حکم نہیں اس کے برابر بروئے عقل ہرگز نہیں ہو سکتی ہاں عقل ہی نہ ہو تو خدا پرستی اور بت پرستی دونوں برابر ہیں۔ (قبلہ نماص ۲۰)

(۲۸) ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

القصة اُس در دولت [خانہ کعبہ] تک سوائے حبیب رب العالمین خاتم الانبیاء ﷺ بالا صالت کسی اور کو اجازت نہ ہوئی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ علیٰ مینا الصلوٰۃ والسلام جو بنی آدم میں سے بانی اول کعبہ ہیں اگر اول بار یاب ہوئے تو وہ بار یاب ہونا ایسا تھا کہ وقت تعمیر عشرت کدہ جو طاقات یاران خاص و ہمدان باختصاص کے لئے بنایا جاتا ہے یاران خاص سے پہلے معمار اور مہتممان تعمیر اس میں آتے جاتے ہیں اور سوا اُن کے اور کوئی آیا تو کیا ہو؟ کوچہ دلا رام عالم فریب میں کون نہیں آتا مگر بلا یا وہی جاتا ہے جس کیلئے عشرت کدہ خاص بنایا جاتا ہے (قبلہ نماص ۷۲)

(۱) اس عبارت میں حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کی افضلیت کو ذکر کیا ہے اور اسی کو دوسری جگہ خاتمیت ربی سے تعبیر کیا ہے اور اس سے خاتمیت زمانی پر استدلال کیا ہے]

(۲۹) پہلے دعویٰ کیا کہ خانہ کعبہ آخری نبی کے ساتھ خاص ہے اب اس کی دلیل دیتے ہیں؛

اب رہی یہ بات کہ یہ کیونکر کہئے کہ یہ گھربالا صالت حضرت خاتم النبیین ﷺ کی حاضری کیلئے ہی بنایا گیا ہے (۱) ان کی امت بمنزلہ خدام امراء اُن کے طفیل میں وہاں پہنچے اور اُن سے پہلے جو آیا سوائے شوق میں آیا حسب الطلب نہیں آیا اس کا جواب یہ ہے کہ معبود کو عابد چاہئے مگر جتنا کمال اُدھر ہوگا اتنا ہی اُدھر کا کمال مطلوب ہوگا مگر عبودیت کیلئے کمال علمی اور کمال عملی کی ایسی طرح ضرورت ہے جیسے طائر کو دونوں پروں کی ضرورت ہوتی ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے یعنی عبودیت خشوع و خضوع دلی کے ساتھ انقیاد ظاہر و باطن کا نام ہے سو اُولئِکُم تَتَّقُونَ تو اُس علم جلال و جمال ذوالجلال کی حاجت بے علم مذکور انقیاد مذکور محال، دوسرے مبادی انقیاد یعنی اخلاق حمیدہ کی ضرورت جو مبداء اعمال اطاعت ہوتی ہیں ورنہ در صورت فقدان اخلاق حمیدہ انقیاد مذکور ایک خواب و خیال ہے کیونکہ اطاعت و انقیاد قوت عملی کا کام ہے اور اخلاق مذکورہ اس کی شاخیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو فعل اختیاری صادر ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی خُلق سے تعلق رکھتا ہے داد و دہش سخاوت سے متعلق ہے اور معرکہ آرائی شجاعت سے مربوط علیٰ ہذا القیاس کسی عمل کو حیا کا ثمرہ کہئے کسی کو حلم کا نتیجہ کہیں بخل و جبن کا ظہور ہے اور کہیں بے حیائی اور غضب کا اثر ہے۔

(۱) حضرت کی ان عبارت سے پتہ چلا کہ استقبال کعبہ بھی ختم نبوت کی ایک دلیل ہے اور یہ حقیقت ہے علماء تفسیر لکھتے ہیں کہ پہلی کتابوں میں تھا کہ آخری نبی دو قبلوں والے ہوں گے ان کا دوسرا قبلہ خانہ کعبہ ہوگا (تفسیر عثمانی ص ۲۹ ف ۱۰) اس لئے جو شخص حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتا وہ اہل قبلہ سے نہیں اور اس کو اس کعبہ کی طرف رخ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ نہ اس کا عبادت خانہ ہمارے کعبہ کی طرف ہو اور نہ اس کی قبر۔ بلکہ قبر میں اس کے رخ کو قبلہ کی جانب سے پھیر دیا جائے۔ مزید تفصیلات کیلئے دیکھئے راقم کی کتابیں شواہد ختم النبوة من سيرة صاحب النبوة ص ۱۱، آیات ختم نبوت ص ۲۰ نیز ص ۲۹۹ تا ص ۱۱۲

بالجملہ کوئی عمل اختیاری ہے تو وسط اخلاق صادر نہیں ہوتا اس لئے جیسے عبودیت کو علم مذکور کی ضرورت ہے ایسے ہی کمال اخلاق حمیدہ کی حاجت۔ سو علم تو اس سے زیادہ متصور نہیں (۱) کہ خاتم صفات حاکمہ سے مستفید ہو یعنی درگاہ علمی خداوندی کا تربیت یافتہ اور دست گرفتہ ہو سو اس کو ہم خاتم النبیین کہتے ہیں۔ (قبلہ نماس ۷۲)

(۳۰) اب خاتمیت کی عقلی وجہ بیان کرتے ہیں:

اور وجہ خاتمیت کی یہ ہے کہ وہ علم خداوندی سے بے واسطہ مستفید ہے اور علم پر صفات حاکمہ کا اختتام ہے اور کیوں نہ ہو ارادہ و قدرت کسی چیز کے ساتھ جب تک متعلق نہیں ہو سکتی جیتک علم اس سے متعلق نہ ہو چکے اور علم کے لئے کسی اور کے تعلق کی ضرورت نہیں علم سے اوپر کوئی ایسی صفت نہیں جس کو اپنے تعلق کیلئے سوائے موصوف کوئی اور یعنی مفعول درکار ہو اور اُس کے نیچے جس قدر صفات مثل محبت مشیت ارادہ قدرت ہیں وہ بسا اوقات کسی مفعول سے متعلق ہونے نہیں پاتے اور علم ان سے متعلق ہوتا ہے سو جو شخص بذات خود صفت علمی خداوندی سے مستفید ہو اور سوا اُس کے اور سب علم میں اُس کے سامنے ایسے ہوں جیسے آفتاب کے سامنے قمر و اکاب و آئینہ و ذرات جیسے یہ سب نور میں آفتاب سے مستفید ہیں گو مُسَوَّرَات سب کے جدا جدا ہوں ایسے ہی اور سب علم میں اس سے مستفید ہوں گو معلومات میں اس سے علاقہ نہ ہو (۲) وہ شخص خاتم النبیین

(۱) اس عبارت میں حضرت نے آپ کی افضلیت اور ختم نبوت کا واضح الفاظ میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ اللہ نے آپ کو ایسا علم دیا جس سے اوپر بندے کیلئے ممکن نہیں وہ یہ کہ بے واسطہ علم خداوندی سے مستفید ہو جیسا کہ اگلی عبارت میں تصریح ہے یاد رہے کہ تحذیر الناس میں بھی ایک مقام پر ہے جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو لیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا چلے؟ تحذیر الناس طبع گوجرانوالہ ص ۶۵) اس کے سمجھنے میں اس عبارت سے مدد ملتی ہے۔

(۲) تحذیر الناس میں ہے کہ عالم حقیقی رسول اللہ ﷺ ہیں اور انبیاء باقی (باقی اگلے صفحہ پر)

ہوگا اور سوا اس کے اور انبیاء اُس کے تابع اور رتبہ میں اُس سے کم۔ (قبلہ نماص ۷۲، ۷۳)

(۳۱) انبیاء کرام علیہم السلام کو نائب خداوند ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کیونکہ جیسے حاکم کا کام اجراء احکام ہوتا ہے بنی آدم کا کام تعلیم احکام خداوند ملک علام۔ اور ظاہر ہے کہ تعلیم بے علم متصور نہیں سو جیسے حاکم بالادست مرتبہ حکومت میں اول ہوتا ہے گو اس کے حکم کی نوبت وقت مرافعہ آخر میں آئے ایسے ہی مبداء علوم اور مصدر کمالات علمیہ رتبہ میں اور سب سے اول ہوگا گو وقت تعلیم اُس کے علوم دقیقہ کی نوبت بعد میں آئے پھر جب یہ لحاظ کیا جائے کہ حکومت بے علم احکام متصور ہی نہیں اور اس لئے حکومت علماء ہی کا کام ہے تو انبیاء کو حکام اور نائب خداوند ملک علام کہنا پڑے گا (قبلہ نماص ۷۳)

(۳۲) اعلیٰ نبی ﷺ کو آخر میں لانے کی وجہ یوں بتاتے ہیں:

چونکہ خدا تک بے واسطہ کسی کو رسائی نہیں جو نبی مرتبہ میں سب سے اول ہوگا اس کا دین یعنی احکام اعتبار زمانہ سب سے آخر ہیں گے کیونکہ ہنگام مرافعہ جو موقع نسخ حکم حاکم ماتحت ہوتا ہے حاکم بالادست کے حکم کی نوبت آخر میں آتی ہے غرض اس وجہ سے مصدر علوم کے احکام اور علوم تک نوبت بعد میں آئے گی اور اس طور اس کے دین کا بہ نسبت اور ادیان ناسخ ہونا ظہور میں آئے گا (قبلہ نماص ۷۳)

[اس عبارت میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کو ایک تو مرتبہ میں سب سے اول کہا دوسرے اول ہونے کی وجہ سے آپ کو سب سے آخری مانا تیسرے آپ کے دین کو پہلے ادیان کا ناسخ بتایا]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل اگر عالم بین تو بالعرض ہیں (دیکھئے ص ۴۶ طبع گوجرانوالہ) قبلہ نما کی اس عبارت سے وضاحت ہوگئی کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دیگر انبیاء یا اولیاء یا علماء کو جو کچھ معلوم ہوگا رسول اللہ ﷺ کو ضرور معلوم ہوگا جس سے نبی ﷺ کیلئے علم غیب کا عقیدہ مانا جائے بلکہ علمی قابلیت اور صلاحیت کا فرق ہے۔ رہا علم غیب تو وہ صرف اللہ کی صفت ہے۔

[یاد رکھیں اللہ کے حکموں کو جاننے کے لئے واسطوں کی ضرورت ہے صحابہ کرام کے لئے نبی کریم ﷺ واسطہ تھے تابعین کو نبی ﷺ کے بعد صحابہ کے واسطے کی بھی ضرورت پیش آئی ہمیں قرآن و حدیث کو جاننے کے لئے اپنے سے لے کر نبی ﷺ تک تمام واسطوں کی بھی ضرورت ہے اللہ سے مانگنے اور اس کی عبادت کرنے میں کسی واسطے کی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ جیسے انبیاء اولیاء کی دعائیں سنتا ہے گناہ گاروں کی بھی سنتا ہے ہاں نیک بندوں سے دعا کی درخواست جائز ہے مگر یہ عقیدہ ہرگز نہ ہو کہ ان کے بغیر اللہ تعالیٰ میری فریاد سنے گا ہی نہیں]

(۳۳) نسخ کے شیعہ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

باقی شبہ امتناع نسخ جو احکام خداوندی میں اس وجہ سے پیش آتا ہے کہ اس صورت میں خدا کی طرف غلط فہمی کا وہم ہوگا تو یہ شبہ مشاہدہ کیفیت اختلاف منفعج و مسہل سے دفع ہو سکتا ہے۔ غرض اختلاف احکام سابقہ و لاحقہ کو یہی ضرور نہیں کہ اولیٰ حکم میں غلطی ہی ہو۔ بالجملہ جیسے تجلی کا محبوبیت رتبہ میں تجلی گاہ حکومت سے اول ہے ایسے ہی قبلہ اول کے استقبال [یعنی ادھر رخ کرنے] کے لئے بھی اول ہی درجہ کا نبی اور اول ہی درجہ کی امت چاہئے مگر ایسا نبی سوائے خاتم النبیین اور ایسی امت سوائے خاتم النبیین ﷺ اور کوئی نہیں (قبلہ نمائے ۷۳)

[دیکھئے اس عبارت میں حضرت نے کتنے واضح الفاظ میں نبی کریم ﷺ کو سب انبیاء سے افضل اور آخری نبی اور امت محمدیہ کو سب امت سے اعلیٰ اور آخری امت مانا ہے]

(۳۴) آپ کی خاتمیت کی ایک اور دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وجہ اس کی یہ ہے کہ قافلہ انبیاء ایک قافلہ سفارت ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو پیغامبر اور رسول کہتے ہیں اور وجہ اس کہنے کی یہی ہوتی ہے کہ وہ پیغام خداوندی پہنچاتے ہیں اور احکام خداوندی ہی لاتے ہیں مگر جب قافلہ انبیاء کو قافلہ سفارت کہا تو لا جرم اُن میں سے ایک کوئی قافلہ سالار ہوگا اول تو ایسے قافلوں میں ایک کا قافلہ سالار ہونا ہی ظاہر ہے۔

دوسرے سفارت اور نبوت ایک وصف ہے اور اوصاف کی کل دو قسمیں ہیں ایک تو وہ

جو مخلوق کے حق میں خانہ زاد ہو [یعنی اپنی ہو چنانچہ آگے وضاحت کرتے ہیں کہ] عطاء غیر نہ ہو دوسرے وہ جو موصوف کے حق میں عطاء غیر ہو مگر ظاہر ہے کہ عطاء غیر کیلئے اول اس غیر کی ضرورت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ غیر اس وصف کا موصوف ہی ہوگا ورنہ تحقق اوصاف بے تحقق موصوف لازم آئے گا لیکن جب اُس کو موصوف مانا اور اس کا وصف اس کے حق میں عطاء غیر نہیں تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ غیر [جو ہے وہ] مصدر وصف ہے اور وہ وصف اس سے صادر نہیں [اس غیر سے صادر ہوا ہے] چنانچہ مشاہدہ کیفیت نور زمین سے جیسے یہ روشن ہے کہ اُس کا نور عطائے آفتاب ہے مشاہدہ کیفیت آفتاب سے یہ ظاہر ہے کہ اُس کا نور اُسی کا خانہ زاد [یعنی اپنا ہے] اور اُسی [آفتاب] سے صادر ہوا ہے ورنہ بالبداهہ کسی اور ہی کا فیض کہنا پڑے گا مگر یہ تقسیم ہے یعنی ایک وصف کسی میں بالذات ہوتا ہے کسی میں عطا غیر [تو پھر در صورت تعدد موصوفات و وصف واحد] یعنی ایک وصف کے ساتھ کئی موصوف ہوں جیسے روشنی ایک وصف ہے اس کے ساتھ سوزج بھی موصوف ہے اور دن کے وقت زمین بھی [یہ تو ممکن نہیں کہ سب میں عطاء غیر ہو] یعنی کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کو اللہ نے اس وصف کو مصدر بنایا ہو [کیونکہ اس صورت میں عطاء غیر کا تحقق بے تحقق غیر لازم آئے گا] یعنی جب کوئی مخلوق اس کے ساتھ بالذات موصوف نہیں تو دوسروں میں یہ وصف کہاں سے آگیا [اور نہ یہ کہ ممکن ہے کہ سب میں یا چند افراد میں وہ وصف خانہ زاد ہو ورنہ باوجود تعدد موصوفات وحدت موصوف لازم آئے گی کیونکہ تعدد حقیقی یہ ہے کہ کسی بات میں اشتراک اور وحدت نہ ہو اس صورت میں وصف واحد سب سے صادر ہو تو کسی درجہ میں وحدت ہوگی اور وہی درجہ موصوف بالوصف ہوگا اس لئے در صورت تعدد موصوفات یہ ممکن نہیں کہ وصف واحد سب کے حق میں خانہ زاد ہو۔ لیکن جب دونوں احتمال باطل ہیں تو پھر یہی ہوگا کہ ایک موصوف مصدر وصف ہو اور باقی موصوفات اس کے دستِ مگر یعنی ان کا وصف اس کی عطا ہو اور اس وجہ سے وہ سب میں افضل بھی ہو اور سب کا سردار بھی ہو اور سب کا خاتم بھی ہو (قبلہ نما

[خاتم سے مراد یہاں بھی خاتم زمانی ہے کیونکہ افضلیت کا ذکر پہلے کر دیا ہے۔ یاد رہے عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ دیگر انبیاء کو نبی کریم ﷺ نے نبی بنایا بلکہ اللہ نے آپ کو اس وصف میں اصل بنایا اور آپ کے واسطے سے اللہ ہی نے دوسرے انبیاء کو نبوت عطا فرمائی۔ آپ کے ارادے کو اس میں کوئی دخل نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس کا علم بھی نہ ہو کیونکہ بہت سے انبیاء کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم نہیں دیا۔ رہا یہ کہ اللہ نے آپ کو کیسے واسطہ بنایا تو اس کی کیفیت کو ہم نہیں جانتے]

(۳۵) پہلی دلیلوں کو پورا کرتے ہوئے فرمایا:

کیونکہ جب اُس کو مصدر وصف مانا تو وصف مذکور اس میں اول اور بدرجہ اتم ہوگا چنانچہ مشاہدہ حال آفتاب وزمین وغیرہ فیض یافتگان آفتاب سے ظاہر ہے اور جب وصف کسی موصوف میں اول اور اتم ہوگا تو لاجرم اس وصف میں وہ موصوف افضل ہوگا اور چونکہ موصوفات میں وہ موصوف مؤثر ہے کیونکہ اوروں کا وصف اسی کا فیض اور اثر ہے تو لاجرم اس کو سردار بھی کہنا پڑے گا کیونکہ سردار اسی کو کہتے ہیں جو اپنے ماتحتوں پر حکومت کرے۔ اور سرداری ٹھہرے تو وہ وصف اگر از قسم احکام ہے یا احکام کیلئے شرط ہے جیسے علم احکام پر۔ تو پھر اسی کا حکم سب کے احکام سے آخر اور سب کے احکام کا ناخ ہوگا مگر چونکہ نبوت اور سفارت از قسم اوصاف ہیں اور پھر وصف بھی کیسا منجملہ احکام کیونکہ خدا کی طرف سے سفارت اور رسالت ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں یا احکام ہوتے ہیں یا ثواب و عذاب کے پیام تو لاجرم دین خاتم الانبیاء ناخ ادیان باقیہ اور خود خاتم الانبیاء سردار انبیاء اور افضل الانبیاء ہوگا (قبلہ نماس ۷۴)

[دیکھئے اس عبارت میں جابجا نبی کریم ﷺ کی خاتمیت اور افضلیت کا اعلان ہے یاد رہے کہ یہاں بھی خاتم سے مراد خاتم زمانی ہے کیونکہ افضلیت کا ذکر پہلے کر دیا ہے]

(۳۶) آگے پھر خانہ کعبہ کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ خصوصیت بتاتے ہیں:

اور اس لئے اول نمبر کے دربار کی آمد و شد اس کے اور اس کے تابعین کے ساتھ مخصوص

ہوگی یوں کوئی اپنے آپ اس کوچہ میں جائے اور آئے تو محبوبوں کے کوچہ میں کون نہیں آتا جاتا مگر خواص کی آمد و شد کچھ اور ہی چیز ہے۔ محبوبوں کی انجمن تک سوائے محبوب محبوباں اور کوئی نہیں پہنچ سکتا سو مرتبہ محبوبیت درگاہ و جوب کا محبوب وہی ہوگا جو عالم امکان میں ایسی طرح مرجع و مآب ہو جیسے عالم و جوب میں یعنی تجلیات ربانی اور صفات یزدانی میں وہ تجلی اول جو سبکی بجمیل اور مصدر وجود ہے یعنی جیسے وجود اور صفات وجود اور تجلیات کی اصل اور مصدر وہ تجلی اول ہے چنانچہ پہلے عرض کر چکا ہوں ایسے ہی عالم امکان میں عالم امکان کے کمالات کیلئے وہ اصل اور مصدر ہو سو ایسا بجز ذات جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰات والتسلیمات اور کون ہے؟

علم میں اس کا سبب میں اول ہونا اور انبیاء کے علوم کا مرجع و مآب ہونا تو ابھی واضح ہو چکا اور باقی تمام صفات ماتحت کے حق میں علم کا مرجع و مآب ہونا پہلے آشکارا ہو چکا ہے اس لئے تمام کمالات انبیاء کا نشو و نما حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ذات سے واجب التسلیم ہے (قبلہ نماص ۷۴) [خاتم سے مراد یہاں بھی خاتم زمانی ہے کیونکہ افضلیت کا ذکر الگ کر دیا ہے دیکھئے اتنی زیادہ واضح تصریحات کے باوجود لوگوں نے حضرت نانوتوئیؒ نے ختم نبوت کے انکار کا الزام لگا رکھا ہے۔ شاید ان لوگوں کی چال یہ ہو کہ اتنا جھوٹ بولواتا جھوٹ بولو کہ لوگ جھوٹ کوچ سمجھنے لگیں]

(۳۷) آگے اس مضمون کو پورا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور جب انبیاء کے کمالات کی یہ کیفیت ہے تو اوروں کے کمالات کس حساب میں ہیں اور اگر ہنوز اُن کی نسبت کچھ شک ہو تو وہی تقریر جس سے خاتم الانبیاء کا مصدر العلوم ہونا اور انبیاء باقی کا اس سے مستفید ہونا ثابت ہوا ہے اوروں کے علوم کے مقابلہ میں جاری ہو سکتی ہے (قبلہ نماص ۷۴) [دیکھیں یہاں بھی حضرت نے نبی کریم ﷺ کو خاتم الانبیاء کہہ کر اپنے عقیدے کا اظہار کیا ہے]

(۳۸) ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

باقی علم معقولات میں اگر خاتم الانبیاء ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو بظاہر مداخلت

نہیں معلوم ہوتی تو اول معلوم نہ ہونے سے کسی شے کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا ہم بہت سی باتیں جانتے ہیں اور بہت سے علوم میں دخل رکھتے ہیں مگر غیر ضروری سمجھ کر اس میں نہیں بولتے اور اس لئے اوروں کو اطلاع نہیں ہوتی علاوہ بریں گفتگو علم میں [ہے] معلومات میں نہیں۔، دخل کا ہونا نہ ہونا، معلومات کا ہونا نہ ہونا علم کا ہونا نہ ہونا نہیں

۔ اگر کوئی شخص قوی البصر خانہ نشین ہو اور دوسرا شخص ضعیف البصر اور سیاح اور اس لئے اس کو بہ نسبت شخص اول زیادہ تر عجائب و غرائب کے مشاہدہ کا اتفاق ہوا ہو تو اس زیادتی معلومات سے اس کی بصارت قوی نہ ہو جائے گی اور کمال بصارت میں شخص اول سے نہ بڑھ جائے گا سواگر کسی شخص کم فہم اور غبی کو بوجہ محنت و طلب کسی فن میں کچھ دخل حاصل بھی ہو تو کیا ہوا ان چند معلومات سے مرتبہ فہم میں الہل فہم سے نہ بڑھ جائے گا۔

علاوہ بریں جیسے سوئی دیکھو یا پھالی قوت باصرہ دونوں صورتوں میں ایک ہے۔ فرق ہے تو اتنا ہے کہ سوئی باریک ہے اور پھالی موٹی ایسے ہی ذات و صفات خداوندی اور اسرار احکام خداوندی کا علم ہو یا زمین و آسمان اور ادویہ و خواص اجسام اور قضایا اور تصورات کا علم ہو قوت علمیہ یعنی ذہن اور فہم ایک ہے فرق ہے تو اتنا ہے کہ اول صورت میں معلومات دقیقہ اور خفیفہ ہیں اور دوسری صورت میں معلومات جلیہ واضحہ۔ سو جیسا بمقابلہ سوئی و ہلال بست و نہم کے دیکھنے کے پھالی اور سوا اس کے اور موٹی چیزوں کا دیکھنا کمال نہیں سمجھا جاتا ایسا ہی بمقابلہ علم ذات و صفات و اسرار و احکام خداوندی علم زمین و آسمان و ادویہ و خواص اجسام و قضایا و تصورات منجملہ کمالات نہ شمار کیا جائے گا (۱)۔ ہاں شمار کرنے والا کم عقل ہو تو خیر۔

(۱) یاد رہے کہ حضرت نانوتویؒ نبی کریم ﷺ کیلئے علم شریعت میں فوقیت مانتے ہیں آپ کیلئے علم غیب کا عقیدہ ہرگز نہ رکھتے تھے۔ اگر آپ کیلئے علم غیب کے قائل ہوتے تو ان جوابات کی کوئی ضرورت نہ تھی صاف کہہ دیتے کہ آپ کو ہر چیز کو علم قطعی حاصل ہے۔

باجملہ بوجہ خیال معلوم کمال علمی سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام میں متاثر ہونا اسی کا کام ہے جس کو سر اور ذم کی تمیز نہ ہو۔ بعد استماع فرق علم و معلوم و اطلاع مصدریت خاتم الانبیاء یہ خیالات اہل عقل کے نزدیک قابل التفات نہیں اور اس لئے بعد لحاظ امر کے کہ علم اور کمالات کے حق میں منشا اور اصل ہے علم اور نیز جملہ کمالات میں خاتم الانبیاء کو اصل اور مصدر ماننا لازم ہے جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عالم امکان کمالات علمی ہوں یا کمالات عملی دونوں میں خاتم الانبیاء ﷺ اصل اور مصدر ہے۔ اور سوا اس کے جو کچھ کمال رکھتا ہے وہ درپوزہ گردِ خاتم الانبیاء ﷺ ہے اس سے زیادہ وضوح کی ہوس ہو تو تتمہ کا انتظار لازم ہے مگر جو شخص ان دونوں کمالوں میں اوروں سے کامل ہو گا وہ لاریب عبدیت و عبودیت میں بھی اوروں سے بڑھا ہوا ہو گا وجہ اس کی یہ ہے کہ جیسے آگ اور پھونس کے اقتران کا نتیجہ احتراق ہوتا ہے اور آفتاب اور آئینہ کے تقابل کا ثمرہ آئینہ کی استنارت ہوتی ہے ایسے ہی کمال علمی اور کمال عملی کے اقتران کا نتیجہ بھی عبودیت اور عبدیت ہے (۱) وجہ اس کی یہ ہے کہ کمال علمی کو یہ لازم ہے کہ اعلیٰ درجہ کی معلومات تک ذہن پہنچے جو شخص تمام افراد بشری سے اس کمال میں ممتاز ہو گا لا جرم عمدہ سے عمدہ معلومات تک اس کا ذہن پہنچے گا اور وہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ذات و صفات و تجلیات و اسرار احکام خداوندی ہیں اور کمال علمی کو یہ لازم ہے کہ علم سے معائنات ہو اور موافق ہدایت علمی اس سے اعمال سنجیدہ صادر ہوں۔ یہ اس لئے عرض کرتا ہوں کہ علم کو بشرط صحت طبیعت عملی عمل لازم ہے ورنہ نقصان طبیعت مذکور ہو تو علم رکھا رہا۔ کرد خاک بھی نہیں ہوتا [یعنی اگر طبیعت کا نقصان ہو تو علم کے باوجود عمل خاک نہ ہو گا یعنی عمل سے محروم رہے گا۔ کرد کا معنی یہاں عمل ہے۔ واللہ اعلم راقم]

(۱) حضرت کی اس تحقیق سے پتہ چلا کہ علم وہی معتبر ہے جو بندے میں عبدیت پیدا کرے محض انگریزی دان یا سائنس کی کسی شعبے کی مہارت حاصل کرنے والے اور بجائے دیندار بننے کے دین سے بیزار رہنے والے کو ہرگز وہ علم حاصل نہیں جو شرعی طور پر مطلوب ہے۔

بخیل کو کتنے بھی فضائل سخاوت کیوں نہ معلوم ہوں ہاتھ سے کوڑی نہیں چھوٹ سکتی مگر یہ فرق کہ علم ہو اور عمل نہ ہو قابل ہی کی جانب متصور ہے فاعل یعنی اصل اور مصدر کمال علمی و عملی کی جانب متصور نہیں۔ وجہ عقلی تو یہی ہے کہ مصدر کے حق میں تو وصف صادر خانہ زاد ہوتا ہے سو جو شخص مصدر کمال علمی ہو اور پھر بایں وجہ کہ کمال علمی کمال عملی کے لئے اصل اور منشأ ہے وہ شخص مصدر کمال عملی بھی ہو تو لا جرم موافق اُس قاعدہ مہمدہ مذکورہ کے کہ اصل اور مصدر وصف اُس وصف میں اکمل اور افضل ہوا کرتا ہے مصدر مذکور یعنی خاتم کا دونوں کمالوں میں کامل ہونا بلکہ اکمل اور افضل اور اعلیٰ اور اشرف ہونا واجب التسلیم ہوگا۔ (قبلہ نمائے ۷۵، ۷۶)

[اس عبارت میں آپ دیکھیں کہیں ختم نبوت کا ذکر ہے تو کہیں آپ کے اعلیٰ ہونے آسانی کیلئے ایسے الفاظ پر خط لگا دیئے ہیں]

جا بجا ختم نبوت کا ذکر ہے

(۳۹) آگے اس مضمون کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہاں قابل کی جانب کئی احتمال ہیں دونوں کا قبول بدرجہ کمال ہو یا دونوں کے قبول میں نقصان ہو یا ایک قبول اچھا ہو اور دوسرے کمال کے قبول میں نقصان ہو مگر ہرچہ با د ا با د قابل مصدر کے برابر نہیں ہو سکتا چنانچہ اوپر عرض کر چکا ہوں اور تمثیل مطلوب ہو تو لیجئے آفتاب مصدر نور بھی ہے اور مصدر حرارت بھی ہے اس کا دونوں کمالوں میں کامل ہونا تو مثل آفتاب نیمروز روشن ہے رہی قابلات ان میں آتشین شیشہ تو دونوں کے حق میں بدرجہ اتم قابل ہے مگر قبول کتنا ہی کیوں نہ ہو مصدر کی برابری ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ باوجود کمال قبول آتشیں شیشہ آفتاب کا ہم سنگ تو کیا پاسنگ بھی نہیں اور آئینوں میں قبول نور تو بدرجہ اتم ہے پر قبول حرارت نہیں اور پتھر لوہے وغیرہ میں قبول حرارت زیادہ ہے پر قبول نور نہیں۔ بالجملہ خاتم میں چونکہ دونوں کمال بدرجہ کمال ہوتے ہیں اور وہ اس کی یہی ہے کہ مصدر ہوتا ہے تو بالضرور بمقتضائے کمال علمی اول خدا کے جمال و جلال سے بدرجہ کمال اس کو واقفیت ہو یہاں تک کہ اور کوئی ہم سنگ تو کیا اس کے پاسنگ بھی نہ ہو سکے

اور پھر بمقتضائے کمال عملی علم جمال و جلال سے بدرجہ کمال ہی متاثر ہوا اس کے بعد بمقتضائے کمال علمی اسرار احکام خداوندی سے آگاہ ہوا اور پھر بمقتضائے کمال علمی اس کے موافق بجالائے۔ مگر علم جمال کی تاثیر محبت اور علم جلال کا اثر خوف ہے اور ظاہر ہے کہ یہی دو سامان تزلزل ہیں۔ لیکن جب کمال تاثیر علمی اور کمال تاثیر عملی ہے تو پھر کمال ہی درجہ کی محبت اور کمال ہی درجہ کا خوف بھی ہوگا اس لئے کمال ہی درجہ کا عجز و نیاز اور تزلزل خدا کے حضور میں پیدا ہوگا سو یہی کمال عبدیت ہے اور اس کے بعد بوجہ کمال علم اسرار احکام و کمال انقیاد کمال ہی درجہ کی اطاعت ہوگی سو یہی کمال عبودیت ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ کمال مقابل کمال معبودیت ہے مگر کمال معبودیت محبوبیت میں ہے چنانچہ پہلے معرض ہو چکا ہے وہاں اگر جمال ہے تو یہاں محبت ہے وہاں اگر استغناء ہے تو یہاں خوف ہے باقی رہی حکومت اگرچہ وہ بھی ایک قسم معبودیت ہے وہاں بھی یہی دو صورتیں ہیں ایک محبت، پر محبت احسانی دوسرے خوف، پر خوف قہر لیکن محبوبیت میں جو بات ہے وہ حکومت میں کہاں اس لئے محبت جمالی میں جو بات ہوگی محبت احسانی میں کہاں وہ بات ہوگی؟ اور خوف استغناء میں جو بات ہے وہ خوف قہر میں کہاں؟ (قبلہ نمائے ۷۶-۷۷)

[اس عبارت میں بھی نبی کریم ﷺ کیلئے خاتم کا لفظ استعمال کیا ہے ہاں اتنی بات ہے کہ حضرت نے نبی ﷺ کی عظمت کو یوں بیان کیا ہے کہ آپ کے دل میں اللہ کی محبت بھی سب سے زیادہ اور اس کا خوف بھی سب سے بڑھ کر۔ یہ نہیں کہ کائنات کے اختیار بھی آپ کو دے دیئے گئے نہیں بلکہ اللہ کی بندگی میں آپ سب سے بڑھ ہوئے تھے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اولیاء تیرے محتاج اے رب کل تیرے بندے ہیں سب انبیاء اور رسل

ان کی عزت کا باعث ہے نسبت تیری ان کی پہچان تیرے سوا کون ہے؟]

(۴۰) چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں۔

معبود میں علم و قدرت و جمال و کمال تو سب کچھ ہونا چاہئے پر منت سماجت خوشامد و درامد حاجت و بیقراری اور ذلت اور خواری نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ مطلوب وہی چیز ہوتی ہے

جوابے پاس نہیں ہوتی اس لئے محبوبیت کو محبت اور معبودیت کو عہدیت اور عزت کو ذلت مطلوب ہوگی اور اس وجہ سے خدا کے یہاں سے بالا صالت اور بالذات اگر مطلوب ہوں گی تو یہی باتیں ہوں گی یہی اس کے خزانہ میں نہیں اور سب کچھ ہے مگر مطلوب وہی چیز ہوتی ہے جو محبوب ہوتی ہے اس لئے یہ ضرور ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ مرتبہ محبوبیت کے مطلوب ہوں اور اس لئے ضرور ہے کہ مرتبہ محبوبیت کے محبوب ہوں اور اس لئے یہ ضرور ہے کہ دربار خاص اُن کے لئے مخصوص ہو سو وہ دربار تو خانہ کعبہ ہے اور وہ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (قبلہ نماس ۷۷)

[دیکھئے اس عبارت میں بار بار نبی کریم ﷺ کی محبوبیت اور آپ کی خاتمیت کا ذکر ہے ضمنی طور پر خانہ کعبہ سے بھی ختم نبوت پر استدلال موجود ہے واللہ الحمد علی ذلک]

(۴۱) نبی کریم ﷺ کے کمال علمی ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کمال علمی پر تو اُن کا اعجاز قرآنی کافی ہے اگرچہ ماہرانِ احادیث کو اور بھی یقین بڑھ جاتا ہے القصہ کمال علمی کو یہ ضرور ہے کہ معلوماتِ کاملہ تک بوجہ احسن پہنچے اور ان کا نشانِ عرض کر چکا ہوں کہ وہ کیا چیز ہیں؟ اور اب یہ عرض کرتا ہوں کہ قرآن اس باب میں لا جواب ہے اگر کوئی نہ مانے تو کوئی کتاب اس سے بہتر یا اس کے مثل دکھائے تو جانیں یہ تو علمِ حقائق کا حال تھا

اب علمِ وقائع کی سنئے علمِ وقائع میں سب سے بڑھ کر علمِ مبداء و معاد ہے اور علمِ زمانہ گذشتہ اور زمانہ آئندہ ہے علمِ واقعات زمانہ گذشتہ میں تو اس سے بڑھ کر کوئی واقعہ نہیں کہ اچھوں اور بروں کے افعال اور احوال معلوم ہوں جس سے عبرت ہو اور ثمرہ شجرہ زندگانی سے شیریں کام ہو اور علمِ واقعات مستقبلہ میں وہ پیشگوئیاں ہیں جن سے اچھوں اور بُروں کی آمد اور اُن کے افعال و احوال کی برآمد کی خبر ہو اور اُس سے امید اور اندیشہ دل میں پیدا ہو اور متاعِ عمر عزیز بیکار نہ جائے سو ان دونوں میں بھی جس کسی کا دل چاہے قرآن و حدیث سے مقابلہ کر لے۔ (قبلہ نماس ۷۷)

[اس عبارت میں پیشگوئیوں میں بھی نبی کریم ﷺ کی سب پر فوقیت بتائی گئی ہے اس مضمون کی مزید وضاحت کیلئے دیکھیں آیات ختم نبوت ص ۷۸۷، ۷۸۹]

(۴۲) کمالات عملی میں آپ کی فوقیت ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رہے کمالات عملی اُن پر اول تو اہل عقل کیلئے سوانح عمری محمدی ﷺ ولادت کرنے کو کافی ہے۔ اور بزرگوں کی سوانح عمری کو آپ ﷺ کی سوانح عمری سے ملا کر دیکھئے جیسے دیدہ اہل نظر بے اس کے کہ پہلے سے کوئی پیمانہ دیا جائے جمال یوسفی کو اور ورس کے جمال سے دیکھتے ہی بتلائے گا ایسے ہی دیدہ اہل بصیرت آئینہ جہاں نما سوانح عمری کو دیکھتے ہی کمال عملی محمدی کو اور ورس کے کمالات عملی سے ان شاء اللہ بڑھ کر بتلائے گا دوسرے کمال علمی کی بہت سی شاخیں ہیں پر جیسے درخت کی چوٹی ایک ہی ہوتی ہے ایسے ہی یہاں بھی اوپر کی شاخ ایک ہی ہے وہ شاخیں تو یہ اخلاق حمیدہ ہیں اور وہ اوپر کی شاخ محبت ہے اور ورس کا شاخ کمال علمی ہونا اس سے ظاہر ہے کہ تمام اخلاق مبادی اعمال متنوعہ ہیں سخاوت سے کچھ اور کام ہوتے ہیں اور شجاعت سے کچھ اور افعال۔ اور محبت کی شاخ عالی ہونے کی یہ دلیل ہے کہ تمام اخلاق اس کے خدمتگار اور تابعدار ہیں جس سے محبت ہوتی ہے اسی طرف سخاوت و شجاعت و علم و حیا و غضب و وفا وغیرہ کا میلان ہوتا ہے۔ یہ معنی کہ محبوب کے لئے نہ مال سے درگزر نہ جان سے دریغ اس کی میٹھی کڑوی سب سہی جاتی ہیں اور اس کی قدر و منزلت کے آگے اپنی جان و مال کو حقیر سمجھ کر بوجہ حیا اس کے سامنے آنکھ نہیں کی جاتی اس کا دشمن نظر آئے تو آنکھوں میں خون اتر آئے اور اس کا عہد و پیمان یاد آئے تو جان پر کھیل جائے غرض جدمر کو محبت کا رخ ہوتا ہے ادھر ہی کو تمام اخلاق کی توجہ ہوتی ہے اور کمال محبت کی نشانی یہ ہے کہ اپنے محبوب کی بات ہلکی ہوتی نظر آئی تو مال و اسباب پر پشت پامار، زن و فرزند خویش و اقرباء گھر بار چھوڑ کر مقابل میں ایک ہو یا ہزار سر بگفتہ تمام میدان کارزار میں دشمنان محبوب سے دست و گریباں اور دو چار ہوئے۔

اس کے بعد حضرت رسول عربی ﷺ کے زمانہ کے شرک و بدعت اور انباء روزگاری شوکت اور ثروت اور پھر اس پر آپ کی تنہائی اور افلاس اور پھر جوش اور اخلاص کو دیکھئے تو یوں یقین ہو جاتا ہے کہ ایسی جان ثاری اور وفاداری کسی سے نہیں بن پڑی اُس زمانے کے کفر و شرک کی یہ

کیفیت تھی کہ شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک توحید اور اصل دین کا پتہ نہ تھا ہندوستان میں تو قدیم سے شرک رہا ہے اور کیوں نہ ہو خود اُن کے اُن بیدوں میں جو اُن کے اعتقاد کے موافق صحیفہ آسمانی اور قانون یزدانی ہے شرک کی تعلیم موجود ہے۔

علیٰ حد القیاس چین کی بھی یہی کیفیت تھی ادھر ترکستان کا یہی حال تھا ان ممالک میں ایک ہی قسم کے خیالات اعتقادی اور عبادات اجتہادی تھے رہا ایران وہاں آتش پرستی کی گرما گرمی۔ عرب میں خود بت پرستی تھی یورپ میں علاوہ تحریف دین جس پر ان کی کتب کی کیفیت اور ان کے علماء کا اقرار شاہد ہے اور جس کے باعث بجائے دین خداوندی ایجاد بندہ یعنی بدعت رائج ہو گئی تھی بوجہ غلبہ تثلیث و صلیب پرستی توحید کا پتہ نہ تھا مصر و حبش کی یہی کیفیت تھی۔ غرض تمام ممالک میں بجائے توحید شرک اور بجائے دین خداوندی ایجاد بندہ یعنی بدعت کا رواج تھا اُس زمانہ میں جو شخص توحید کا نام لے اور تجدید دین کا کام کرے یوں کہو سارے زمانے کو اس نے اپنا دشمن بنالیا یہ بھی امید نہیں کہ یہاں سے بھاگے تو وہاں پناہ مل جائے گی بلکہ موافق مصرعہ

بہر کجا کہ رسیدیم آسمان پیدا است

اُس زمانہ میں عرب و عجم برابر نظر آتا تھا (قبلہ نماس ۷۷، ۷۸)

(۴۳) نبی کریم ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت میں ڈوب کر لکھتے ہیں:

آفرین ہمت محمدی ﷺ کو کہ سارا زمانہ ایک طرف تھا اور وہ تھا ایک طرف تھے بوجہ تعصب مذہبی جس کے باعث اپنے بیگانے سب خون کے پیاسے بن جاتے ہیں جو جو جفا میں اُن پر اُن کی قوم نے کیں اُن کو کون نہیں جانتا مگر جب اہل وطن سے اُمید رو برائی نہ رہی تو گھربار زن و فرزند خویش و اقرباء کو چھوڑ کر بحالت تنہائی وہ اور ان کے یار غار ابو بکر صدیقؓ سر بکف ہو کر مدینہ میں آئے اور اپنے چند خستہ حال رفیقوں سے اس بیکسی اور فقر و فاقہ میں مخالفان خدا سے اس استقلال سے مقابل ہوئے کہ اُس کی نظیر صفحہ ہستی میں صورت پذیر نہ ہوئی مگر نقل مشہور ہے ہمت کا حامی خدا ہے اُن کے استقلال اور اُن کی صدق نیت اور حسن احوال اور اُن کی اس راست بازی

اور صدقِ مقالی اور ان کی حقانیت اور کمال کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو مقابل ہو اسی نے منہ کی کھائی اور جس نے سر ابھارا وہی سر کے بل گرا۔ ہجرت اوروں نے بھی کی پر یہ جان ثاری کہاں؟ محبت کیش [شاید اس کا معنی یہ ہو کہ محبت کے دعویدار اور بھی تھے یا کوئی لفظ ہو واللہ علم۔ راقم] اور بھی تھے پر یہ وفاداری کہاں؟ اگر کسی نے راہِ خدا میں دادِ شجاعت دی بھی تو نہ ایسا خوفناک زمانہ تھا نہ پھر ایسا نتیجہ اس پر متفرع ہوا۔ وہ کون ہے جس کی ہمت کی بدولت توحید کا بول بالا ہوا اور شرق سے غرب تک ایک خدا کی پرستش کا شور پڑ گیا ہو۔ یہ کرشمہ محبتِ خداوندی اور اعجازِ کمالِ عملی نہ تھا تو اور کیا تھا؟ اگر آپ مند آرائے حکومت یا کارفرمائے مال و دولت ہوتے تو یہ بھی احتمال تھا کہ خوفِ شوکت یا طمعِ دولت میں ایک لشکرِ ظفر پیکر ساتھ ہو گیا ہو مگر اس بیکسی اور افلاس پر کار نمایاں جس کی نظیر تو تاریخِ سلاطین میں بھی نہیں اور وہ بھی اس کیفیت کے ساتھ کہ اپنے لئے کچھ نہیں ادھر ہر بات میں خدا کی عظمت اور توحید پر نظر ہے اسی اخلاص اور محبت کا ثمرہ ہو سکتا تھا یا تسخیرِ اخلاق کا نتیجہ۔ سو ایسا اخلاص اور محبت اور ایسے اخلاق اور الفت کوئی کسی میں دکھلائے تو سہی شری راچند را اور شری کرشن نے یہ کام کئے تھے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ بات بن پڑی تھی (قبلہ نماص ۷۸، ۷۹)

[حضرت نے نبی کریم ﷺ کی عظمت یوں بیان کی کہ آپ نے انتہائی مشکلات کے باوجود ہر طرف توحید کا اعلان کر دیا اب جو لوگ غیر اللہ ہی سے ہر قسم کی امیدیں لگاتے ہیں ان کو ہر مشکل میں پکارنے کے عادی ہوں ان کو حضرت کی ان باتوں سے خدا جانے اتفاق بھی ہو گیا نہیں]

(۴۴) اس کے بعد فتح مکہ سے نبی کریم ﷺ کی عظمت ثابت کرتے ہیں:

اور یہ تو ظاہر بینوں کے اندازِ فہم کے موافق گفتگو تھی کا ملانِ فہم کے لئے تو اور بھی ترقی محبت اور اعتقادِ محمدی کی گنجائش ہے۔ غرض یہ ہے کہ ایک قسم کے دو کاموں میں تفاوتِ دو طرح ہوتا ہے ایک تو یہ کہ ایک ہی قسم کا نتیجہ دونوں پر متفرع ہو پر ایک پر زیادہ اور ایک پر کم دوسرا یہ ہے کہ

باہم دونوں کے نتیجے میں فرق نوعی ہو۔ دوسہ سالار اگر حفاظت حدود ملک میں جانبازی کریں پر ایک زیادہ کامیاب ہو تو یہ پہلی صورت ہے اور اگر ایک سردار فقط سرحد کی حفاظت میں دادِ شجاعت دے اور ایک بادشاہ کے خاندان کو بچائے یا دار الخلافت سے غنیم کے لشکر کو نکال دے تو گو بظاہر باعتبار شجاعت دونوں برابر ہیں پر اول تو واقفان حقیقت کے نزدیک اس شجاعت اور اس شجاعت میں بھی فرق ہے کیونکہ جس قدر غنیم کو بادشاہ کی گرفتاری میں اہتمام ہوتا ہے اتنا اوروں کی گرفتاری میں نہیں ہوتا اور جس قدر دار الخلافت کے تسلط کے وقت خیال استحکام ہوتا ہے اس قدر اوروں کے مواقع میں نہیں ہوتا اور اس لئے ایسے وقت میں ایسے ویسے شجاعوں سے کام نہیں چلتا۔ دوسرے یہ امداد ایسی ہے جیسے شکار کے پیچھے دوادو [اس کا معنی ہر طرف دوڑنا۔ سراج اللغات ص ۱۷۶] کے باعث کوئی بادشاہ لشکر سے علیحدہ شدتِ تشکی سے جان بلب تھا اور اس لئے ایک پیالہ پانی کا آدمی سلطنت کے بدلے خرید لیا تھا اور حدود پر جان نثاری ایسی ہے جیسے حالت امن و اطمینان میں روزمرہ معمولی تنخواہوں پر بہشتی پانی بھرا کرتے ہیں جیسے بوجہ ضرورت اسی پانی کے دام کہاں سے کہاں پہنچے؟ ایسے ہی بوجہ ضرورت فتح مکہ کے ثواب کو بھی اوروں کی جان نثاری کی نسبت اتنے ہی تفاوت پر سمجھئے کیونکہ حاصل فتح مذکور یہ ہوا کہ تجلی گاہِ محبوبیت یعنی خانہ کعبہ کو دشمنانِ خدا کے پنجے سے نکالا اور پھر ان میں سے بتوں کو نکال باہر کیا اور یہ بعینہ ایسا ہے جیسا کوئی دار الخلافت سے غنیم کو باہر نکال دے ایسا سردار بے شک اس کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کے اگلے پچھلے قصوروں سے اس کو بری کر دیں (۱) اور عمدہ سے عمدہ عہدہ اور عمدہ سے عمدہ انعام اسکو عطا کریں اور ہمیشہ تفقد

(۱) اس سے یہ ہرگز نہ سمجھ لیا جائے کہ حضرت نانوتوی نبی کریم ﷺ کو معصوم نہ مانتے تھے آپ نے مباحثوں کے اندر بھی انبیاء کرام کی عصمت کا اعلان کیا ہے قاسم العلوم میں اس موضوع پر مستقل مکتوب موجود ہے۔ دراصل حضرت نانوتویؒ سورۃ الفتح کی ابتدائی آیات سمجھنا چاہتے ہیں۔
تہنیت: یاد رکھیں کہ مغفرت کا اظہار ہمیشہ کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ (باقی اگلے صفحہ پر)

مربیانہ اس کے ساتھ کرتے رہیں یعنی علاوہ خبر گیری ضروری اس کے برے بھلے سے آگاہ کرتے رہیں اور کوئی شخص اس سے برسرِ پیکار ہو تو خود اس کی مدد کریں اور حاصل ان سب باتوں کا اور خلاصہ ان سب عنایتوں کا وہی محبوبیت ہے۔

یہ بات تو عقلی تھی پھر اُدھر خدا کے کلام کو دیکھا تو آیت رَاْنَا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا میں ان چاروں باتوں کا وعدہ پایا اور اس لئے اُس کلام کی حقانیت کا اور اپنے خیال کی راستی کا اور بھی یقین ہو گیا۔ باقی رہی فضیلت غزوہ بدر وہ بایں نظر ہے کہ اس قلت اور ذلت کے وقت ایسی جان نثاری دشوار اور بہت دشوار تھی ورنہ باعتبار نتیجہ اس کو فتح مکہ سے کیا نسبت؟

(حاشیہ منفی گذشتہ) کبھی محض محبت کا تقاضا ہوتا ہے جیسے کسی شاگرد نے اپنے استاد کی دعوت کی اپنی ہمت کے مطابق اچھے کھانے تیار کئے لیکن آخر میں کہتا ہے کہ ہم سے جو کوتاہی ہو گئی معاف کر دیں۔ اگر استاد کہے کوئی کوتاہی نہیں تو شاگرد کی تسلی نہیں ہوتی اور اگر استاد کہہ دے کہ جو کوتاہی تھی وہی میں نے اسے معاف کر دیا اب شاگرد کو خوشی ہوگی۔

پہلے انبیاء کرام قیامت کے دن اپنی کچھ باتوں کو یاد کر کے شفاعت کیلئے آگے نہ بڑھیں گے ہمارے نبی ﷺ سے کہا جائے گا کہ اللہ نے آپ کی بخشش کا اعلان کیا ہوا ہے اس لئے آپ شفاعت کریں تو آپ شفاعت کیلئے آگے بڑھیں گے چنانچہ: بخاری شریف میں ہے ﴿فَاسْتَوْنِ مُحَمَّدًا ﷺ فَيَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ﴾ (بخاری ج ۲ ص ۶۸۵) مسلم شریف میں ہے عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے ﴿نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ ﷺ فَيَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ﴾ (مسلم طبع بیروت ج ۱ ص ۱۸۵) جناب احمد رضا خان نے سورۃ الفتح کی آیت کریمہ کا ترجمہ یوں کیا ہے ”تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے“ بتائیں کہ بخاری مسلم کی ان احادیث کا ترجمہ کیا کرے گا۔

القصد کمال عملی کمال محمدی ایسا لامانی ہے کہ بجز اہل تعصب اور سوائے جاہلان کم فہم اور کوئی اس کا منکر نہیں ہو سکتا جب کمال علمی اور کمال عملی دونوں میں آپ یکتا نکلے تو پھر آپ خاتم نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ نہ کسی اور کے لئے یہ خطاب آیا اور نہ کسی اور نے یہ دعویٰ کیا مگر جب خاتمیت ہے تو جیسے خاتم مراتب معبودیت مرتبہ محبوبیت ہے ایسے ہی اس کے لئے عبد بھی خاتم مراتب عبدیت و عبودیت چاہئے اس لئے تجلی گاہ محبوبیت آپ ہی کے لئے مخصوص رہا اور آپ ہی کو اس کے استقبال کا حکم ہوا تا کہ یہ تاخر استقبال دونوں کی خاتمیت پر دلالت کرے۔ (قبلہ نماس ۷۹، ۸۰)

[دیکھئے فتح مکہ کے واقعہ کے ضمن میں بھی حضرت نانوتویؒ نبی کریم ﷺ کے یکتا ہونے کو اور آپ کے خاتم ہونے ہی کو ثابت کیا ہے۔ لگتا ہے کہ آپ کو اس عقیدہ سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا بہانے بہانے سے اس کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین اسلام پر کامل شرح صدر عطا کرے۔ آمین]

(۴۵) اس کے بعد فرماتے ہیں:

بالجملہ تجلی گاہ محبوبیت کے یہ چند خواص ہیں اول تو وہ وجود اور تعمیر میں اول ہو دوسرے ویرانی اور بربادی عالم کا اس سے ابتداء ہو تیسرے یہ کہ ارکان حج اس کے ساتھ متعلق ہوں چوتھے یہ کہ خاتم الانبیاء ﷺ کے لئے مخصوص رہے سو بحمد اللہ یہ چاروں باتیں خانہ کعبہ میں موجود ہیں اور وجہ اصلی ان سب کی انعکاس اور رونق افروزی تجلی مذکور ہے وہی معبود اور معبود ہے اور دیوار کعبہ فقط معبود الیہ اور مثل تخت شاہی اور در دولت شاہی جہت اور سمت اور قبلہ آداب و نیاز ہے مثل بتان ہندو چین و عرب و آتش ایران خود معبود اور معبود نہیں یہی وجہ ہے کہ اُس طرف کو رکوع و سجود کرتے ہیں تو اُس کو استقبال کعبہ کہتے ہیں مثل بت پرستی کعبہ پرستی نہیں کہتے اور یہی وجہ ہے کہ وقت استقبال عظمت کعبہ کا خیال تک بھی شرط نہیں چہ جائیکہ مثل بت پرستی نیت پرستش کعبہ ہو اگر کسی کو وہیمان بھی نہ آئے تو عبادت میں تصور تو کیا ہوتا اور کمال سمجھنے کہ غیر خدا کا خیال بھی نہ آیا اور یہی

وجہ ہے کہ اول سے آخر تک نماز اور حج میں کوئی کلمہ مشعر تعظیم کعبہ نہیں آتا۔ جو ہوتا ہے وہ خدا ہی کی تعظیم کا کلمہ ہوتا ہے جیسے بت پرستی میں من اولہ الی آخرہ غیر خدا کی تعظیم ہوتی ہے۔ استقبال کعبہ میں ایک لفظ بھی کعبہ کی تعظیم کا نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ اداء نماز و حج کے لئے دیواروں کا ہونا شرط نہیں اگر ان عبادتوں میں کعبہ پرستی ہوتی تو جیسے وقت بت پرستی بتوں کا سامنے ہونا ضرور ہے دیوار کعبہ کا سامنے ہونا بھی ضرور ہوتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام خانہ کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہیں خود اللہ یا شریک اللہ نہیں سمجھتے جو مثل بت پرستی وقت عبادت اہل اسلام کعبہ پرستی کا احتمال ہو اور یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام کعبہ کو اپنے حق میں مختار نفع و ضرر نہیں سمجھتے بلکہ حضرت محمد ﷺ کو جو ادھر کو عبادت کرتے تھے اُس سے افضل سمجھتے ہیں اگر اہل اسلام خانہ کعبہ کو اپنا معبود سمجھتے تو لاجرم جیسے بت پرست اپنے معبودوں کو مختار نفع و ضرر اور عابدوں سے افضل سمجھتے ہیں وہ بھی خانہ کعبہ کو مختار نفع و ضرر اور رسول اللہ ﷺ سے افضل سمجھتے اور یہی وجہ ہے کہ خانہ کعبہ کے استقبال میں اول خدا کے حکم کا انتظار رہا اگر اہل اسلام خانہ کعبہ کو مثل بتان ہند و عرب مستحق عبادت سمجھتے تو جیسے خدا کی عبادت میں ان کو اور بتوں کی عبادت میں آرزوؤں کو [یعنی بت پرستوں کو جو صرف آرزو یا امید کی بنا پر بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان کو۔ راقم] کسی کے حکم کا انتظار نہیں ایسے ہی خانہ کعبہ کے استقبال میں بھی ان کو خدا کے حکم کا انتظار نہ ہوتا (قبلہ نمائے ص ۸۰، ۸۱)

[دیا مند سرتی نے جو اعتراض کیا تھا کہ مسلمان کعبہ کی عبادت کرتے ہیں اس کا جواب یہ بھی تھا کہ ہمیں اس گھر کی عبادت کا نہیں اس کے رب کی عبادت کا حکم ہے سورۃ قریش میں فرمایا فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ترجمہ ”وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں“۔ حضرت نانوتویؒ نے متعدد جوابات دیئے مگر حیرت یہ ہے کہ سائل نے نہ نبوت کی بابت سوال کیا تھا نہ ختم نبوت کا پوچھا تھا مگر حضرت نانوتویؒ یہاں بھی ختم نبوت کو مبرہن کر گئے۔ عقیدہ ختم نبوت پر کام تو بہت سوں نے کیا مگر کم از کم اس عاجز کے ناقص مطالعہ میں ختم نبوت کا اس قسم کا کوئی مبلغ نہیں گزرا اگر کسی اور کے علم میں ہو تو باحوالہ اطلاع دے کر شکریہ کا موقع مرحمت فرمائے]

(۳۶) حضرت ایک جگہ فرماتے ہیں:

موافق اعتقاد اہل اسلام حقیقت محمدی حقیقت کعبہ سے افضل ہے (قبلہ نماص ۸۱)

(۳۷) ایک جگہ حضرت لکھتے ہیں:

حسب روایت قرآنی حضرت آدم علیہ السلام مجبور ملائکہ اور یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں اور ماں باپ کے مجبور مگر موافق اعتقاد اہل اسلام اور بمقتضائے دعویٰ خاتمیت حضرت محمد ﷺ ان دونوں سے افضل (قبلہ نماص ۸۱)

(۳۸) ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

اب باوجود افضلیت رسول اللہ ﷺ نسبت خانہ کعبہ اس کی طرف اُن کے سجدہ کی وجہ بھی بیان کر رہی دیتا ہوں سنئے وزیر اعظم سے بڑھ کر کسی کا رتبہ نہیں ہوتا۔ بعد رتبہ شاہی اگر اس کے رتبہ کو کہئے تو بجا ہے مگر بایں ہمہ اس کی آستانہ بوسی سے کوئی یوں نہیں سمجھتا کہ بعد رتبہ شاہی رتبہ آستانہ ہے رتبہ وزیر اس سے کم ہے سو جو بات آستانہ بوسی وزیر میں ہوتی ہے وہی بات سجدہ محمدی میں ہے۔ حضرت محمد عربی ﷺ بمنزلہ وزیر اعظم ہیں اور خانہ کعبہ بمنزلہ آستانہ شاہی اور کیوں نہ ہوں یہ بیت اللہ ہے تو وہ حبیب اللہ اور حبیب اللہ اور بیت اللہ میں جس قدر فرق ہونا چاہئے وہ خود ظاہر ہے بلکہ بعد غور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مَا يَهِيَ الْاَوْفَتْخَاوُ کعبہ جس کو اپنی اصطلاح میں حقیقت کعبہ کہیے مَا يَهِيَ الْاَوْفَتْخَاوُ محمدی کا ظل اور پرتو ہے الخ (قبلہ نماص ۹۰)

[یہ عبارتیں بھی نبی ﷺ کے افضل واعلیٰ اور آخری نبی ہونے کے عقیدہ میں صریح ہیں کوئی ابہام نہیں ہے حقیقت کعبہ اور حقیقت محمدی کا مزید بیان قبلہ نماص ۹۱ میں حضرت نے ذکر کیا ہے]

(۳۹) ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

مصدق عبد کامل پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ ذات حمیدہ صفات حضرت خاتم النبیین ﷺ ہے اور اس لئے اس بات کا تسلیم کرنا لازمی [ضروری] ہے کہ حقیقت کعبہ پرتو حقیقت محمدی ہے اور اس وجہ سے اعتقاد افضلیت محمدی ﷺ نسبت حقیقت کعبہ ضروری ہے (قبلہ نماص ۹۱)

ص ۹۱ سطر آخر ص ۹۲)

[یہ عبارتیں بھی نبی ﷺ کے افضل واعلیٰ ہونے میں صریح ہیں کوئی ابہام نہیں ہے]

(۵۰) ایک جگہ فرمایا:

اب یہ بات باقی رہی کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ باوجودیکہ سب کے علوم کے منبع اور خطاب علمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما کے مخاطب ہیں مسجود کیوں نہ ہوئے جیسے تحقیق متعلق خاتمیت سے یہ معلوم ہوا تھا کہ علم میں کوئی ہم پایہ خاتم نہیں ایسے ہی آیت وَعَلَّمَكَمَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس دولت میں کوئی شخص آپ کا ہم پلہ نہیں الٰخ (قبلہ نماص ۱۰۰)

[حضرت آدم مسجود ملائکہ بنے نبی کریم ﷺ مسجود نہ بنے اس کا جواب تو آپ قبلہ نما میں دیکھیں اس عبارت میں بھی حضرت نانو توئی نے رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور خاتمیت کا اعلان کیا ہے]

(۵۱) ایک جگہ فرمایا:

حضرت محمد عربی ﷺ اور سوا اُن کے اور اکابر میں اگر فرق ہے تو ایسا ہے جیسے محبوب شامی اور خدام بادشاہی میں ہوا کرتا ہے یہاں جیسے خدام کو خیال ہمسری محبوب نہیں ہوا کرتا ایسے ہی بمقابلہ رسول اللہ ﷺ اگر انبیاء گزشتہ بھی ہوتے تو ان کو ہوس مساوات نہ ہوتی چہ جائیکہ مطیعان امتیان مطیعان کم مرتبہ۔ اور ہو تو کیونکر ہو قمر و کوکب کو بھی کہیں خیال ہمسری آفتاب عالمحاب ہو سکتا ہے؟ سوائے حضرت خاتم جو کوئی ہے ملائکہ ہو یا جنات یا بنی آدم ہو یا سوا ان کے اور مخلوقات سب کے سب کمالات علمی و عملی میں درد یوزہ گرد و دولت احمدی ﷺ ہیں چنانچہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ (قبلہ نماص ۱۰۱)

(۵۲) ایک جگہ فرمایا:

جلی اول منبع جملہ صفات کمال اور مبداء مبادی جمال و جلال ہے اور حضرت خاتم علیہ السلام اس جلی کے حق میں بمنزلہ قالب سراپا مطابق ہیں۔۔۔۔۔ اس لئے ملائکہ ہوں یا جنات، بنی

آدم ہوں یا حیوانات کمال علمی و عملی میں ایسی طرح حضرت خاتم ﷺ کے دست نگر ہوں گے (۱) جیسے قمر کو اکب دست نگر آفتاب۔ اور اس لئے قمر کو اکب میں بوجہ اشتراک دست نگری اگر باہم نزاع و خلاف ہو تو مگر آفتاب کے ساتھ کسی کو خیال مجال ہمسری نہیں مگر یہ ہے تو پھر ایسے ہی سوائے خاتم ﷺ اوروں میں اگر بوجہ خیال خواجہ تاشی (۲) نزاع و خلاف ہو تو مگر حضرت خاتم ﷺ کے ساتھ کسی کو مجال ہمسری نہیں ہو سکتا اور اس لئے نہ کسی کو زیر کرنے کی حاجت جو ارشاد سجدہ کی نوبت آئے اور نہ وہم و خفائی جو اظہار و اعلان کیلئے امر اداء آداب خلافت کی ضرورت ہو۔ الغرض ادھر تو ایجاب آداب خلافت کی ضرورت نہ تھی اور ادھر کمال عبودیت کی وجہ سے یہ تشابہ ظاہری و معبود حضرت خاتم علیہ السلام کو پسند نہ آیا اس لئے نہ ادھر سے امت کے نام پر واداء سجدہ خلافت آیا اور نہ ادھر سے آپ نے سجدہ خلافت کو پسند فرمایا (قبلہ نماس ۱۰۱، ۱۰۲)

[واقعی آپ کو سجدہ خلافت کی ضرورت نہیں آپ کی رسالت کا اعلان اذان کے ذریعے ہی دیکھ لیں پوری دنیا میں ہر وقت ہو رہا ہے کوئی شخص اپنے لئے اذان نہ لاسکا۔ اگر مرزائی صرف اذان پر ہی غور کر لیں تو کبھی مرزا قادیانی کو نبی نہ کہیں۔ غرض ان دونوں عبارتوں میں بھی رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کا اعلان موجود ہے]

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اللہ کی عبادت کیلئے پیدا کیا اور عبادت کا طریقہ حضرات انبیاء کرام نے بتایا اور نبی کریم ﷺ ہی الانبیاء ہیں اگر آپ کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو دیگر انبیاء بھی پیدا نہ کئے جاتے انبیاء نہ ہوتے تو انسان کو پیدا کرنا بیفائدہ تھا۔ باقی کائنات کو اللہ نے انسان کیلئے پیدا کیا۔ حاصل یہ کہ اگر نبی کریم ﷺ نہ ہوتے تو نہ انسانوں کو پیدا کیا جاتا نہ دیگر مخلوقات کو۔ تو مخلوقات اس معنی میں نبی کریم ﷺ کی محتاج ہیں۔ ورنہ ان کا خالق مالک رازق حاجت روا مشکل کشا فریاد رس اللہ ہی ہے۔

(۲) [خواجہ تاش کا معنی: ایک مالک کے کئی غلام۔ سراج اللغات ص ۱۵۸۔ تو خواجہ تاشی کا معنی

ہوا۔ ایک دوسرے سے سبقت کرنا]

(۵۳) ایک جگہ فرماتے ہیں:

جہاں کہیں اس قسم کے سجدہ کی نوبت آئی وہ فقط اسی بناء پر تھا کہ سجدہ خلافت سجدہ عبادت نہیں جو شرک حقیقی ہو اور ادھر اتنی دور اندیشی نہ تھی جتنی نصیب حضرت خاتم صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی اور نہ وہ کمال عبودیت تھا جو حضرت خاتم صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا (قبلہ نماص ۱۰۲)

[اس عبارت میں بھی حضرت نانوتویؒ نے برملا عقیدہ ختم نبوت کا اظہار کیا ہے]

(۵۴) قبلہ نما کے آخر میں فرماتے ہیں:

اب میں شکر خداوندی دل و جان سے ادا کرتا ہوں کہ مجھ سے روسیاء سراپا گناہ ناخجار بد اطوار پر خداوند عالم نے یہ فضل فرمایا کہ میری عقل نارسا ان مضامین بلند تک پہنچی یہ طفیل حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہے ورنہ میں کہاں اور یہ باتیں کہاں؟ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَآلِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ (قبلہ نماص ۱۰۴)

[یہ عبارتیں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل و اعلیٰ اور آخری نبی ہونے میں صریح ہیں کوئی ابہام نہیں ہے۔ اس عبارت میں حضرت یہ فرما رہے ہیں کہ ان عالیشان مضامین کا سبب عقیدہ ختم نبوت ہی ہے۔ کیونکہ اگر بعد میں کسی نئے نبی کے آنے کا عقیدہ ہوتا تو اس کا توسل مناسب تھا جیسا کہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے آپ کے توسل سے دعا کیا کرتے تھے (دیکھئے سورۃ البقرۃ آیت ۸۹ کے تحت تفسیر الجلالین ص ۱۹، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۷) الغرض توسل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس کی دلیل ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی کے قائل نہ تھے]

☆☆☆☆☆

﴿قبلہ نما کے متروکہ اوراق سے حوالہ جات﴾

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی لکھتے ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ حضرت مولانا نانوتویؒ نے آب حیات کے کچھ اوراق نکلو دیئے تھے جو کبھی شائع نہیں کئے گئے..... مگر راقم سطور کا خیال یہ ہے کہ یہ روایت و شہرت درست نہیں دراصل قبلہ نما کے اوراق نکلوائے گئے تھے..... پھلاودہ میں جو نسخہ محفوظ تھا وہ آب حیات کے زائد اوراق کا نہیں بلکہ قبلہ نما کے اوراق کا ہے اس کے پہلے صفحہ پر تحریر ہے:

”اوراق زائد قبلہ نما مصنفہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب کہ از رسالہ مذکورہ جدا فرمودہ اند“

اور اس رسالہ میں جو بحث ہے وہ بیت اللہ کے قبلہ ہونے اور متعلقہ موضوع پر ہے جس کو ان صفحات میں درج الفاظ بھی پوری طرح واضح کر رہے ہیں لکھا ہے کہ:

”سجدہ کے مقابل میں ایک تو مسجد ولہ ہوتا ہے اور ایک مسجد الیہ۔ مسجد ولہ تو سوائے خداوند عالم اور کوئی نہیں اور مسجد الیہ سوائے فضائے خانہ کعبہ اور دیوار کعبہ بالفعل اور کوئی چیز نہیں البتہ قبل ظہور خاتم النبیین ﷺ المقدس بھی مسجد الیہ سجدہ عبادت تھا۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِيِّنَ وَاللهُ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ تَمَّتْ بِالْخَيْرِ (قاسم العلوم ص ۶۲۳، ۶۲۵)

[اس عبارت میں دو جگہ نبی کریم ﷺ کو خاتم لکھا ہے خط کشیدہ عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ خاتم سے مراد آخری نبی ہی ہے دیکھئے حضرات کے خطوط میں، بیانات میں کتب و رسائل میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہی نہیں جو تحریرات متروکہ میں ان میں بھی نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا ذکر جس قدر صراحت سے پایا جاتا ہے شاید ہی کسی اور عالم کی تحریروں میں اس طرح ہو۔]



الحمد لله والثناء لله
سبحان ما فوق منزل لباس در موضع اثر ابن عباس

مسمی به

تخیز الناس

باستان

مولوی محمد طیب مولوی محمد طاهر صاحبان مالکان

قاری پسرین بنیدین طبع هوا

﴿تحذیر الناس کا سبب تالیف﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ط يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ

﴿سورۃ الطلاق آیت نمبر ۱۲﴾ ترجمہ: اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمینیں بھی اتنی ہی، ان میں حکم نازل ہوا کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیروں مروی ہے: سَبْعَ أَرْضِينَ فِي كُلِّ أَرْضٍ أَدَمُ كَمَا دِمَكُمُ وَنُوحٌ كُنُوجُكُمْ وَآدَمُ كَمَا دِمَكُمُ وَعِيسَى كَعِيسَى وَنَبِيُّ كَنَبِيِّكُمْ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۹۳) ترجمہ: اللہ نے سات زمینیں پیدا کیں ہر زمین میں تمہارے آدم کی طرح، دم، تمہارے نوح کی طرح نوح تمہارے ابراہیم کی طرح ابراہیم اور عیسیٰ کی طرح عیسیٰ اور تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں صَلَّی اللہُ عَلَیْ نَبِیِّنَا وَعَلِیْهِمْ أَجْمَعِينَ۔ اس حدیث کا مفہوم ظاہری نظر میں عقیدہ ختم نبوت کے معارض ہے جبکہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح ہے (فتح الباری ج ۶ ص ۲۹۳)

اب اگر اس حدیث کو لیا جائے تو ختم نبوت کا انکار نظر آتا ہے اور اگر اس روایت کا انکار کیا جائے تو اس زمانے میں جو مکررین حدیث پیدا ہوئے تھے ان کو تقویت ملتی ہے وہ کہیں گے نہ احادیث کا اعتبار ہے نہ محدثین کی تصحیح و تصحیف کا۔ اس روایت کے بارے میں حضرت نانوتویؒ سے پوچھا گیا حضرت نے ایسا جواب دیا کہ محدثین پر بھی اعتماد بحال رہے اور عقیدہ ختم نبوت کے بھی معارض نہ ہو۔ حضرت کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتمیت کی تین قسمیں ہیں رتبی، زمانی اور مکانی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تین طرح کی خاتمیت عطا فرمائی۔ خاتمیت رتبی تو اس طرح کہ آپ کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے نہ کوئی آپ سے اعلیٰ ہے اور نہ کوئی آپ کے برابر۔ خاتمیت زمانی اس طرح کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے بعد ہے آپ کے بعد تو کجا آپ کے زمانے میں بھی کوئی اور نبی نہیں۔ اور مکانی اس طرح کہ آنحضرت ﷺ کو جس زمین پر بھیجا گیا

وہ زمین باقی زمینوں سے اعلیٰ ہے۔

مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے اس اثر کے مطابق دوسری زمینوں میں اگر انبیاء ہوں اور ہر زمین میں ان کا کوئی خاتم ہو تو نہ وہ ہمارے نبی ﷺ کے مرتبہ کو پا سکیں اور نہ آپ کے ہم عصر یا آپ کے بعد ہوئے۔ انبیاء کرام کے خاتم مطلق ہمارے نبی ﷺ ہی ہیں حضرتؒ کی اس تحقیق کے مطابق سورۃ الطلاق کی یہ آیت کریمہ بھی ختم نبوت کی دلیل بنتی ہے۔ اس آیت کی مزید بحث ان شاء اللہ کتاب ”نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ ﷺ“ میں کی جائے گی۔

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ تحذیر الناس کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ مختصر سار سالہ حضرت نانوتویؒ کا ایک معرکہ الآراء اور علمی رسالہ ہے ایک استفتاء کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا ہے رسالہ اپنے استدلال اور علمی نکات کی دقت کی وجہ سے مشکل ہے بعض لوگوں نے کم نہی یا اپنی شقاوت کی وجہ سے عبارتوں میں قطع و برید و تقدیم و تاخیر کر کے کچھ کا کچھ بنا کر حضرت نانوتویؒ پر تکفیر بازی بھی کی ہے دراصل رسالہ میں حضرت نے آیت ختم نبوت (خاتم النبیین) کی ایسی عالی تحقیق فرمائی ہے جس کی مثال علمی لٹریچر میں نہیں مل سکتی ختم نبوت زمانی، مکانی اور رتبی ہر طرح حضور نبی کریم ﷺ پر ختم ہے آخر میں استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ اور دیگر علماء کرام کی تصویب و تصدیق بھی شامل ہے۔ (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۳۶)

﴿تحذیر الناس پر کچھ اور اباحت﴾

راقم الحروف نے آیات ختم نبوت میں تحذیر الناس کی عبارات پر بھی لکھا ہے ذیل میں اس کتاب سے ضروری باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق
اعتراض:

مرزائی کہتے ہیں کہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نبی ﷺ کے

بعد نئے نبی کے آنے کا جائز مانتے تھے مولانا نے تحذیر الناس ص ۲۸ میں لکھا ہے۔

”بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ

فرق نہیں آئے گا“ (بحوالہ احمدیت پر اعتراضات کے جوابات ص ۱۰)

جواب: حضرت نانوتویؒ کی عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں خدمات آپ کے سامنے ہیں ان

حقائق کے ہوتے ہوئے حضرت کو منکر ختم نبوت کہنا کیا کسی عاقل کا کام ہو سکتا ہے؟

مرزائیوں نے نامکمل عبارت کو پیش کر دیا ہے مکمل عبارت اس لئے پیش نہ کی کہ اس

میں مرزائیوں کا رد پایا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے بھی تحذیر الناس کو غور سے پڑھا انہیں مجبوراً یہ کہنا

پڑا کہ حضرت نانوتویؒ نبی علیہ السلام کو آخری نبی مانتے ہیں اور جو آپ ﷺ کو آخری نبی نہ مانے

اس کو کافر کہتے ہیں چنانچہ بریلوی کتب فکر کے ممتاز عالم دین مولانا احمد سعید کاظمی لکھ گئے کہ

ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کیلئے تاخر

زمانی کو تسلیم نہیں کیا یا یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعی نبوت کی تکذیب

و تکفیر نہیں کی انہوں نے یہ سب کچھ کیا۔ (مقالات کاظمی ج ۲ ص ۲۵۱)

اس لئے جس نے حضرت نانوتویؒ کو منکر ختم نبوت کہایا تو عدم تحقیق کی بنا پر اس نے یہ

بات کہہ دی اور یا عوام کو دھوکہ دینے کیلئے یا ان سے مالی مفادات حاصل کرنے کیلئے ایسا کیا۔

سوال: اس کی کیا دلیل ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے تحذیر الناس میں بھی نبی کریم ﷺ کو آخری

نبی ہی لکھا ہے۔

جواب: جب تحذیر الناس کی بابت سوالات ہوئے تو ایک موقع پر حضرت نے فرمایا:

تفسیر (مراد جملہ) ”مُحَمَّدٌ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ میں میرے نزدیک بھی خاتم کا مفہوم تو

وہی ہے جو اوروں کے نزدیک ہے [کہ محمد ﷺ کو آخری نبی ہیں۔ راقم] پر بناء خاتمیت موصوفیہ

بالذات پر [یعنی اصل نبی ہونے پر۔ راقم] ہے جس کا مصداق ذات محمدی ﷺ (مناظرہ عجیبہ

معلوم ہوا کہ مُحَمَّدٌ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ کا معنی حضرت نانوتویؑ بھی یہی بتاتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں ہاں انہوں نے اس کی علت بیان کر دی کہ آپ کو آخر میں اس لئے بھیجا گیا کہ آپ سب سے اعلیٰ نبی ہیں۔ تو عام لوگ ختم نبوت سے صرف یہ سمجھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں جبکہ حضرت نانوتویؑ فرماتے ہیں کہ ختم نبوت سے نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کا اعلیٰ و افضل نبی ہونا بھی سمجھ آتا ہے۔

علاوہ ازیں تحذیر الناس سے حضرت نانوتویؑ کی ایک عبارت ”آیات ختم نبوت“ صفحہ ۸۸ تا ۹۰ میں سورۃ البقرۃ کی دلیل نمبر ۲۱ کے تحت ہم ذکر کر چکے ہیں جس میں حضرت نانوتویؑ نے نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کو عقلی و نقلی دلائل سے مدلل کیا ہے آپ فرماتے ہیں۔

اگر رسول اللہ ﷺ کو اول یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدیؐ ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا۔ حالانکہ خود فرماتے ہیں ﴿وَمَا نُنْسخُ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا اَوْ مُغْلِبًا﴾ اور کیوں نہ ہو؟ یوں نہ ہو تو اعطاء دین مجملہ رحمت نہ رہے آثار غضب میں سے ہو جاوے ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے علوم ادنیٰ درجہ کے علوم سے کم تر ہیں اور اَدْوَن ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مرتبہ ہونا مراتب علوم پر موقوف ہے یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔

اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جا تا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی؟ سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ بحکم ﴿اِنَّا لَنَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَكَلَّافُطُوْنَ﴾ کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہتے اور شہادت آیہ ﴿وَوَلَّوْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یٰبِیْنَا لَکُلِّ شَیْءٍ﴾ جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی؟ اور اگر علوم انبیاء متاخرین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب ﴿یٰبِیْنَا لَکُلِّ شَیْءٍ﴾ ہونا غلط ہو جاتا۔ بالجملہ ایسے نبی جامع العلوم کو ایسی ہی کتاب جامع چاہئے تھی تاکہ علوم مراتب نبوت جو لاجرم علوم مراتب علمی ہے چنانچہ معروض ہو چکا میسر آئے ورنہ یہ علوم مراتب نبوت

بے شک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے (تحدیر الناس طبع جدید ص ۵۲ تا ۵۳ طر ۳)

خط کشیدہ عبارت میں ختم نبوت بمعنی معروض کا مطلب ہے وہ ختم نبوت جو میں نے عرض کی اس سے مراد خاتمیت رتبی ہے جس کو حضرت نانوتویؒ نے پچھلی عبارت میں ذکر کیا ہے حضرتؒ کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے جو سب سے اعلیٰ نبی ہوگا عقلی طور پر بھی اس کو سب انبیاء کے بعد ہی آنا ہوگا۔ عقلی دلیل وہی جو مذکورہ بالا عبارت میں ذکر کی ہے اور یہ دلیل جیسا کہ آپ نے دیکھا محض عقلی نہیں بلکہ قرآن پاک کی نصوص قطعیہ سے ماخوذ ہے۔ حضرت نانوتویؒ کے اس استدلال کی آسان لفظوں میں وضاحت ”آیات ختم نبوت“ ص ۸۸ میں ملاحظہ کریں اس جگہ آپ اب حضرت کے استدلال کو جدول میں ملاحظہ فرمائیں۔

دین متاخر

غیر مخالف دین محمدی		مخالف دین محمدی	
ان کے علاوہ اور علوم	وہی علوم محمدی	ادنیٰ علوم	اعلیٰ علوم
ان کی بھی ضرورت نہیں	ان کی وحی کی	یہ پہلے دین کو	ادنیٰ کے علوم
قرآن کے تقیانا لکل شیء	ضرورت نہیں	منسوخ نہ کریں	کا اعلیٰ ہونا ناممکن
ہونے کی وجہ سے	وعدہ حفاظت	مذکورہ بالا آیت	
	کی وجہ سے	کریہ کی وجہ سے	

سوال: یہ بات تو سمجھ آگئی کہ حضرت نانوتویؒ کے نہ اسلام میں شبہ اور نہ اس میں کہ وہ حضرت نبی کریم ﷺ کو اللہ کا آخری نبی مانتے تھے تو پھر مرزائی مبلغ نے جو عبارت پیش کی وہ مکمل عبارت کیسے ہے؟

جواب: تحذیر الناس ص ۲۸ کی عبارت یوں ہے۔

”ہاں اگر خاتمیہ بہ معنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس مچھداں نے عرض کیا تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیہ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اس زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے (تحذیر الناس ص ۲۸) مولانا کی ایک ایسی عبارت ص ۱۴ میں اس طرح ہے۔

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ کی نسبت خاص نہیں ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے (تحذیر الناس ص ۱۴)۔

مرزائی گوریلے کی کاروائی دیکھیں کہ اس نے صرف خط کشیدہ الفاظ کو پیش کر کے مولانا کو ختم نبوت کا منکر کہہ دیا۔

سوال: اس میں کیا حرج ہے آخر جو الفاظ دیئے ہیں وہ بھی تو مولانا ہی کے ہیں؟

جواب: بسا اوقات صرف ایک لفظ کے کم کرنے سے سچی بات جھوٹی ہو جاتی ہے اور ان عبارتوں میں نصف سے کہیں زائد الفاظ گرائے ہوئے ہیں۔ اس لئے معنی بالکل بدل گیا۔

مثال: اس مرزائی گوریلے نے نامکمل عبارت پیش کر کے دھوکہ دیا ہے یہ تو ایسے ہے جیسے کوئی پڑھے ”وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا“ اور ”لَا عِشْنَ“ کو چھوڑ دے اور کہے

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں زمین آسمان کا خالق نہیں ہوں (سورۃ الدخان آیت نمبر ۲۷) جبکہ

پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے

”اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو ان کے درمیان ہے کھیل کیلئے پیدا نہیں کیا“

دیکھا آپ نے ایک لفظ کے حذف کرنے سے دونوں عبارتوں میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا۔

پوری عبارت صدق اور نامکمل کذب۔

پوری عبارت عین ایمان اور نامکمل عین کفر

ایسے ہی مولانا کی پوری عبارت عین صدق و ایمان ہے جبکہ یہ نامکمل عبارت خالص کذب و کفر ہے۔ مولانا کی عبارتوں پر غور کریں۔

تخذیر الناس ص ۲۸ کی عبارت کے کئی حصے ہیں

(۱) ”ہاں اگر خاتمیت بہ معنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لہجے جیسا کہ اس ہمجداں نے عرض کیا۔

(۲) تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے۔

(۳) بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔

(۴) بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اس زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے (تخذیر الناس ص ۲۸)

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا حصہ جزا ہے تیسرے اور چوتھے حصہ جزا پر معطوف ہے۔

مرزائی نے ص ۲۸ کی عبارت سے شرط بھی غائب کر دی اور جزا بھی بلکہ اس کے بعد ایک معطوف کو بھی غائب کر دیا اور صرف دوسرے معطوف کے کچھ حصے کو ذکر کر کے شور کر دیا کہ مولانا ختم نبوت کے قائل نہیں۔

تخذیر الناس ص ۱۴ کی عبارت کے درج ذیل حصے ہیں۔

(۱) غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا۔

(۲) تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ کی نسبت خاص نہیں ہوگا۔

(۳) بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا حصہ جزا ہے تیسرا حصہ جزا پر معطوف ہے۔ اس عبارت سے شرط و جزا کو غائب کر کے صرف معطوف کو ذکر کر کے مولانا کی طرف نسبت کر دیتے ہیں کہ آپ نبی ﷺ کے بعد کسی اور نبی کے آنے کے قائل ہیں حالانکہ جملہ شرطیہ سے شرط یا جزا کو حذف کر دیں تو باقی الفاظ جملہ نہیں بنا کرتے (قطبی ص ۶۸ شرح ابن عقیل ج ۱ ص ۱۶، التصریح علی التوضیح ج ۱ ص ۲۶) جس عبارت سے جملہ ہی نہیں بنے اس کو کسی کا عقیدہ کیسے کہا جائے؟ ایسی عبارت کی وجہ سے کسی پر کیا فتویٰ لگاؤ گے؟

سوال: انبیاء کے افراد خارجی اور افراد مقدرہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: افراد خارجی سے مراد وہ حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف نبوت عطا فرمایا جن کو نبی ماننا ہم پر ضروری ہے اور افراد مقدرہ سے مراد وہ جن کو نبی فرض کیا جائے جیسے ایک روایت میں ہے ”لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ“ ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب نبی ہوتے“ حضرت ملا علی قاریؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں ”لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَ مِنْ أَتْبَاعِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ“ (موضوعات کبیر ص ۵۸) ”اگر حضرت عمر نبی ہوتے تو نبی کریم ﷺ کے پیروکاروں سے ہوتے“۔ دیکھیے حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی فرض کر کے نبی کریم ﷺ کے پیروکاروں میں سے مانا اور یہی کچھ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

مولانا کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کو نبی الانبیاء مانا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اگر بالفرض نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے تو وہ آپ کے مرتبے کو نہ پاسکے

گا۔ مولانا کی پوری عبارت کے صحیح ہونے کی ایک دلیل تو یہی کافی ہے کہ مرزائی نے اس کو پورا پیش نہ کیا کوئی توجہ ہے کہ مرزائی نے شرط کو ذکر نہ کیا اسے پتہ تھا کہ اگر میں پوری عبارت لکھ دوں تو میرا مقصد حاصل نہ ہوگا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ صفحہ ۲۸ کی عبارت کے تیسرے جز میں دو مرتبہ افضلیت کا لفظ موجود ہے اور جو حصہ یہ مرزائی ذکر کرتے ہیں اس میں خاتمیت سے یہی افضلیت یعنی سب سے اعلیٰ ہونا ہی مراد ہے۔

عبارت کا تیسرا جز درج ذیل ہے

بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی
افرادِ مقدرہ پر آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔

سوال: جب مرزائی اس عبارت کو پیش کریں تو ہم ان کو کیسے پکڑیں؟

جواب: اگر مرزائی اس عبارت کو پیش کریں تو اس سے یہ سوالات کرو۔

۱۔ کیا تو نے تحذیر الناس کو دیکھا ہے؟

۲۔ کیا تو نے اس کو پورا پڑھا ہے؟

۳۔ کیا تحذیر الناس پر مصنف کی زندگی میں یہ اعتراض ہوا اگر ہوا تو انہوں نے کیا جواب دیا؟

۴۔ مصنفؒ نے اس کتاب کے اندر نیز اس کتاب سے پہلے یا بعد اپنی تقریروں، تحریروں میں نبی ﷺ کو آخری نبی کہا یا آپ کے بعد کسی اور کو نبی مانا۔

۵۔ مولانا نے یا ان کے شاگردوں نے اپنی زندگی میں کوئی ایسا دعویٰ کیا یا نبوت کے کسی دعویدار کی تصدیق کی؟

۶۔ جس عبارت کو تو پیش کر رہا ہے وہ پوری ہے یا نامکمل؟

۷۔ مولانا نے جو معنی ذکر کیا وہ کیا ہے؟ نیز اس سے نبی کریم ﷺ کا آخری نبی ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

۸۔ مولانا کی صفحہ ۲۸ کی عبارت میں دو جگہ افضلیت کا لفظ ہے اور ایک جگہ اگر خاتمیت سے افضلیت مراد لی جائے تو تجھے کیا اعتراض ہے؟

۹۔ خاتمیت سے افضلیت مراد لے کر صفحہ ۲۸ کی عبارت درست ہو جاتی ہے تو یہی معنی صفحہ ۱۲ کی عبارت میں لینے سے کوئی چیز مانع ہے؟

۱۰۔ کیا مولانا کے ذکر کردہ معنی سے افرادِ مقدرہ پر افضلیت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اور کیا افرادِ مقدرہ پر فضیلت مان لینا کفر ہے؟ اگر ہے تو کس دلیل ہے؟

۱۱۔ اگر معنی درست ہے اور افرادِ مقدرہ پر افضلیت ثابت ہوتی ہے اور حضرت کے نزدیک قادیانی اپنے دعویٰ نبوت کی وجہ سے کافر ہی ٹھہرتا ہے تو اعتراض کس پر؟

﴿شان رسالت پر مشتمل تحذیر الناس کی مختصر اور جامع عبارت﴾

نبی کریم ﷺ کی فضیلت کو بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے: ”غرض جیسے آپ ﷺ نبی الامۃ ہیں ایسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔“ (تحذیر الناس ص ۴ مطبع قاسمی دیوبند)۔ حضرت نانوتویؒ نے اس مضمون کو اسی کتاب میں یوں بھی ادا کیا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت سورج کی طرح اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت چاند ستاروں کی طرح ہے۔

اور حضرت نانوتویؒ کا یہ جملہ

﴿جیسے آپ نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں﴾

پوری تحذیر الناس کا خلاصہ اور مرکزی نکتہ ہے ساری تحذیر الناس اسی جملے کے گرد گھومتی ہے کتاب کو غور سے پڑھیں تو ہماری اس بات کی تائید ہو جائے گی کتاب ”نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ ﷺ“ میں اس کو مزید مبرہن کیا جائے گا تو جو شخص تحذیر الناس پر اعتراض کرتا ہے وہ اس مرکزی نکتے سے اختلاف رکھتا ہے اَحَاذَ نَا اللّٰهُ مِنْ سُوءِ الْاِعْتِقَادِ۔

﴿حضرت نانوتویؒ کی اس عبارت کی وضاحت﴾

حضرتؒ کی اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوں

(۱) دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے نبی تھے مگر نبی ﷺ کی نسبت امتی جبکہ نبی ﷺ اپنی امت کے بھی نبی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے بھی نبی تھے۔

(۲) دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امتوں کے مطاع مگر نبی ﷺ کے مطیع جبکہ آپ ﷺ امت کے لئے بھی مطاع اور انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی مطاع تھے چنانچہ نبی کریم ﷺ جیسے امت کو نمازیں پڑھاتے تھے معراج کی رات سب انبیاء علیہم السلام کو آپ ﷺ نے نماز پڑھائی چونکہ مقتدی کو امام کی اطاعت کرنی ہوتی ہے اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام نے اس رات آپ کی اطاعت کر کے امتی ہونے کا اظہار کر دیا۔

(۳) دیگر انبیاء کرام علیہم السلام ایک وقت میں ایک سے زیادہ بھی ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں حضرت لوط علیہ السلام تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حضرت ہارون علیہ السلام تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام تھے مگر نبی کریم ﷺ تنہا نبی تھے آپ کے ہوتے ہوئے تو کیا بعد میں بھی کوئی اور نبی نہ ہوا۔

(۴) اگر بالفرض آپ ﷺ پہلے انبیاء کے زمانے میں ہوتے تو وہ آپ کی اطاعت کرتے کیونکہ آپ ان کے نبی ہوتے اور نبی کی اطاعت ضروری ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (سورۃ النساء: ۶۴) ”اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔“

(۵) یہ کہ اگر بالفرض آپ ﷺ کے زمانے میں کوئی اور نبی آتا تو اس کو آپ ﷺ کی فرمانبرداری کرنا پڑتی وہ آپ کی اتباع کرتا آپ کا امتی ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ اگر تمہاری موجودگی میں محمد ﷺ

تشریف لائیں تو تم کو ان کی پیروی کرنی ہوگی (تفسیر درمنثور ج ۳ ص ۲۵۲ تا ۲۵۴)۔ تائید میں حضرت نانوتویؒ کا کلام بھی ملاحظہ فرماتے جائے آپ فرماتے ہیں۔

غرض جیسے آپ ﷺ نبی الامۃ ہیں ویسے نبی الانبیاء بھی ہیں اور یہ ہی وجہ ہوئی کہ
بشہاتِ وَادِّ اَخَذَ اللّٰهُ مِيقَاتِ النَّبِيِّنَ لَمَّا اَتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ
رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ النِّع اور انبیاء کرام علیہم السلام سے
آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر
حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے (تحدیر الناس طبع قدیم ص ۲ طبع جدید
ص ۴۴)

غور کیا آپ نے حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام ہی کی آمد کا
ذکر کیا جو انبیاء سابقین میں سے ہیں۔ اب ان لوگوں کو کیا کہا جائے جو اپنی دنیا چکانے کیلئے
مسلمانوں کے احسن عظیم رہنما پر ختم نبوت کے انکار کا الزام لگاتے جاتے ہیں۔ ان کا فیصلہ قیامت
کے دن ہی ہوگا فَالِی اللّٰهِ الْمُنْتَکٰی۔ حضرت ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نبی الانبیاء ہیں چنانچہ آیہ وَادِّ اَخَذَ اللّٰهُ مِيقَاتِ النَّبِيِّنَ لَمَّا اَتَيْتُكُمْ
مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ النِّع
اس پر اول دلیل ہے (آب حیات ص ۱۵۱ سطر ۱۷)

سوال: کیا کسی اور عالم دین نے بھی نبی کریم ﷺ کو نبی الانبیاء کہا ہے؟

جواب: جی ہاں! اور بھی بہت سے اہل علم نے نبی کریم ﷺ کو نبی الانبیاء لکھا ہے علامہ سیوطیؒ
نے نبی ﷺ کی نبوت کی فوقیت کو یوں بیان کیا ہے۔

فَالنَّبِيُّ ﷺ هُوَ نَبِيُّ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبُوَّتُهُ وَرِسَالَتُهُ أَعَمُّ وَأَعْظَمُ وَ
أَشْمَلُ (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۳۲۵) ”تو نبی کریم ﷺ وہ نبی الانبیاء ہیں۔ آپ کی نبوت و

رسالت زیادہ عام ہے اور زیادہ عظیم اور زیادہ وسیع ہے۔“

علامہ سیوطیؒ نے انحصار نص الکبریٰ ج ۱ ص ۵۵ سطر نمبر ۲۱ میں بھی علامہ سبکی کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے کا ذکر ہے۔ مزید تفصیل کیلئے الحادی ج ۲ ص ۳۱۶ تا ص ۳۵۵ کا مطالعہ کریں۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”وَإِنَّ النَّبِيَّ الْمُصَدِّقَ لِمَعَ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ هُوَ نَبِيُّ الْأَنْبِيَاءِ“ (عقیدۃ الاسلام فی حیاة عیسیٰ علیہ السلام ص ۴) ”اور وہ نبی جو اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس ہے وہ نبی الانبیاء ہے۔“

کتاب التصریح بما تواتر فی نزول المسیح علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک اہم علمی کتاب ہے جس کے مرتب مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور اس کے محقق شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں اس کتاب میں ایک مقام پر ہے ”وَسَأَلُوا الْأَنْبِيَاءَ كَلَامًا لَكَذِبُهُ“ انصرح ص ۳۵ ”سب انبیاء نبی کریم ﷺ کی امت کی طرح ہیں“ دوسرے مقام پر ہے ”وَأَرْأَى الْأَنْبِيَاءَ بِالْأَمْسِ نَبِيَّنَا الْأَكْرَمُ نَبِيَّ الْأَنْبِيَاءِ ﷺ“ انصرح ص ۶۵ ”انبیاء میں سب سے زیادہ مہربان امتوں کے ساتھ ہمارے نبی اکرم ﷺ ہیں جو نبی الانبیاء ہیں ﷺ۔“

امام اہل سنت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں ”اس لحاظ سے آپ نبی الانبیاء ہیں (عَلَيْهِ وَعَلَىٰ جَمِيعِهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) کہ اُن تمام سے اور اُن کی وساطت سے اُن کی امتوں سے اللہ تعالیٰ نے یہ عہد و پیمان لیا ہے کہ تم سب کے بعد ایک نبی دنیا میں تشریف لانے والے ہیں اُن کے پاس آتھین شریعت ہوگی تم اُن پر ایمان لانے کے پابند ہو اور اُن کی تصدیق کا اقرار کرو سو یہ اقرار سب نے کیا اور قرآن کریم کے تیسرے پارے کے آخری رکوع ”وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ“ آیت میں اسی کا تذکرہ ہے (تفرق الخواطر صفحہ ۲۹۹)

مولانا احمد علی سہارنپوری بخاری شریف کے حاشیہ میں لمعات کے حوالہ سے لکھتے ہیں اور لمعات مولانا عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب ہے:

قَالَ فِي اللَّمَعَاتِ اعْلَمُ أَنَّ الشَّفَاعَاتِ الْآخِرِيَّةَ أَنْوَاعٌ وَكُلُّهَا ثَابِتَةٌ لِسَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ ﷺ بَعْضُهَا عَلَى الْخُصُوصِ وَبَعْضُهَا بِالْمُشَارَكَةِ وَيَكُونُ هُوَ الْمُتَقَدِّمُ فِيهَا وَهُوَ الَّذِي يَفْتَحُ بَابَ الشَّفَاعَةِ أَوَّلًا ﷺ فَالشَّفَاعَاتُ كُلُّهَا رَاجِعَةٌ إِلَى شَفَاعَتِهِ وَهُوَ صَاحِبُ الشَّفَاعَاتِ بِالْإِطْلَاقِ (بخاری ج ۱ ص ۴۷۰ حاشیہ ۱۱)

ترجمہ: [مولانا عبدالحق محدث دہلوی] نے لمعات میں کہا جان لے کہ آخرت کی شفاعت کئی قسم پر ہیں اور یہ سب کی سب پیغمبروں کے سردار حضرت محمد ﷺ کیلئے ثابت ہیں کچھ تمہیں آپ کے ساتھ خاص ہیں اور کچھ اقسام میں آپ کے ساتھ اور بھی شریک ہیں اور آپ ہی ان میں پہل کریں گے اور شفاعت کا دروازہ پہلے آپ ہی کھولیں گے تو شفاعتیں سب کی سب آپ کی شفاعت کی طرف لوٹتی ہیں اور آپ شفیع مطلق ہیں۔

[شفاعت میں پہل آپ کریں گے کیونکہ نبوت میں آپ پہلے ہیں۔ آپ کی شفاعت باقی انبیاء کی شفاعتوں کی اصل ہوگی اس لئے کہ آپ کی نبوت باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت کی اصل ہے] ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وَأَمَّا هُوَ ﷺ فَخُوطِبَ بِمَا آيَهَا النَّبِيُّ وَمَا آيَهَا الرَّسُولُ لِكُونِهِ مَوْصُوفًا بِجَمِيعِ أَوْصَافِ الْمُرْسَلِينَ وَفِي قَوْلِهِ تَعَالَى: وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ إِيْمَاءٌ إِلَى مَا وَرَدَ فِي بَعْضِ أَحَادِيثِ الْإِسْرَاءِ جَعَلْتَنكَ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ خَلْقًا وَآخِرَهُمْ بَعَثًا رَوَاهُ الْبُزَارِيُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

قَالَ الْأَمَامُ فَخْرُ الدِّينِ الرَّازِيُّ بِالْحَقِّ إِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ قَبْلَ الرِّسَالَةِ مَا كَانَ عَلَى شَرْعِ نَبِيِّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَهُوَ الْمُخْتَارُ عِنْدَ الْمُحَقِّقِينَ مِنَ الْحَفِيفَةِ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ أُمَّةَ نَبِيٍّ قَطُّ لِكِنَّةِ كَانَ فِي مَقَامِ النَّبُوَّةِ قَبْلَ الرِّسَالَةِ وَكَانَ يَعْمَلُ بِمَا هُوَ الْحَقُّ

الَّذِي ظَهَرَ عَلَيْهِ فِي مَقَامِ نُبُوَّتِهِ بِالرُّوحِ الْخَفِيِّ وَالْكَشُوفِ الصَّادِقِ مِنْ شَرِيعَةِ
إِبْرَاهِيمَ وَغَيْرِهَا كَذَا نَقَلَهُ الْقَوْنَوِيُّ فِي شَرْحِ عُمْدَةِ النَّسَفِيِّ

وَفِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ نُبُوَّتَهُ لَمْ تَكُنْ مُنْحَصِرَةً فِيمَا بَعْدَ الْأَرْبَعِينَ كَمَا قَالَ
جَمَاعَةٌ بَلْ إِمَارَةٌ إِلَى أَنَّهُ مِنْ يَوْمٍ وَلَا ذِكْرَهُ مُتَّصِفٌ بِنُبُوَّتِهِ بَلْ يَدُلُّ حَدِيثُ
كُنْتُ نَبِيًّا وَأَدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ عَلَى أَنَّهُ مُوصُوفٌ بِوَصْفِ النُّبُوَّةِ فِي عَالَمِ
الْأَرْوَاحِ قَبْلَ خَلْقِ الْأَشْبَاحِ وَهَذَا وَصْفٌ خَاصٌّ لَهُ، لَا أَنَّهُ مُحْمُولٌ عَلَى خَلْقِهِ
لِلنُّبُوَّةِ وَاسْتِعْدَادِهِ لِلرِّسَالَةِ كَمَا يَقُولُهُمْ مِنْ كَلَامِ الْإِمَامِ حُجَّةِ الْإِسْلَامِ فَإِنَّهُ حِينَئِذٍ لَا
يَتَمَيَّزُ عَنْ غَيْرِهِ حَتَّى يَصْلُحَ أَنْ يَكُونَ مُمَلَّحًا بِهَذَا النَّعْتِ بَيْنَ الْأَنْامِ - (شرح الفقہ
الاکبر ص ۲۷ طبع کراچی)

ترجمہ: اور آپ ﷺ کو خطاب کیا گیا بِأَيُّهَا النَّبِيُّ اور بِأَيُّهَا الرَّسُولُ کے ساتھ کیونکہ
آپ تمام پیغمبروں کے اوصاف کے ساتھ موصوف ہیں اور اللہ کے قول: وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ
وَحَاتَمَ النَّبِيِّينَ میں اشارہ ہے اس کی طرف جو وارد ہوا معراج کی بعض احادیث میں کہ [اللہ
نے فرمایا] میں نے تجھے پیدا کرنے میں سب انبیاء سے اول اور بھیجے میں سب سے آخری بنایا
روایت کیا اس کو بزار نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے۔

کہا امام فخر الدینؒ نے کہ آنحضرت ﷺ ہر رسالت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر نہ تھے
محققین حنفیہ کے نزدیک بھی یہ مختار ہے کیونکہ آپ کسی نبی کی امت نہ تھے لیکن آپ رسالت سے
پہلے نبوت کے مقام پر تھے [یعنی نبی تو تھے مگر دوسروں کو تبلیغ کرنے کا حکم نہ ہوا تھا] اور عمل کرتے
تھے اس حق پر جو آپ کو ظاہر ہوتا تھا اپنے مقام نبوت میں وحی خفی اور کشوف صادقہ کے ساتھ
۔ ابراہیم علیہ السلام یا ان کے علاوہ کی شریعت سے۔ اسی طرح قونویؒ نے شرح عمدہ میں نقل کیا۔

اور یہ اس کی دلیل ہے اس بات کی کہ آپ کی نبوت چالیس سال کے بعد میں منحصر نہیں
جیسا کہ ایک جماعت نے کہا ہے بلکہ اشارہ ہے اس طرف کہ آپ اپنی پیدائش کے دن سے ہی

نبوت کے ساتھ موصوف ہیں، بلکہ حدیث: **كُنْتُ نَبِيًّا وَادَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ** اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ عالم ارواح میں صورتوں کے پیدا ہونے سے پہلے نبوت کے ساتھ موصوف تھے اور یہ وصف آپ کے ساتھ خاص ہے۔ (حدیث پاک کا) یہ معنی نہیں کہ آپ کو نبوت کیلئے پیدا کیا گیا تھا یا آپ کو رسالہ کیلئے تیار کیا ہوا تھا جیسا کہ سمجھا گیا ہے امام حجتہ الاسلام کے کلام سے۔ اس لئے کہ اس وقت آپ دوسروں سے ممتاز نہ ہوں گے حتیٰ کہ درست ہو کہ مخلوق کے درمیان اس وصف کے ساتھ آپ ہی کی تعریف کی جائے۔

[اس عبارت میں ایک تو یہ بتایا کہ آنحضرت ﷺ میں تمام انبیاء اور رسولوں کے کمالات پائے جاتے ہیں دوسرا یہ کہ سورۃ الاحزاب کی اس آیت سے سمجھ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا پہلے کیا اور بھیجا بعد میں۔ اس آیت سے یہ مضمون کیسے سمجھ آیا یہ اس لئے سمجھ آیا کہ آپ کی نبوت اصل ہے اور اصل کو پہلے ہونا چاہئے معلوم ہوا کہ حضرت ملا علی قاری اس بارے میں حضرت نانوتویؒ کے ساتھ متفق ہیں۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ نبی کریم ﷺ رسالت سے پہلے بھی کسی نبی کی امت سے نہ تھے، اور یہ بھی فرمایا کہ اجسام کے پیدا ہونے سے قبل عالم ارواح میں بھی آپ نبوت کے ساتھ موصوف تھے اور یہی کچھ حضرت نانوتویؒ کہتے رہے]

﴿بریلوی مکتب فکر کے علماء کی تائیدات﴾

اس مقام پر بریلوی مکتب فکر کے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کتاب تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، اور مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی کی کتاب شان حبیب الرحمن ﷺ من آیات القرآن سے کچھ عبارتیں تائید انہیں کی جائیں گی یہ دونوں حضرات مولانا محمد قاسم نانوتوی سے متاخر ہیں حضرت نانوتوی کی وفات ۱۲۹۷ھ کو ہوئی اور احمد رضا خان کی ۱۳۴۰ھ کو مفتی احمد یار خان تو بہت دیر بعد ہوئے۔ احمد رضا خان صاحب نے یہ کتاب ”تَجَلَّى الْيَقِينِ بِأَنَّ نَبِيَّنَا ﷺ سَيِّدُ الْمُرْسَلِينَ“ ۱۳۰۵ھ میں تصنیف کی (دیکھئے تجلی الیقین ص ۲) اور مفتی صاحب موصوف اپنی اس کتاب کی تصنیف سے محرم ۱۳۶۵ھ میں فارغ ہوئے۔ پھر مفتی احمد یار خان صاحب نے تو اس کتاب کے صفحہ ۱۶ پھر صفحہ ۲۹ میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور تحذیر الناس کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس لئے کچھ بعید نہیں کہ تحذیر الناس کے ایسے مضامین کو انہوں نے اپنے الفاظ میں لکھ کر کتاب کی زینت بنایا ہو۔ واللہ اعلم۔ تحذیر الناس کا مرکزی نکتہ یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ جس طرح نبی الامۃ ہیں نبی الانبیاء بھی ہیں اس مضمون کو ان دونوں حضرات نے مان کر اصولی طور پر تحذیر الناس کی تصدیق کر دی ہے واللہ الحمد علی ذلک۔

﴿عبارات جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی﴾

حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ مُوسَىٰ كَانَ حَيًّا الْيَوْمَ مَا وَسَعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي قَسَمُ اَنْ ذَاتِ كِي جِسْ كِے ہاتھ میں میری جان ہے آج اگر موسیٰ دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی..... الی ان قال..... اور یہ باعث ہے کہ جب آخر الزمان میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے با آنکہ بدستور منصب رفیع نبوت و رسالت پر ہوں گے حضور پر نور سید المرسلین ﷺ کے امتی بن کر رہیں گے حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے حضور کے ایک امتی و نائب یعنی امام مہدی کے پیچھے نماز

پڑھیں گے..... امام علامہ تقی الملتی والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ التعظیم والمنۃ فی التؤمن بہ ولتتصر نہ لکھا اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں سب حضور ﷺ کے امتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام شامل ہے اور حضور کا ارشاد وَكُنْتُ نَبِيًّا وَاَدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ اپنے معنی حقیقی پر ہے اگر ہمارے حضور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا اور حضور کے نَبِيِّ الْأَنْبِيَاءِ ہونے ہی کا باعث ہے کہ سب اسراء تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتداء کی اور اس کا پورا ظہور روز نشور ہوگا جب حضور کے زبر لواء آدم و مَنْ يَسُوَاهُ کا فہرہ رسل و انبیاء ہوں گے صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ۔

یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل جسے امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور ائمہ مابعد نے اپنی تصانیف منیعہ میں نقل کیا اور اسے نعمت عظمیٰ و مواہب کبریٰ سمجھا من شاء التفصیل فلیرجع الی کلماتہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بالجملہ مسلمان بہ نگاہ ایمان اس آیت کریمہ کے مفادات عظیمہ پر غور کرے صاف صریح ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد ﷺ اصل الاصول ہیں محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں امتیوں کو جو نسبت انبیاء و رسل سے ہے وہ نسبت انبیاء و رسل کو اس سید الکل سے ہے امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ اور رسولوں سے عہد و پیمان لیتے ہیں محمد ﷺ سے گرویدگی فرماؤ۔ غرض صاف صاف بتا رہے ہیں کہ مقصودا صلی ایک وہی ہیں باقی تم سب تابع و طفیلی۔

ع مقصود ذات اوست و در جنگی طفیل (جلی المقتین ص ۹۷)

ایک جگہ لکھتے ہیں۔

جب انبیاء اور ان کی امتیں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنیں گی سب بول اٹھیں گے کہ ہم بھی اس پر گواہی دیتے ہیں سبحان اللہ جب تمام مخلوق الہی اولین و آخرین یکجا ہوں گے اُس وقت بھی ہمارے آقا نامدار والا سرکار کے نام پاک کی دہائی پھرے گی الحمد للہ اُس وقت کھل جائے کہ ہمارے حضور نَبِیِّ الْاَنْبِیَاء ہیں (حجۃ البقیع ص ۵۴)

اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کے نَبِیِّ الْاَنْبِیَاء ہونے کی صراحت ہے۔

﴿عبارات مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی بدایونی﴾

ایک جگہ کہتے ہیں۔

یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں تمام پیغمبروں کے دین کیوں منسوخ کر دیئے گئے؟ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل پر پہنچ کر ٹھہر جاتی ہے بلکہ اپنے آپ کو اس اصل میں گم کر دیتی ہے رات بھر ستارے جھلکاتے ہیں مگر جہاں سورج چکا سب چھپ گئے کیونکہ سب تاروں میں سورج ہی کا تو نور تھا تمام دریا سمندر کی طرف بھاگے جاتے ہیں کیونکہ ہر دریا سمندر سے بنا ہے سمندر سے بادل آیا پہاڑوں پر بارش بن کر یا برف بن کر گرا اس سے دریا بنا دریا اپنی اصل کی طرف بھاگا ایسا بھاگا کہ جس پل نے، درخت، کسی عمارت نے اس کو روکنا چاہا اس کو بھی گرا دیا مگر جہاں سمندر کے قریب پہنچا شور بھی جاتا رہا، روانی میں کمی ہو گئی اور جب سمندر سے ملا تو اس طرح فنا اور گم ہو گیا کہ گویا تھا ہی نہیں اور زبان حال سے کہا کہ

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تا کس مدھ گوید بعد ازیں من دیکر تو دیکری

اسی طرح تمام انبیاء کرام تارے ہیں حضور آفتاب حضور کو قرآن میں فرمایا گیا وَسِرَاجًا مُنِيرًا تمام انبیاء کرام دریا ہیں حضور علیہ السلام ان دریاؤں کے سمندر تمام نبوتیں ادھر ہی چلی آ رہی ہیں فرعونؑ ہامانیؑ نمرودیؑ ہزار ہا طاقتیں سامنے آئیں ان کو پاش پاش کر دیا مگر سمندر

نبوت کو پا کر سب نے اپنے آپ کو اس میں گم کر دیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحبہ و بارک وسلم
یہ انبیاء و مرسلین تارے ہیں تم مہر میں سب جگمگائے رات بھر، جگمگائے کوئی نہیں
(شان حبیب الرحمن ص ۳۲، ۳۳)

غور سے دیکھیں تحذیر الناس کے مضمون کو ہی مفتی صاحب نے آسان الفاظ میں ادا
کیا ہے۔ تحذیر الناس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کو بالذات کہا یہاں اصل کے لفظ سے تعبیر کیا۔
پھر حضرت نانوتویؒ نے سورج کی مثال دی سمندر کی مثال نہ دی کیونکہ سمندر سے پانی نکالا جائے
تو کچھ نہ کچھ کی آتی ہے جو پانی سمندر سے لیا جائے وہ سمندر میں نہ رہے گا لیکن زمین پر جو دھوپ
ہوتی وہ سورج کی روشنی سے ہے مگر اس وقت سورج میں کوئی کمی نہیں بلکہ زمین کی یہ روشنی اس
وقت بھی سورج کے ساتھ ہے سورج کے غروب ہونے سے یہ دھوپ ختم ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ
حضرت نانوتویؒ کا ذہن جہاں تک گیا مفتی احمد یار خان کے ذہن کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی۔
مفتی صاحب ہی لکھتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ سارے پیغمبر علیہم السلام حضور علیہ السلام کے امتی ہیں اور حضور علیہ السلام
نَبِیُّ الْأَنْبِیَاء (شان حبیب الرحمن ص ۳۳)

قارئین کرام حضرت نانوتویؒ اگر لفظ خاتم النبیین سے آخری نبی کا معنی لینے کے ساتھ
ساتھ نَبِیُّ الْأَنْبِیَاء کا مفہوم اخذ کریں تو ان کی تعریف کیوں نہ کی جائے، ان کو برا کس لئے کہا
جائے؟ رہا یہ کہ ان کی عبارات کے ظاہر سے مرزا نبیوں کی تائید ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ
وہ علمی عبارات ہیں ان کا سیاق و سباق سے مطلب بیان کرنا چاہئے نہ کہ ان پر فتویٰ کفر لگا دیا
جائے۔ کیا مرزائی اجراء نبوت پر آیات پیش نہیں کرتے کیا حضرت عائشہؓ کا قول پیش نہیں
کرتے؟ کیا حضرت ملا علی قاریؒ اور شاہ ولی اللہ اور شیخ اکبرؒ کی عبارات پیش نہیں کرتے اگر ان کا
صحیح معنی بیان کر کے جواب دیا جاتا ہے؟ تو حضرت نانوتویؒ کے ساتھ ایسا کیوں معاملہ کیوں نہیں
کیا جاتا جبکہ انہوں نے اس مسئلہ پر اتنا لکھا اور اتنا کام کیا کہ شاید ہی امت میں کسی عالم نے اس

مسئلہ پر اتنا کام نہ کیا کیا ایسے مجاہد ختم نبوت کو منکر ختم نبوت کہنا عقیدہ ختم نبوت کی خدمت ہے؟
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

ایک جگہ لکھا ہے:

سورج سے سب روشن ہوتے ہیں وہ کسی سے روشن نہیں تو آپ بھی آسمان ہدایت کے
سورج ہیں کہ سورج سے سب روشن ہوتے ہیں وہ کسی سے روشن نہیں اسی طرح حضور علیہ السلام
سے سے منور مگر حضور کسی سے مُسْتَعِیْن نہیں ﷺ (شان حبیب الرحمن ص ۱۵۶)

مفتی صاحب نے اس مقام پر حضرت نانوتویؒ کی موافقت کی ہے حضرت نانوتویؒ نے
اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔

اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی کا فیض نہیں (تحذیر الناس ص ۴)
الفاظ کے پتھوں میں الجھتے نہیں دانا غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گوہر سے

﴿آنحضرت ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے کے دلائل﴾

سوال: نبی کریم ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے کے کچھ دلائل درج ذیل ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، ابرہیم، موسیٰ، داود، عیسیٰ، زکریا اور یحییٰ علی نبینا وعلیہم السلام کو
نام کے ساتھ خطاب کیا فرمایا یَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (سورة البقرة: ۳۵)
یَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا (سورة هود: ۴۸) یَا اِبْرٰهیمُ کَدْ صَلَّیْتَ الرَّوْبَا (سورة
الصافات: ۱۰۴، ۱۰۵) وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یَا مُوسٰی (سورة طه: ۱۷) یَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ
خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ (سورة ص: ۲۶) یَا زَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ یَحْیٰی (سورة
مریم: ۷) یَا یَحْیٰی خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (سورة مریم: ۱۲) یَا عِیْسٰی بَنَ مَرْیَمَ اَنْتَ
قُلْتُ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّی الْهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورة المائدة: ۱۰۶)

جبکہ حضرت نبی کریم ﷺ کو یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ (سورة المائدة: ۶۷) یَا اَیُّهَا

النَّبِيِّ (سورة آخریم: ۱) سے خطاب کیا اور معراج کی رات اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کے ساتھ خطاب کیا (دیکھئے مرقاة شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۳۱، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۲، رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۰، اعانة الطالبین ج ۱ ص ۱۶۹)

اور نام لے کر بھی خطاب کرنا ثابت ہے احادیث شفاعت میں ہے بِأَمْرِ مُحَمَّدٍ اِرْقِعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعُ لَكَ وَسَلِّ تَعْطَهُ، وَاشْفَعْ تُشْفَعُ (اے محمد اپنا سر اٹھائیے اور آپ کہیں آپ کی بات کو سنا جائے گا اور آپ سوال کریں آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی) (مسلم ج ۱ ص ۸۳ طبع بیروت مسلم ج ۱ ص ۱۱۰ طبع ہند) صرف آپ ہی کو وصف رسالت یا وصف نبوت کے ساتھ خطاب کرنا کیا اس کی دلیل نہیں کہ آپ ﷺ ہی اصل نبی ہیں نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا تھا کہ میرے نبی آئیں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا معراج کی رات انبیاء کو آپ سے ملاقات کا شرف ملا تو اس وقت انہوں نے اس عہد کو پورا کیا اور آپ پر ایمان لے آئے۔ تحذیر الناس ص ۴، اور آب حیات ص ۱۵۱ کے حوالے سے حضرت نالوتویؑ کے کلام سے اور کے حوالے سے حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے کلام سے بھی یہ دلیل گزری ہے۔

(۳) پہلے انبیاء کو اذان اقامت نہ ملی جب اصل نبی تشریف لائے تو ان کی نبوت کا اعلان منفرد طریقے سے کیا گیا۔ اور ان کے کلمہ پر مشتمل نماز دی گئی۔ پھر ہم مقدمہ میں بتا چکے ہیں کہ قادیانی کے پاس اپنے نام کی نہ اذان نہ نماز خالی دعویٰ نبوت سے کیا حاصل؟

اشکال: باقی انبیاء کے نام کی بھی اذان و اقامت نہ تھی وہ کیسے نبی تھے؟

جواب: ان کی تعلیمات کا ہمیں علم نہیں ہے کیونکہ وہ ہمیں قطعی ذرائع سے نہیں پہنچیں دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اذان و اقامت ان کے بعد ملی ہے۔ جب آپ کی نبوت کا اعلان ہر طرف ہوا اس کے بعد تلاؤ کونسا نبی ہوا۔ پہلے انبیاء کو تو نبی ﷺ کے کہنے سے مان لیا بعد والے کا

تو آپ نے نہ بتایا اس کو کیسے مان لیں۔؟

(۴) مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی صحابہ کرام کو ظہر اور عصر کی کچھ قراءت بھی سنا دیا کرتے تھے (دیکھئے مسلم تحقیق نواد عبد الباقی ج ۱ ص ۳۳۳ حدیث نمبر ۴۵۱) اور یہ سنا تا تعلیم کیلئے ہوتا تھا اسی طرح عین ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات تعلیم کے لئے ساری نماز بلند آواز سے پڑھائی ہو آپ نے نماز میں پڑھا ﴿أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ﴾ حضرات انبیاء کرام نے بھی ایسے ہی پڑھا ہوگا کیونکہ امام کے خلاف نہیں کرنا جائز نہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتِمَّ بِهِ فَلَا تَخْتَلَفُوا عَلَيْهِ﴾ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۰ واللفظ لہ، شرح السنۃ ج ۳ ص ۴۲۱) ”امام کو اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اس لئے اس پر اختلاف نہ کرو۔“

اس لئے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ انہوں نے اس کلمہ کی جگہ کوئی اور کلمہ پڑھا ہو۔ لاحالہ انہوں نے اس کلمہ کو پڑھ کر آپ کی رسالت کی گواہی دے دی جب انبیاء علیہم السلام نے آپ کی نبوت کی گواہی دے دی آپ پر ایمان لائے اور آپ کی اطاعت کر لی تو آپ ﷺ کے نَبِیُّ الْأَنْبِیَاءِ ہونے میں کیا شک رہا صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿الْأَنْبِیَاءُ أَحْبَبُ إِلَيَّ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ﴾ (مسند ابی یعلیٰ موصلی ج ۳ ص ۳۷۹) ”انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔“ معراج کی رات جو نماز انبیاء نے آپ سے سیکھی اپنی تہنیت مبارکہ میں وہ اسی کو پڑھتے ہوں گے اور اس کلمہ کو پڑھ کر نبی ﷺ کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتے ہوں گے۔ جب سب انبیاء کرام آپ کی رسالت کی شہادت دینے والے ہوئے تو آپ کا نَبِیُّ الْأَنْبِیَاءِ ہونا ثابت ہو گیا۔

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز ادا

کریں گے (مسلم ج ۱ ص ۱۳۶، ۱۳۷) (۱) اور ابھی گزرا ہے کہ امام کے خلاف نہیں کرنا چاہئے اس سے ثابت ہو کہ جب مسلمانوں کا امام نماز میں کہے گا **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ** تو عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی طرح کہیں گے وہ اس کے خلاف نہ کریں گے پھر جب وہ خود نماز پڑھائیں گے تو بھی اسی طرح پڑھیں گے یہ تو نہیں کہ بعد میں ان کی نماز تبدیل ہو جائے گی۔ عیسیٰ علیہ السلام کا نبی ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا اس کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نَبِيُّ الْأَنْبِيَاءِ ہیں۔

(۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام شفاعت سے عذر کریں گے اور فرمائیں گے اَرَأَيْتُمْ لَوْ كَانَ مَتَاعٌ فِى وَعَاءٍ مَخْتُومٍ أَكَانَ يُقَدَّرُ عَلَى مَا فِيهِ حَتَّى يَقْضَى الْخَاتَمُ ؟ فَيَقُولُونَ : لَا ، فَيَقُولُ فَإِنَّ مُحَمَّدًا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَقَدْ حَضَرَ (مسند ابی یعلیٰ موصلى ج ۳ ص ۶، مسند احمد ج ۱)

(۱) علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں فائدہ : أخرج مسلم فى نزول عيسى عليه السلام عن جابر يقول سمعت النبى ﷺ يقول لا تزال طائفة من امتى يقاتلون على الحق طاهرين الى يوم القيامة قال فينزل عيسى عليه السلام فيقول اميرهم تعالى ، صل لنا فيقول لا ، ان بعضكم على بعض أمراء تكرمة الله هذه الأمة - المراد انه لا يؤم فى تلك الصلوة حتى لا يتوهم أن الأمة المحمدية سلبت الولاية فبعد تقرير ذلك فى اول مرة يكون الامام هو عيسى عليه السلام لكونه افضل من المهدي فالجواب الاصلى لامير المؤمنين هو قوله لا ، فانها لك أقيمت كما عند ابن ماجه وغيره عن أبى امامة وبعد ان كانت أقيمت له لو تقدم عيسى عليه السلام أوهم عزل الأمير بخلاف ما بعد ذلك وهذا كاشارة نبينا ﷺ لأبى بكر رضى الله عنه بعد ما شرع فى الصلوة أن لا يتاخر يعنى الاؤم فى هذه الصلوة لأنها لك أقيمت الخ (عقيدة الاسلام فى حياة عيسى عليه السلام ص ۲۹)۔

ص ۲۸۱، ۲۹۵ کتاب الایمان لابن مندہ ص ۸۳۷، ۸۳۸ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۷۲ کنز العمال ج ۱۳ ص ۶۳۳) ”کیا رائے ہے تمہاری اگر کسی مہر شدہ برتن میں کھانا ہو کیا برتن کے اندر پڑے ہوئے کھانے کو حاصل کرنا بغیر مہر کھولے ممکن ہے؟ لوگ کہیں گے نہیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے تو محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں اور وہ تشریف فرما ہیں“

اس حدیث پر غور کریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد سے اور شفاعت اور شہادت کی احادیث متواترہ سے حضرت نانوتویؒ کی اس تحقیق کی تائید ملتی ہے کہ نبی ﷺ کی نبوت مثل سورج کے نور کے اور دیگر انبیاء کی نبوت مثل چاند کی روشنی کے ہے (ازتحدیر الناس ص ۴۳) کہ جیسے سورج کی روشنی کے بغیر چاند روشنی نہیں دیتا اسی طرح دیگر انبیاء علیہم کی شفاعت اس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ نبی کریم ﷺ شفاعت نہ کریں گے۔ جیسے نبی کریم ﷺ کی شفاعت دوسرے حضرات کی شفاعت کا دروازہ کھولے گی اسی طرح عالم ارواح میں نبی علیہ السلام کو نبوت پہلے ملی اللہ تعالیٰ نے اس نبوت کو دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت کیلئے واسطہ بنا دیا مگر اس واسطہ بنانے کی کیفیت ہم نہیں جانتے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی کریم ﷺ کو اس کا علم اور اختیار بھی تھا دیگر انبیاء کو نبوت دینے والا بھی اللہ ہی ہے۔

(۸) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

وَشَفَاعَتُهُ ﷺ اَمَّ الشَّفَاعَاتِ وَمَنْ الْمُتَحَقِّقُ لَدَيْ اَنَّهُ وَاِنْ كَانَ هَذَا الْعَالَمُ اَيْضًا مِنْ بَرَكَاتِ سُبُوغِهِ ﷺ لَيْكُنْ فِي ذَلِكِ الْعَالَمِ سَيَظْهَرُ هَذِهِ الْكِرَامَاتُ لَهُ ﷺ ظُهُورًا لَيْسَ هَذَا الظُّهُورُ عَشْرَ عَشْرِهِ كَمَا قَالَ ﷺ اَدَمُ وَمَنْ دُونَهُ نَعَتْ لَوْلَايَ وَلَا فَخْرَ (الخیر الکثیر مترجم ص ۴۰۱)

ترجمہ: اور آنحضرت ﷺ کی شفاعت ام الشفاعات ہے اور میرے نزدیک یہ بات حقیق ہے کہ اگرچہ اس عالم مادی میں بھی آپ کے سبوغ کی برکتیں کچھ کم ظہور میں نہیں آئیں لیکن عالم آخرت میں آنحضرت ﷺ کی یہ کرامت ایسی ظاہر ہوگی کہ دنیاوی کرامتیں اس کا عشر

عشیر بھی نہ ہوں گی اسی واسطے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام وغیرہ سب میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور اس پر مجھے کوئی غر نہیں۔
نیز فرماتے ہیں۔

وَأَرَى أَنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا غَيْرَ أَنَّ حَوْضَ النَّبِيِّ ﷺ أَمُّ الْوَحْيَاضِ (الخیر الکفر مترجم ص ۴۰۲) ترجمہ: اور میرے نزدیک ہر نبی کیلئے حوض ہوگا مگر حوض رسول اکرم ﷺ کا اُمُّ الْوَحْيَاضِ یعنی سب سے مرکزی حوض ہوگا۔

انبیاء کرام کو جو حوض ملیں گے وہ ان کی نبوت کی وجہ سے ملیں گے مگر وہ سب حوض نبی کریم ﷺ کے حوض سے نکلے ہوں گے جی تو اس کو اُمُّ الْوَحْيَاضِ کہا۔ اس طرح انبیاء کرام کو شفاعت کا شرف ان کی نبوت کی وجہ سے ہوگا مگر نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے بعد ہی ان کو اجازت ہوگی اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت باقی انبیاء کرام کی نبوتوں کی اصل ہے (اگرچہ ہم اس کی کیفیت نہیں سمجھتے) اور آپ نبی الانبیاء ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۹) شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں محشر میں شفاعت کبریٰ کے لئے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرنا حضور ﷺ کی اسی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ (تفسیر عثمانی ص ۷۸) (مزید دیکھئے آیات ختم نبوت ص ۱۶۰ سورۃ آل عمران کی دلیل نمبر ۱۴)

﴿تخذیر الناس کی ایک اور اہم عبارت﴾

تخذیر الناس صفحہ ۳ کی ایک نامکمل عبارت پر بھی اعتراض کی جاتا ہے پہلے تخذیر الناس صفحہ ۴۳ کی مکمل وہ عبارت اور اس سے متعلقہ کچھ جملے صفحہ ۷ اور صفحہ ۱۰ سے دیئے جائیں گے اس کے بعد اس عبارت کی شرح دی جائے گی۔ قارئین سے التماس ہے کہ ان عبارات کو مکمل پڑھیں

کوئی اشکال ہو تو اس کیلئے شرح کو دیکھ لیں اور زائقین کی طرح صرف خط کشیدہ عبارت کو پڑھ کر بدگمانی کا شکار نہ ہوں۔ ایک درخواست ہے کہ کتاب کی اہمیت سمجھنے کیلئے ایک مثال پڑھ لیں۔
تحدیر الناس کی مثال:

کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ کا ایک باز تھا بادشاہ اس کے ساتھ شکار کرتا تھا اور اس کو بہت کھلاتا پلاتا تھا ایک مرتبہ وہ باز اڑ کر کہیں گیا ایک جاہل بڑھیا نے اس کو پکڑ لیا اس کے پنجوں کو دیکھا تو ناخن ٹیڑھے اور بڑے بڑے بڑھیا کہنے لگی اس کا کسی نے خیال نہیں کیا اس کے قبضی لے کر اس کے سب ناخن کاٹ دیئے ان ناخنوں کے ساتھ ہی تو وہ شکار کرتا تھا ناخنوں کے کٹنے سے وہ باز بیکار ہو گیا۔ تحدیر الناس اسی طرح بڑی زبردست کتاب ہے اس میں منکرین ختم نبوت کو لا جواب کرنے کیلئے باز کے تیز ناخنوں کی طرح بڑے مضبوط دلائل ہیں اس کو لکھا گیا تھا بڑے ذی استعداد علم والوں کیلئے ہمیں علماء سے شکوہ ہے کہ وہ تو اس کو پڑھتے نہیں تحریک ختم نبوت میں کام کرنے والے بھی عموماً اس کتاب سے استفادہ نہیں کرتے ناواقف لوگ کیا کرتے ہیں جیسے اس بڑھیا نے باز کے ناخنوں کو کاٹ کر باز کو بیکار کر دیا تھا یہ لوگ اس کتاب کی عبارات سے اہم اجزا کو کاٹ کر بیکار کر دیتے ہیں۔ اور جیسے ناخنوں کے کٹنے کے بعد باز قابل قدر نہ رہا اسی طرح عبارتوں میں کانٹ چھانٹ کے بعد اس کتاب کو بھی عوام کی نظر میں بے قدر بنا دیتے ہیں۔ اے کاش ہمارے مفتی حضرات ہی اس کتاب سے استفادہ کرتے، کاش تحریک ختم نبوت والے کسی شخص کو اس وقت تک مبلغ نہ بناتے جب تک کہ اس میں تحدیر الناس کا درس دینے کی اہلیت نہ ہو۔

﴿حضرت نانوتویؒ کی عبارت کا متن﴾

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ
وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے
کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے

خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلَیْکِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت و غیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اور وہ کو ذکر نہ کیا دوسرے رسول اللہ ﷺ کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سید باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ مَسْکَانَ مُحَمَّدٍ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ اور جملہ وَلَیْکِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سید باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سید باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتبہ ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من العیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتبہ اور مستعار نہیں ہوتا مثال درکار ہو تو لیجئے زمین و کھسار اور درود پوار اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض

وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تمہیں بایں ہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو وہی موصوف بالذات ہوگا اور اس کا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے منکسب اور کسی کا فیض نہ ہوگا الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے چنانچہ خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب عرضی بمعنی بالعرض ہیں اور یہی وجہ سے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحب کمال کبھی بے کمال رہتے ہیں اگر یہ امور مذکورہ ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتے تو یہ انفصال و اتصال نہ ہوا کرتا علی الدوام وجود اور کمالات وجود ذات ممکنات کو لازم ملازم رہتے سوا سی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت ختم ہو جاتا ہے۔

غرض جیسے آپ نَبِیُّ الْاٰمَةِ ہیں ویسے نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء بھی ہیں

اور یہی وجہ ہوئی کہ بہ شہادت وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیِّیْنَ لَمَّا اٰتٰیْکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَحُکْمَةٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَّسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتَوْبِعُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُوْہُ اور انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو وہ میرا ہی اتباع کرتے علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اس بات پر مبنی ہے (تخذیر الناس ص ۳۴)

اور (انبیاء کرام علیہم السلام سے) عہد کا لینا جس سے آپ کا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہونا ثابت ہوتا ہے پہلے ہی معروض ہو چکا (تخذیر الناس ص ۷) ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ ہی الانبیاء ہیں چنانچہ آیہ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیِّیْنَ لَمَّا اٰتٰیْکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَحُکْمَةٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَّسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتَوْبِعُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُوْہُ اِنْ

اس پر اول دلیل ہے (آب حیات ص ۱۵۱ سطر ۱۷)

اب دیکھئے کہ عطف بین الجملة اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیہ بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیہ زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔
(تحدیر الناس ص ۱۰)

حاصل مطلب آیت کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابودہ معروفہ تو رسول اللہ ﷺ کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابودہ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔
(تحدیر الناس ص ۱۰)

﴿اس عبارت کی شرح﴾

اس عبارت کے حصے مع عنوانات و شرح درج ذیل ہیں۔

(۱) خطبہ:

”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَنَبِيِّ الْمُؤْمِلِيْنَ وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ“ (تحدیر ص ۳)
حضرت پر ختم نبوت کے انکار کا الزام لگانے والے کچھ تو سوچیں حضرت نے تو خطبے میں بھی ختم نبوت کا ذکر کر دیا۔

(۲) تمہید:

”بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو“ (تحدیر ص ۳)
(۳) ختم نبوت کی وجہ عند الجمہور:

”سومعوم کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ

انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں“ (تحدیر ص ۳)

ہم بتا چکے ہیں کہ رائج یہ کہ معنی سے مراد یہاں وجہ اور سبب لیا جائے مطلب یہ ہوگا کہ نبی کریم ﷺ کے خاتم ہونے کا سبب عندا لجہو ر آپ کا سبب انبیاء کے بعد مبعوث ہونا ہے اور اگر معنی سے مراد مقصد و مفہوم مراد ہو تب بھی درست ہے۔ پھر فرق یہ ہوگا کہ حضرت کے نزدیک خاتم ہونے میں افضل و آخر دونوں مراد ہوں گے۔ یاد رہے کہ عوام سے مراد یا تو جہو ر یعنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی اکثریت مراد ہے۔ عوام سے مراد جہلاء کی جماعت نہیں جس کے بارے میں کہہ دیتے ہیں عوام کا لالعام۔

(۴) اس وجہ پر تنقید:

” مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلَٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟“ (تحدیر الناس ص ۳)

حضرت کا منشا یہ ہے کہ صرف بعد میں آنا کسی کے افضل ہونے کا سبب نہیں ہاں اعلیٰ ہونے کی وجہ سے بعد میں آنا فضیلت کا باعث ہے، اس لئے صرف آخر میں آنے کا معنی بغیر افضلیت کے آیت کریمہ میں نہ لیا جائے۔

(۵) اس تنقید پر پہلا اعتراض:

”ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔“ (تحدیر الناس ص ۳)

مولانا نے اوپر فرمایا تھا کہ چونکہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات فضیلت نہیں اس لئے محض آخر میں آنے کو خاتمیت کی علت نہ بنایا جائے اس پر ایک اعتراض کرتے ہیں کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات فضیلت نہ سہی لیکن ہم اس کو مقام مدح نہیں مانتے جو فضیلت کی ضرورت ہو بلکہ اس حقیقت کی اطلاع مقصد ہے کہ آپ کی بعثت سب انبیاء کے بعد ہوئی ہے۔

(۶) اس اعتراض کا جواب:

”مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔

دوسرے رسول اللہ ﷺ کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے“ (تخذیر الناس ص ۳)

مولانا فرماتے ہیں کہ ہم اس کو مقامِ مدح ہی مانیں گے اس لئے کہ مقامِ مدح نہ ماننے کی صورت میں ایک اشکال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف آخر میں آنے کو ذکر کیوں کیا قد و قامت وغیرہ کو ذکر کیوں نہ کیا دوسرے یہ کہ نبی کریم ﷺ کے مرتبے کی کمی کا احتمال جیسا کہ حضرت نے واضح فرمایا تو جب یہ مقامِ مدح ہی ہے تو پھر خاتم النبیین کا ایسا معنی ہی لینا چاہئے جس میں بالذات فضیلت ہو (۷) اس جواب پر اعتراض :

”باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سب بابِ اتباع مدعیانِ نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابلِ لحاظ ہے۔“ (تخذیر الناس ص ۳)

اگر کوئی کہے کہ ٹھیک ہے تاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں لیکن اللہ نے خاص اس وصف کو اس لئے ذکر کیا کہ دین اسلام آخری دین ہے اللہ نے اس کا اعلان کر دیا تاکہ مستقبل میں آنے والے جھوٹے مدعیانِ نبوت کی اتباع سے لوگ ہوشیار رہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ہاں یہ قابلِ لحاظ ہے یعنی اس کی ضرورت ہے۔ اگر حضرت معاذ اللہ کسی نئے نبی کے آنے کو جائز مانتے تو اسلام کے آخری دین ہونے کو یا تو ذکر ہی نہ کرتے یا اس کی تردید کر دیتے۔

(۸) اعتراض کار:

”پر جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام مجز نظام میں متصور نہیں اگر سید باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں مواقع تھے۔“ (تحدیر الناس)

(۳ ص)

حضرت نے یہ نہ فرمایا کہ یہ دین آخری دین نہیں ہے اور نہ یہ فرمایا کہ اعلان کی ضرورت نہیں بلکہ اس کو آخری دین مانا اور ختم نبوت کے اعلان کی ضرورت کا اقرار اور اس الفاظ سے کیا ”البتہ فی حد ذاته قابل لحاظ ہے“ یہاں بتاتے ہیں کہ ایک اور وجہ سے محض تاخر زمانی کا معنی لینا بہتر نہیں وہ یہ کہ اس مقام پر مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ معطوف علیہ اور وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ معطوف ہے پھر لٰكِنْ استدراک کیلئے ہوتا ہے یعنی پہلے کلام سے کوئی شبہ پیش آئے اس کو زائل کرنے کیلئے ہوتا ہے اور یہاں اگر محض آخر میں آنا مراد لیا جائے تو دونوں جزوں میں ایسی مناسبت نظر نہیں آتی۔

(۹) خاتمیت رتبی اور اس کی وجوہ ترجیح:

”بلکہ بناءً خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سید باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔“ (تحدیر الناس ص ۳)

بناءً خاتمیت سے خاتم ہونے کا سبب مراد ہے حضرت فرماتے ہیں کہ خاتمیت کی بنیاد یا اس کا سبب ایک ایسا وصف ہے جس سے یہ تینوں مسائل حل ہوتے ہیں وہ ہے نبی کریم ﷺ کا سب سے اعلیٰ نبی ہونا اور یہ بات بارہا گزری ہے کہ اعلیٰ ہونے کی وجہ سے آپ سب سے آخر میں تشریف لائے اس طرح جو نبی تاخر زمانی کا اعلان ہوا مجموعے مدعیان نبوت کی اتباع کا دروازہ بند ہوا۔ اعلیٰ ہونا

بذات خود فضیلت ہے لہذا بالذات فضیلت نہ ہونے کا جو اعتراض تھا وہ بھی جاتا رہے۔ والحمد للہ
(۱۰) خاتیمہ رتبہ کی تحقیق:

”تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔ مثال درکار ہو تو لیجئے زمین و کہسار اور درو دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنا ہی تھی بایں ہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو وہی موصوف بالذات ہوگا اور اس کا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتسب اور کسی کا فیض نہ ہوگا۔

الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے چنانچہ خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات و جود سب عرضی بمعنی بالعرض ہیں اور یہی وجہ سے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحب کمال کبھی بے کمال رہتے ہیں اگر یہ امور مذکورہ ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتے تو یہ انفصال و اتصال نہ ہوا کرتا علی الدوام وجود اور کمالات و جود ذات ممکنات کو لازم ملازم رہتے۔“ (تخذیر الناس ص ۳۲)

اس عبارت میں حضرت نے ایک تو یہ بیان کیا کہ کسی صفت کے ساتھ موصوف ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک اتصاف بالذات دوسرے اتصاف بالعرض پھر جو صفات موصوف کو بالذات حاصل ہوں وہ صفات ذاتیہ کہلاتی ہیں اور جو صفات بالعرض حاصل ہوں وہ صفات عرضیہ کہلاتی ہیں دوسرے اس کو بیان کیا کہ موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب یعنی حاصل شدہ ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف ذاتی کہلاتا ہے وہ اس کا اپنا ہوتا ہے کسی غیر سے حاصل

کردہ نہیں ہوتا۔

دلیل: دن کے وقت سورج بھی روشن ہوتا ہے اور درود یوار بھی۔ درود یوار کی روشنی سورج سے حاصل شدہ ہے جبکہ سورج کی روشنی کسی اور سے حاصل شدہ نہیں وہ اس کی ذاتی ہے سورج روشنی سے موصوف بالذات ہے اور درود یوار موصوف بالعرض ان کی روشنی عرضی ہے۔

حضرت نے یہ بات جو ارشاد فرمائی کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ موصوف بالذات ہمیشہ آخر میں آتا ہے بلکہ جب ہم موصوف بالعرض کے بارے میں سوچیں کہ یہ وصف کہاں سے آیا تو ہماری سوچ کی وہاں انتہا ہو جاتی ہے۔ مثالیں: حدیث شریف میں اصحاب الاخذود کا واقعہ آتا ہے کہ بادشاہ کا ایک ہمنشین اس بچے کے پاس ایمان لے آیا اللہ نے اس کی بینائی لوٹا دی بادشاہ نے کہا یہ کس نے لوٹائی کہنے لگا میرے رب نے بادشاہ نے کہا کیا تیرا کوئی اور رب ہے اس نے کہا میرا اور تیرا رب اللہ ہے بادشاہ نے اس کو پکڑوایا اس نے بتا دیا کہ مجھے یہ تعلیم فلاں بچے سے ملی بادشاہ نے اس بچے کو بھی گرفتار کیا اس سے پوچھا اس نے بالا خراس راہب کا نام لیا جس سے یہ تعلیم ملی تھی۔ اب بادشاہ کی تفتیش مکمل ہو گئی بادشاہ نے ان کو سزا دینی شروع کی (مسلم ج ۸ طبع ص ۲۳۰ ہجرت) کسی بھی سازش کو ختم کرنے کیلئے اصل کردار کو پکڑنا ضروری ہوتا ہے اگر اصل کردار باقی رہے تو اس کی طرف سے کسی نہ کسی طرح سازش ہوتی رہے گی۔ وہ اصل کردار سازش کے وصف سے موصوف بالذات ہوتا ہے جن لوگوں کو پیسے وغیرہ دے کر وہ کام لیتا ہے وہ موصوف بالعرض ہیں۔

دوسری مثال:

ایک شخص نے اپنی زمین بیچنے کیلئے کسی کو وکیل بنایا وکیل کا اختیار مالک کا دیا ہوا ہے وکیل مالک کی اجازت کے بغیر قیمت کم نہیں کر سکتا لیکن اگر مشتری اصل مالک کے پاس آجائے تو وہ جیسے چاہے کی کردے یا یوں سمجھو کہ اصل آجائے تو وکالت ختم۔

تیسری مثال:

نکاح میں جب دولہا موجود ہو تو وکیل کو کون پوچھتا ہے؟ عقد نکاح میں خاوند موصوف بالذات اور وکیل موصوف بالعرض کی طرح ہے۔

چوتھی مثال:

کائنات موجود ہے کائنات میں بہت سی صفات وجود پائی جاتی ہیں مثلاً انسان سنتا ہے دیکھتا ہے مگر یہ صفات اس کی فانی ہیں اس لئے کبھی پائی جاتی ہیں کبھی نہیں انسان کی قوت سماعت ختم بھی ہو جاتی ہے بلکہ خود انسان بھی فانی ہے۔ جب یہ فانی ہے تو اس کا وجود اپنا نہیں ذاتی نہیں بلکہ عرضی ہے کائنات وجود کے ساتھ موصوف بالعرض ہے۔ اس کا وجود کسی ایسی ہستی سے آیا ہے جس کا وجود اپنا ہے اور وہ اللہ ہے۔ چونکہ اس کو وجود اپنا ہے اس لئے یہ سوچنا بالکل بیکار ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا۔ اس کو حضرت نے یوں تعبیر کیا:

”موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے“۔ (تخذیر الناس ص ۳)

(۱۱) نبی کریم ﷺ خاتمیت رتبی کو بیان کرنے کا پہلا انداز:

”سوا سی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصف

نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض (تخذیر

الناس ص ۴)

حضرت نے خاتمیت رتبی کو ایک توہین سمجھایا کہ جیسے سورج روشنی سے موصوف بالذات ہے اور درود یو اور موصوف بالعرض اسی طرح نبی کریم ﷺ نبوت کے ساتھ موصوف بالذات ہیں۔ آپ ہر وقت ہر جگہ نبی ہیں سب کے مطاع ہیں۔ دیگر انبیاء کرام اپنی امتوں کے لئے مطاع مگر آپ کے مطیع معراج کی رات آپ کے مقتدی۔ مگر آپ امت کے بھی امام، انبیاء کے بھی امام۔

(۱۲) نبی کریم ﷺ خاتمیت رتبی کو بیان کرنے کا دوسرا انداز:

اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ

(تخذیر الناس ص ۴)

نبوت ختم ہو جاتا ہے۔

ہم گذشتہ اجاث میں شاہ ولی اللہ کے حوالے سے لکھ آئے ہیں کہ قیامت کے دن دیگر انبیاء کرام کو بھی حوض ملیں گے مگر نبی ﷺ کا حوض کوثر ام الحیاض ہوگا۔ دیگر انبیاء کرام بھی شفاعت کریں گے مگر نبی ﷺ کی شفاعت ام الشفاعات ہوگی۔ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ عالم ارواح میں دیگر انبیاء کی نبوت نبی ﷺ کی نبوت کا فیض تھی۔

(۱۳) نبی کریم ﷺ خاتمیت رتبہ کو بیان کرنے کا تیسرا انداز:

غرض جیسے آپ ﷺ اُمّۃ ہیں ویسے نبیُّ الاُنبیاء بھی ہیں (تخذیر الناس ص ۴)
اور عہد کا لینا جس سے آپ کا نبیُّ الاُنبیاء ہونا ثابت ہوتا ہے پہلے ہی معروض ہو چکا ہے (تخذیر الناس ص ۷)

ان دونوں عبارتوں میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کو نبیُّ الاُنبیاء فرمایا گذشتہ صفحات میں اس کی وضاحت مع دلائل کے ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔ ضرورت ہو تو مراجعہ کر لیں۔ ذیل میں حضرت نانوتویؒ کے ذکر کردہ کچھ دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۴) نبی کریم ﷺ کے نبیُّ الاُنبیاء ہونے کے کچھ دلائل:

اور یہی وجہ ہوئی کہ بہ شہادت وَاِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِثْقَاتِ النَّبِیِّیْنَ لَمَّا اٰتٰیْکُمْ مِنْ کِتٰبٍ وَحُکْمَةٍ ثُمَّ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتَنْوُمُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ اور انبیاء علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو وہ میرا ہی اتباع کرتے علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اس بات پر مبنی ہے۔ (تخذیر الناس ص ۴)

اس مہارت میں حضرت نانوتویؒ نے نبی کریم ﷺ کے نبوت کے ساتھ موصوف بالذات ہونے، بالفاظ دیگر آپ کے نبیُّ الاُنبیاء ہونے کے تین دلائل ذکر کئے ہیں۔

دلیل نمبر ۱: اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے عہد لیا تھا کہ حضرت محمد ﷺ اشریف لائیں تو ان پر

ایمان لانا ہوگا اور ان کی اتباع و اقتدا کرنی ہوگی۔ آگے چل کر انبیاء کرام سے لئے ہوئے اس عہد کے بارے میں حضرتؒ فرماتے ہیں

اور عہد کا لینا جس سے آپ کا نبیؐ الانبیاء ہونا ثابت ہوتا ہے پہلے ہی معروض ہو چکا۔

(تحدیر الناس ص ۷) ایک جگہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نبی الانبیاء ہیں چنانچہ آیہ وَاِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیِّیْنَ کَمَا اٰتٰیْکُمْ مِّنْ کِتَابٍ وَحِکْمَةٍ ثُمَّ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَّکُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِہٖ وَلِتُنْصِرُوْا لَیْسَ اِلَیْہِ اِلَّا ہُدًی لِّقَوْمٍ عٰقِلِیْنَ (آب حیات ص ۱۵۱ سطر ۱۷)

دلیل نمبر ۲: ارشاد نبوی ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ میری ہی اتباع کرتے یہ حدیث سنن دارمی ص ۱۱۵، ۱۱۶، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۲ میں موجود ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام قبر مبارک میں زندہ نہیں اس لئے کہ حیاۃ النبی کی حدیث کا صحیح ہونا پہلے گزر چکا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اس زمین پر زندہ ہوتے (دیکھئے تفسیر عثمانی ص ۵۶۳) دلیل نمبر ۳: نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے۔

غور کریں اگر حضرت نالوتو نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نبی کی آمد کے قائل ہوتے تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی آمد کا ذکر نہ کرتے؟

(۱۵) خاتمیہ رتبی کو ماننے سے آیت کریمہ کا مفہوم:

حاصل مطلب آیہ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوة معروفہ تو رسول اللہ ﷺ کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوة معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔

(تحدیر الناس ص ۱۰)

اس عبارت میں تین دعوے ہیں ایک ”ابوة معروفہ تو رسول اللہ ﷺ کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں“ یہ مفہوم ہے ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ“ دوسرا دعویٰ ”ابوة معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے“ یہ مفہوم ہے ”وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ“ کا تیسرا دعویٰ ”ابوة معنوی انبیاء

کی نسبت بھی ہے۔“ یہ مفہوم ہے ”وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ کا ، اور اس کو تاخر زمانی لازم ہے۔
(۱۶) خاتمیت رتبی کو ماننے کے فوائد:

اب دیکھئے کہ عطف بین الجملة اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔
(تحذیر الناس ص ۱۰)

حضرت نانوتویؒ نے ان عبارتوں میں نبی کریم ﷺ کو نَبِيٍّ الْأَنْبِيَاءِ ماننے یا وصف نبوت سے موصوف بالذات ماننے کا گویا نتیجہ یا فائدہ حسب ذیل امور کو بتایا ہے۔

(۱) اس معنی کو لینے سے عطف درست ہو گیا کیونکہ واؤ کے ساتھ عطف کرنے کیلئے کچھ مناسبت دونوں جزیوں میں ضروری ہے (مختصر المعانی بحث الفصل والوصل عقود الجمان للسيوطی مع الشرح ج ۱ ص ۲۱۳) اور وہ پائی گئی۔ اس طرح کہ ایک طرف ابوة معروفہ کا ذکر ہے دوسری طرف ابوة معنویہ کا دونوں جگہ ابوة مذکور ہوئی۔

(۲) لَكِنْ کے ساتھ استدراک کا معنی چاہئے وہ بھی پایا گیا۔ وہ اس طرح کہ جب ابوة معروفہ کی نفی کی تو ابوة معنویہ کی نفی کا وہم ہوا لیکن کے ساتھ اس وہم کا ازالہ کیا۔

(۳) استثناء کا معنی بھی پایا گیا اسماء سے مراد استثناء منقطع ہے استثناء منقطع میں اِلَّا، لَكِنْ کے معنی دیتا ہے (اس لئے جس قیاس میں لَكِنْ آئے منطقی اس کو قیاس استثنائی کہتے ہیں) لَكِنْ کا معنی پورے طور پر پایا گیا تو گویا استثناء کا معنی بھی پایا گیا۔

(۴) خاتمیت بوجہ احسن پائی گئی اس طرح کہ نبی ﷺ وصف نبوت کے ساتھ موصوف بالذات ہیں آپ نَبِيٍّ الْأَنْبِيَاءِ ہیں۔

(۵) خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہ چھوٹی اور یہ بات بار بار ہو چکی ہے کہ نبی ﷺ کو اعلیٰ نبی ہونے کی وجہ سے سب سے آخر میں بھیجا گیا۔ خاتمیت رتبی خاتمیت زمانی کو لازم ہے۔

اس عبارت پر گفتگو کرنے کا طریقہ

پہلے آپ تحذیر الناس کی ان عبارتوں کو اچھی طرح سمجھ لیں پھر دوسروں کو سمجھائیں اور اگر کوئی ضدی ان عبارات پر الجھانے کی کوشش کرے تو ایسے شخص پر درج ذیل سوالات ڈالیں۔ اول تو جواب نہ دے گا اگر دے گا تو اس کتاب میں دی ہوئی تشریحات کے مطابق اس کی اصلاح کریں ان شاء اللہ یا تو سمجھ جائے گا یا پھر پچھا چھوڑ جائے گا۔ سوالات یہ ہیں:

(۱) اس عبارت میں لفظ معنی سے کیا مراد ہے؟ نیز جمہور کے نزدیک ختم نبوت کا مفہوم کیا بنا اور حضرت کے نزدیک کیا؟ حضرت نے جمہور کی موافقت کی یا مخالفت اور کس طرح؟

(۲) عوام سے کون مراد ہیں؟

(۳) ”بالذات فضیلت نہیں“ کا کیا مطلب ہے؟ نیز کیا فضیلت کی کوئی اور قسم بھی ہے؟

(۴) نبی ﷺ کا آخری نبی ہونا باعث فضیلت ہے یا نہیں؟ نیز یہ فضیلت بالذات ہے یا بالعرض اور کیوں؟

(۵) حضرت کی اس عبارت سے مطلقاً فضیلت کی نفی ہوتی ہے یا کسی خاص قسم کی اور کیسے؟

(۶) خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ میں اگر تاخر زمانی بدوں افضلیت کے لی جائے تو اس میں کیا اشکالات ہیں؟

(۷) حضرت کی اس عبارت کا مطلب لکھیں۔

”اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے..... دوسرے رسول

اللہ ﷺ کی جانب نقصان قدر کا احتمال۔“

(۸) عبارت کا مطلب تحریر کریں اور یہ بتائیں کہ اس میں حضرت نے رسول اللہ ﷺ کیلئے تاخر زمانی کو مانا ہے یا نہیں۔

باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا

ہے جو کل جموٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ
ہے۔ (تحدیر الناس ص ۳)

(۹) آیت کریمہ: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ
میں وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ جملہ کیسے بنتا ہے؟ نیز اس کے دو جملوں میں بے ربطی
کب متصور ہے اور کیوں؟

(۱۰) اس کے مقام مدح ہونے کی کیا دلیل ہے؟

(۱۱) حضرت فرماتے ہیں

بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخیر زمانی اور سید باب مذکور خود بخود لازم
آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔

اس عبارت میں بناء خاتمیت کا کیا مطلب ہے؟ سید باب مذکور سے کیا مراد ہے؟ حضرت نے جو
بات ارشاد فرمائی اس سے فضیلت نبوی دوبالا کسی طرح ہوتی ہے؟

(۱۲) حضرت نے بناء خاتمیت کسی چیز کو قرار دیا اور اس کو کس کس انداز میں بیان کیا؟

(۱۳) مولانا نے آنحضرت ﷺ کے نَبِيِّ الْأَنْبِيَاءِ ہونے کے بارے میں کون کونسے دلائل
ذکر کئے ہیں؟

☆☆☆☆☆☆

مناظرہ عجیبہ

محبتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ قاسم العلوم جے۔ اے۔ ۱۳۰ کراچی ۳
کونریجی

﴿تعارف کتاب مناظرہ عجیبہ﴾

مولانا حسین احمد نجیب رفیق دارالتصنیف دارالعلوم کراچی فرماتے ہیں:

حجۃ الاسلام مجدد الملت حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں علم و عمل کا وہ بحر ناپیدا کنار جس کی نظیر ان آخری دو صدیوں میں ملنا مشکل ہے آپ کی تصنیفات بظاہر مختصر رسالوں کی صورت میں ہیں مگر ان صفحات میں جو علوم و معارف سموئے ہیں اگر کوئی آدمی ان کو صحیح معنی میں پڑھ لے تو بلا تردید اسے بحر العلوم کا غواص عالم قرار دیا جاسکتا ہے۔

”مناظرہ عجیبہ“ اگرچہ ”تخذیر الناس“ کی بعض عبارتوں پر علمی اعتراضات کے جواب اور اسی سلسلہ کے چند مکاتیب پر مشتمل ہے مگر چونکہ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز کے سامنے یہ اعتراضات و اشکالات پیش کرنے والے حضرت مولانا عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ صاحب علم شخصیت تھے اس لئے اس سوال و جواب کے نتیجے میں تذخیر الناس کی ایک لا جواب شرح وجود میں آگئی..... تذخیر الناس کی مناظرہ عجیبہ کے نام سے یہ شرح حقیقۃً تذخیر الناس کو سمجھنے کے لئے ایک لازمی حیثیت رکھتی ہے اس کی افادیت کا اندازہ تو مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہوگا

(مناظرہ عجیبہ ۷، ۸)

ہے (مناظرہ عجیبہ ص ۱۶)

[یہ عبارت بھی انبیاء کرام کی فضیلت میں صریح ہے]

(۴) ایک جگہ فرماتے ہیں:

الغرض انبیاء علیہم السلام کو اپنا تصور نہ فرمائیے (مناظرہ عجیبہ ص ۱۶)

[دیکھا آپ نے حضرت نانوتویؒ انبیاء علیہم السلام کو بشر ماننے کے باوجود ان کو اپنے جیسا نہیں مانتے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت تمام نصوص پر ایمان رکھتے تھے، عقیدہ توحید کی طرح شان رسالت کا بھی ادب کرتے تھے۔

عقیدہ بشریت کی مختصر تحقیق یہ ہے کہ بشریت کئی قسم کی ہے (۱) بشریت محضہ (۲) بشریت + کفر۔ ابو جہل ایسا ہی بشر تھا اس میں بشریت کے ساتھ کفر بھی پایا جاتا تھا (۳) بشریت + ایمان۔ سب مسلمان بشر ہونے کے ساتھ ساتھ مؤمن ہوتے ہیں۔ (۴) بشریت + ایمان + نبوت۔ مؤمن اور کافر کے درمیان جو بشریت مشترک ہے وہ پہلی قسم یعنی بشریت محضہ ہے جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے یوں فرمایا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

انبیاء کرام محض بشر ہی نہیں ہوتے بلکہ ان کی بشریت اس چوتھی قسم کی ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے ساتھ ہی یُوحٰی اِلَیْہِمْ بھی موجود ہے۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے آیات ختم نبوت

حاشیہ صفحہ ۲۳۲ تا ۲۳۳

(۵) ایک جگہ فرماتے ہیں:

اے حضرت! منکرین اثر اور مقررین اثر دونوں اثر مذکور سے مساوات کلی سمجھ بیٹھے جو لوگ مساوات کلی شش امثال کے مدعی ہوئے وہ بھی اس بھروسے مدعی ہوئے اور سید الخلق وغیرہ الفاظ منصومہ جو ان فضیلت کلی محمدی ﷺ دلالت کرتے ہیں خیال نہ فرمایا اور جو لوگ منکر ہوئے وہ

لوگ بھی اسی بناء پر منکر ہوئے اور تعلیط ائمہ حدیث اور تکذیب عبد اللہ بن عباس بلکہ تکذیب سید الناس ﷺ کا خوف نہ کیا (مناظرہ عجیبہ ص ۲۸)

تخذیر الناس کے سبب تالیف میں گزرا کہ حضرت ابن عباس کے ایک قول میں ہے کہ ہر زمین میں نبی کریم ﷺ کی طرح نبی موجود ہے اور قول صحابی سند کے اعتبار سے صحیح ہے اب کچھ لوگوں نے اس کو مان کر کہا کہ باقی زمینوں میں بھی نبی کریم ﷺ جیسے نبی ہیں اور کچھ لوگوں نے اس قول کا انکار کر دیا کیونکہ یہ بظاہر عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔ ان دونوں کا منفی پہلو یہ ہے کہ اس اثر کے ماننے والوں نے نبی ﷺ کی عظمت کا لحاظ نہ کیا حالانکہ آپ ساری کائنات سے افضل ہیں اور انکار کرنے والوں کے قول سے منکرین حدیث کو تقویت ملی حضرت نے ایسی توجیہ پیش کی جس سے اثر کو بھی مانا گیا اور نبی کریم ﷺ کو سب سے افضل اور آخری نبی بھی۔ حضرت اس چیز کو یہاں بیان کر رہے ہیں چنانچہ تصفیۃ العقائد سے پتہ چلتا ہے کہ انکار حدیث کے فتنہ سے بچانے کے لئے بھی یہ توجیہ کی ہے۔ مرزائیوں کو اس تعارض کے رفع کرنے سے کیا غرض وہ تو صریح آیات کی تکذیب کر دیتے ہیں]

(۶) ایک جگہ فرمایا:

جہاں جہاں مادہ ایمانی ہے۔۔ وہاں وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ہے

(مناظرہ عجیبہ ص ۳۰)

[لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کے علم یا ارادے سے ایمان ملتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا ذریعہ بنادیا جیسے آدم علیہ السلام کو تمام انسانوں کے پھیلنا کا ذریعہ بنادیا]

(۷) مولانا عبد العزیز صاحب محذور سادس میں لکھتے ہیں کہ اثر ابن عباس اگر مولانا

[نانوتوی۔ راقم] کے نزدیک صحیح ہے مگر منقطع بانقطاع معنوی بھی ضرور ہے بسبب مخالفت آیت

خاتم النبیین سے۔ پس لازم کہ اگر حنفی ہوں تو اس پر عمل نہ فرمائیں جیسے حدیث لَا صَلَوةَ إِلَّا

بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ پر باوجود صحیح ہونے کے بوجہ مخالفت عموم فَاَقْرُؤْ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ کے

حنفی عمل نہیں کرتے اور منقطع بالقطع معنوی سمجھتے ہیں (مناظرہ عجیبہ ص ۳۹)

اس کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں:

مولانا! میں کیا چیز؟ اور میرا نزدیک کیا؟ دربارہ مرتبہ شناسی حدیث محدثان والا مقام کا نام لینے میں آپ کو کیا دشواری ہے؟ ہم لوگ تو دربارہ مرتبہ شناسی حدیث محدثان والا مقام کے اس سے زیادہ مقلد ہیں کہ دربارہ مسائل فقہیہ ائمہ مجتہدین کے (مناظرہ عجیبہ ص ۳۹)

[غور کیا آپ نے حضرت کے نزدیک محدثین کا جو حدیث نبوی کے خدام ہیں کتنا مقام ہے؟ جب ان خدام کی اتنی عزت کرتے ہیں تو اصل مخدوم جناب نبی کریم ﷺ کا حضرت کے دل میں کتنا مقام ہوگا]

(۸) ایک جگہ فرماتے ہیں:

سو جس طریق کی تصحیح و تحسین بیہقی اور حاکم اور ذہبی اور ابن جریر اور ابن حجر فرماتے ہیں ہم کو ایسا ہی سمجھنا چاہئے (مناظرہ عجیبہ ص ۴۰)

[معلوم ہوا کہ حضرت نے اثر ابن عباسؓ کی تصحیح میں ان کبار محدثین پر اعتماد کر کے توجیہات کی ہیں اس کے بارے میں کچھ حوالہ جات آپ کو آیات ختم نبوت ص ۶۰، ۶۱ میں مل جائیں گے]

(۹) ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور آپ جو یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر حنفی ہوں تو اس حدیث پر عمل نہ فرماؤں جیسے حدیث لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، باوجود صحیح ہونے کے باوجود مخالفت فَاقرُّوا مَا تيسَّرَ حنفی عمل نہیں کرتے فقط۔ قطع نظر اس سے کہ یہاں عمل کی کوئی بات نہیں فقط اس وجہ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ کے نزدیک دونوں جا کلام اللہ اور حدیث صحیح مخالف یکدیگر مگر کمترین کو نہ اثر معلوم مخالف خاتم النبیین معلوم ہوتا ہے خواہ خاتمیت زمانی ہو چنانچہ آپ کو معلوم ہی ہوگا خواہ مرتبی۔ اور نہ حدیث لَا صَلَاةَ مَخَالَفَ فَاقرُّوا مَا تيسَّرَ اور حدیث مذکور مخالف وَاذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا (مناظرہ عجیبہ ص ۴۰)

[بہت سی نصوص جن کو عام علماء متعارض مانتے تھے حضرت نانوتوی اللہ کے فضل سے ان کو متعارض نہیں سمجھتے بلکہ ان میں تطبیق دے کر سب پر عمل کرتے تھے اور یہ نشانی ہے اس بات کی آپ کے دل میں اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی شدید محبت تھی ان کے ہر ہر فرمان کو عمل میں لانے کی فکر کرتے تھے۔

مذکورہ بالا نصوص میں تطبیق یوں ہوتی ہے کہ حدیث لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی) منفرد اور امام کے لئے ہے اور آیت کریمہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا (جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو) مقتدی کے حق میں ہے اس لئے امام اور منفرد نماز میں سورۃ الفاتحہ کی قراءۃ کریں گے جبکہ مقتدی خاموش رہے گا اس طرح دونوں نصوص پر عمل ہو جائے گا۔

پھر آیت کریمہ فَاقْرَأُوا مَا تَسَرَّ (قرآن سے جو آسان ہو پڑھ لو) سے فرضیت ثابت ہوتی ہے اور حدیث پاک لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی) وجوب کیلئے ہے اس طرح تمام نصوص پر عمل ہو جاتا ہے اس لئے قرآن پاک سے کچھ نہ کچھ پڑھنا تو نماز میں فرض ہو گا بالکل قرآن نہ پڑھے تو نماز دوبارہ پڑھے اور خاص سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اگر سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا بھول گیا تو سجدہ سہو کرے]

(۱۰) سائل نے کہا تھا اگر آپ حنفی ہوں تو اس پر عمل نہ کریں مولانا نانوتویؒ نے فرمایا اس کے جواب کے آخر میں فرمایا: عام اہل اسلام کے ایمان میں بھی کچھ تردد نہیں ہوتا جو یوں کہوں کہ آپ اگر مومن ہوں تو ضرور ہے کہ اس اثر کو تسلیم فرمائیں آپ نے اگر یہ کہہ لیا کہ اگر حنفی ہوں الخ تو بلا سے۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۳۱ سطر ۷ تا ۷)

[اس سے پتہ چلا کہ حضرت نانوتویؒ مقلد تو بے شک تھے مگر تقلید میں اعتدال رکھتے تھے غلو نہ کرتے تھے اور اعتدال ہی صراط مستقیم ہے جس طرح تقلید نہ کرنے سے انسان گمراہ ہوتا ہے اس طرح تقلید میں غلو کرنے والا بھی راہ راست پر نہیں رہتا۔ تقلید غیر منصوص مسائل میں ہوتی

ہے عقائد قطعیہ میں تھلید نہیں۔ حضرت نانو توئیؒ کو زیادہ فکر اسلام کے دفاع اور مسلمانوں کے بچانے کی ہوتی تھی اس لئے آپ کی کتابوں سے اور آپ کے بیانات سے یہ بات عیاں ہے فقہاء کے مابین اختلافی مسائل پر آپ نے بہت کم لکھا اور بہت احتیاط سے لکھا چنانچہ اپنی کتاب توثیق الکلام میں ترک قراءۃ خلف الامام کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس پر بھی امام ابو حنیفہؒ پر طعن کئے جائیں اور تارکان قراءۃ پر عدم جواز صلوٰۃ کا الزام ہوا کرے تو کیا کیجئے زبان قلم کے آگے کوئی آڑ نہیں دیوار نہیں پہاڑ نہیں ہم کو دیکھئے باوجود توجیہات مذکورہ اور استماع تشذیجات معلومہ فاتحہ پڑھنے والوں سے دست گریبان نہیں ہوتے بلکہ یوں سمجھ کر کہ ہم تو کس حساب میں ہیں امام اعظمؒ بھی باوجود عظمت شان امکان خطا سے منزہ نہیں کیا ہی عجب ہے کہ حضرت امام شافعیؒ علیہ الرحمۃ ہی صحیح فرماتے ہوں اور ہم ہنوز ان کے قول کی وجہ کو نہ سمجھتے ہوں اس امر میں زیادہ تعصب کو پسند نہیں کرتے پر جس وقت امام علیہ الرحمۃ کی توہین سنی جاتی ہے دل جل کر خاک ہو جاتا ہے اور یوں جی میں آتا ہے کہ ان زبان درازیوں کے مقابلہ میں لن ترانیوں پر آجائیں اور دو چار ہم بھی سنائیں پر حدیث (۱) وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا وَ اِذَا مَرُّوا بِالْمَلْعُونِ مَرُّوا بِكَرَامًا اور حدیث منع نزاع مانع ہے (توثیق الکلام ص ۱۶) سرسید احمد خان کے نام ایک خط کے اندر لکھتے ہیں: بہر حال نہ اپنے خیال کا وہ اعتبار ہے نہ کسی تاریخ کا وہ اعتبار ہے جس قدر حدیث ضعیف کا اعتبار ہونا چاہئے اور اگر کسی امام نے قیاس کو حدیث ضعیف سے بڑھ کر بھی سمجھا ہے تو اس کی یہ وجہ ہے کہ قیاس ماخوذ حدیث صحیح یا متواترات سے ہوتا ہے اس صورت میں حدیث ضعیف سے قیاس بڑھ کر نہ رہا وہ حدیث صحیح یا متواترات اس سے بڑھ کر ہے (تہفۃ العقائد ص ۴۱، ۴۲)

(۱) کاتب کی غلطی سے آیت کی جگہ حدیث لکھا گیا یا اس لئے کہ لفظ حدیث بسا اوقات آیت پر بول دیا جاتا ہے ارشاد باری ہے فَبَآئِيَ حَدِيثٌ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ (المرسلات: ۵۰)

واضح رہے کہ ہم تمام ائمہ مجتہدین کا احترام کرتے ہیں غیر مقلدین نہ مجتہد ہیں نہ ائمہ مجتہدین کا احترام کرتے ہیں پھر اختلافی مسائل کی وجہ سے بڑے بڑے ائمہ پر تنقید کر دیتے ہیں۔ اگر یہ لوگ بھی کسی امام کی مان کر چلتے اور دوسرے ائمہ کی توہین نہ کرتے تو ہمیں ان کے خلاف لکھنے کی حاجت نہ تھی۔

پھر انہوں نے اپنا نام اہل حدیث رکھ کر دوسروں کو انکار حدیث کا طعنہ دے کر بدنام کیا۔ اس لئے ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ اگر یہ لوگ اہل حدیث ہیں تو ہم اللہ کے فضل سے اہل قرآن و حدیث ہیں۔ الحمد للہ ہم پورے مسلمان ہیں آدھے مسلمان نہیں ہیں۔ یہ جن مسائل میں اختلاف کرتے ہیں ان کی تحقیق لکھتے وقت ہمیں یہ نہ کہنا چاہئے کہ اس میں فلاں فلاں امام کا اختلاف ہے بلکہ قرآن و حدیث کے دلائل دے کر اپنے مفتی بہ قول کو ثابت کریں۔ ایمانی انداز اختیار کریں ان شاء اللہ کامیابی ہوگی

(۱۱) حضرت ایک جگہ فرماتے ہیں:

اگر مخالفت جمہور اس کا نام ہے کہ مسلمات جمہور باطل اور غلط اور غیر صحیح اور خلاف [یعنی خلاف حق۔ راقم] سمجھے جائیں تو آپ ہی فرمائیں تاخر زمانی اور خاتمیت عصر نبوة کو میں نے کب باطل کہا اور کہاں باطل کیا۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۵۲)

[اس سے ایک تو یہ پتہ چلا کہ تحذیر الناس کے شروع میں جو عوام کا لفظ آیا اس سے مراد جمہور ہیں اور یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت نے ہرگز جمہور کی مخالفت نہیں کی بلکہ تائید ہی کی ہے]

(۱۲) ایک جگہ فرماتے ہیں:

مولانا خاتمیت زمانی کی میں نے تو توجیہ اور تائید کی ہے تعلیل نہیں کی مگر آپ گوشہ عنایت اور توجہ سے دیکھتے ہی نہیں تو میں کیا کروں؟ اخبار بالعللہ مکذب اخبار بالمعلول نہیں ہوتا بلکہ اس کا مؤید اور مصدق ہوتا ہے اوروں نے فقط خاتمیت زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اس کی علت یعنی خاتمیت مرتبی کو ذکر کیا (مناظرہ عجیبہ ص ۵۳)

[مریض ڈاکٹر کے پاس جا کر اپنی تکلیف بتاتا ہے ماہر ڈاکٹر اس کی وجہ بتا دیتا ہے اس کی وجہ بتانے کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ اس نے مریض کی بات کا انکار کر دیا۔ اس طرح حضرت نانوتوی نے خاتمیت زمانی کو ماننے کے ساتھ ساتھ خاتمیت رتبی یعنی آپ کے سب اعلیٰ ہونے یا دوسرے لفظوں میں آپ کے نبی الانبیاء ہونے کو اس کی علت بتایا ہے آپ نے جمہور کی تصدیق و تائید ہی کی انکار و تکذیب تو نہیں اور یہی بات حضرت یہاں سمجھا رہے ہیں]

(۱۳) حضرت ایک مقام پر جگہ فرماتے ہیں:

مولانا! خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں

(مناظرہ عجیبہ ص ۵۶)

[حضرت کی زندگی میں تحذیر الناس سے جس نے ختم زمانی کا انکار سمجھا حضرت نے اپنی زندگی میں اس کو یہ جواب دیا مخالفین کو اس سے اوپر اور کیا صراحت چاہئے]

(۱۴) ایک جگہ فرماتے ہیں:

غرض خاتمیت زمانی سے یہ ہے کہ دین محمدی ﷺ بعد ظہور منسوخ نہ ہو علوم نبوت اپنی انتہاء کو پہنچ جائیں کسی اور نبی کے دین یا علم کی طرف پھر نبی آدم کو یہ احتیاج باقی نہ رہے (مناظرہ عجیبہ ص ۵۸)

[اور مولانا نے اپنی تصنیفات اور اپنی تقریروں میں اس غرض کو بڑی تفصیلات کیساتھ کھولا ہے۔ مخالفین اگر اس مضمون نہیں مانتے تو ان کی قسمت۔ اور اگر اس کو مانتے ہیں تو حضرت نانوتویؒ پر لگایا ہوا الزام واپس لیں]

(۱۵) ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

اگر محض تاخر زمانی بالذات موجب افضلیت ہو تو البتہ ایک بات بھی تھی مگر آپ ہی نہیں بلکہ اور سب جانتے ہیں کہ محض تاخر زمانی موجبات افضلیت میں سے نہیں۔۔۔ مولانا! ہماری عرض کے قبول کرنے سے ساری باتیں ٹھکانے لگ جاتی ہیں اور آپ کے طور پر ایک مدعا بھی

ثابت نہیں ہوتا (مناظرہ عجیبہ ص ۵۸، ۵۹)

[حضرت نے خاتم النبیین سے نبی الانبیاء کا معنی لینے سے تاخر زمانی بھی ثابت ہو جاتی ہے اور لکن کا معنی بھی پایا جاتا ہے اور جھوٹے نبیوں کا دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے۔ الغرض اس عبارت کے اندر بھی مولانا نے آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ اس کی مزید تفصیل کیلئے مخدیر الناس کے صفحہ ۴۳ کی عبارت کی شرح دیکھیں]

(۱۶) ایک جگہ فرماتے ہیں:

ہماری غرض اس کہنے سے کہ ”خاتمیت زمانی یوں بن سکتی ہے کہ ان چھ طبقہ والوں کو سابق خاتم مطلق سے سمجھا جاوے“ ان لوگوں کا اسکا ت تھا جو خاتمیت زمانی مراد لیں پھر اثر مذکور کو مخالف آیت سمجھیں۔ ظاہر ہے کہ موافق بعض تقریرات گذشتہ نبی ۱۱ گنہیں گم بھی مثل جملہ آدم ۱۱ گنہیں گم بیان واقعہ گذشتہ ہو سکتا ہے پھر اس اثر کو معارض خاتم المرسلین کہنا کیونکر روا ہے (مناظرہ عجیبہ ص ۵۹)

[اس میں ایک تو حضرت نے نبی کریم ﷺ کا خاتم المرسلین کہا، پھر دوسری زمینوں میں جو خاتم ہوں ان کو رسول اللہ ﷺ سے زمانے میں پہلے مانا۔ مطلب یہ ہوا کہ سب سے آخری نبی جناب نبی کریم ﷺ ہی ہیں نیز اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلا کہ ان توجیہات سے حضرت کا منشا لوگوں کے ایمان کو بچانا ہے تاکہ انکار حدیث کی طرف یا انکار ختم نبوت کی طرف نہ چلے جائیں۔]

(۱۷) ایک جگہ فرماتے ہیں:

پرکھا کیجئے گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل ایسے اختلافات کے زمانہ میں جس میں ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ کی افضلیت ہاتھ سے جاتی ہے اور ایک طرف خدا کی اعجوبہ کاری کے سوا صحابہ کرام اور محدثین عظام بلکہ خود حضرت خاتم عالی مقام ﷺ کی تکذیب نظر آتی ہے اگر ایسے فیصلہ کی نہ کہیے تو دین میں رخنہ الہی دین کا نقصان اور اگر کہیے تو آپ سے عنایت فرمایوں سیدمی الٹی سنانے کا تیار (مناظرہ عجیبہ ص ۷۲)

[اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت کا مقصد فقہ انکار حدیث اور انکار ختم نبوت دونوں کا سد باب ہے۔ مگر مخالفین کو اس سے کیا؟ عقیدہ علم غیب وغیرہ میں یہ لوگ صریح اور قطعی آیات کو بھی تاویلات باطلہ کے ساتھ رد کر ڈالتے ہیں اگر اثر ابن عباسؓ کی خود تردید کردیں یا لوگ منکر حدیث بن جائیں تو ان کو کیا فرق تو خود اس سے بڑے منکر ہیں]

(۱۸) ایک جگہ فرماتے ہیں:

مخالفت تو جب ہوتی جب کہ معارض معنی آخریت زمانی ہوتی۔ معنی مختار احقر تو مثبت خاتمیت زمانی ہے معارض ہونا تو کجا اگر امر مجمع علیہ کو تسلیم کر کے کوئی نکتہ زائد بیان کرنا بدعت ہے تو میں کیا تمام مفسرین اور حضرات صوفیہ کرام مبتدع ہوں گے۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۹۵)

[اس عبارت میں اس کی وضاحت ہے کہ حضرت خاتمیت زمانی کو ثابت ہی کرتے ہیں خدا نخواستہ اس کا انکار تو نہیں کرتے]

(۱۹) ایک جگہ فرماتے ہیں:

یہ مسلم کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے (مناظرہ عجیبہ ص ۹۶)

[اس میں بھی ختم نبوت کا اجماعی عقیدہ قرار دیا]

(۲۰) ایک جگہ فرماتے ہیں:

مطلق ہمیشہ کامل ہوتا ہے مقید ناقص۔۔۔ بالجملہ نبوت مطلقہ وصف ذاتی ہوگی تو کسی ایک کی ہوگی۔۔۔ وہی افضل وہی خاتم زمانی۔۔۔ کیونکہ عمدہ نعمت آخر میں دیا کرتے ہیں (مناظرہ عجیبہ ص ۱۳۰)

[دیکھیں اس میں نبی کریم ﷺ کی خاتمیت زمانی کو کیسے حکیمانہ انداز میں واضح کیا ہے]

(۲۱) ایک جگہ فرماتے ہیں:

جیسے آفتاب پر سلسلہ فیض نور ختم ہے ہمارے رسول اللہ ﷺ پر فیض نبوت ختم ہے اس بات کے سمجھ لینے کے لئے کافی تھا کہ خاتم بمعنی آخر و متاخر ہے (مناظرہ عجیبہ ص ۱۳۲)

۲۲ ایک جگہ فرماتے ہیں:

مگر جب انصاف ہی ٹھہرا تو سچی بات ہی کیوں نہ کہیے قضیہ محمد خاتم النبیین میں میرے نزدیک بھی خاتم کا مفہوم تو وہی ہے جو اوروں کے نزدیک ہے پر بناء خاتمیّت موصوفیۃ بالذات پر ہے جس کا مصداق ذات محمدی ﷺ۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۱۳۳)

[لیجئے اس سے اس کی وضاحت ہو گئی کہ لفظ معنی جو تحذیر الناس ص ۳ کے شروع میں ہے اس سے مراد علت ہے]

۲۳ ایک حکمہ فرماتے ہیں:

مجھ کو دعویٰ نہیں امکان غلطی کا انکار نہیں اور دربارہ تحذیر مجھ کو اب تک کوئی غلطی اپنی معلوم نہیں ہوئی (مناظرہ عجیبہ ص ۱۴۳)

۲۴ ایک حکمہ فرماتے ہیں:

انہادین وایمان ہے بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں
تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں (مناظرہ عجیبہ ص ۱۴۴)
[اس سے زیادہ عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت اور کیا کی جاسکتی ہے؟]
۲۵ ایک جگہ فرماتے ہیں:

[illegible]

۲۶ ایک جگہ فرماتے ہیں:
ان کو یہاں ملاحظہ کر لیا جائے]

حاصل مطلب یہ ہے کہ خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں بلکہ یوں کہئے منکروں کیلئے
منجائش انکار نہ چھوڑی انفعلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جمادیئے۔ اور
نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ ﷺ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا (مناظرہ عجیبہ ص ۷۱)
(۲۷) ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اچھا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں
تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں (مناظرہ عجیبہ ص ۱۴۳)
[مناظرہ عجیبہ کی یہ سب عبارات تحذیر الناس کے بعد کی ہیں قارئین کرام اگر حضرت نے تحذیر
الناس میں عقیدہ ختم نبوت کی خدا نخواستہ انکار کیا ہوتا تو بعد میں اتنی جرات کے ساتھ اس عقیدہ
کا اظہار نہیں کر سکتے تھے یہ بھی یاد رکھیں کہ حضرت نے تحذیر الناس کے مضامین کا نہ انکار کیا ہے نہ
ان کو غلط سمجھ کر اس کے کسی مضمون سے رجوع کیا بلکہ مناظرہ عجیبہ تحذیر الناس کی تائید میں لکھی ہے
چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

امکان غلطی کا انکار نہیں اور دربارہ تحذیر مجھ کو اب تک کوئی غلطی اپنی معلوم نہیں ہوئی
جبکہ اعتراض اطراف و جواب سے میرے پاس آئے ان میں کوئی ایسا معلوم نہیں ہوا جو بروئے
انصاف مطلب احقر میں قاذح ہو۔ باقی میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ مجھ سے غلطی ہو ہی نہیں سکتی
(مناظرہ عجیبہ ص ۱۴۳)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ایک اہم تالیف

تنویر النبراس

علی من انکر تحذیر الناس

یعنی

رد قول فصیح

﴿تَعَارَفَ تَنْوِيرُ النَّبَرِاسِ عَلَى مَنْ اَنْكَرَ تَحْذِيرُ النَّاسِ﴾

مولانا نور الحسن راشد کلاند حلوی اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں

مولانا عبدالقادر بدایونی اور ان کے رفقاء نے تحذیر الناس کی تردید میں فتاویٰ رسائل اور کتابیں چھپوائیں اسی سلسلہ کی ایک تالیف قول فصیح تھی یہ کتاب مولوی فصیح الدین میرٹھی کے نام سے چھپی تھی لیکن حضرت مولانا نانوتویؒ کا خیال تھا کہ یہ دراصل مولوی عبدالقادر کی تالیف ہے کسی مصلحت سے بدایونی صاحب نے اس کو شاگرد (مولوی فصیح الدین) کے نام سے چھپوایا ہے۔

بہر حال مولانا نانوتویؒ میرٹھ گئے تو کسی نے یہ رسالہ آپ کو دکھایا مولانا نے اسے پڑھا اور جس صفحہ پر تحذیر الناس کے حوالہ سے ختم نبوت کی بحث چھیڑی گئی تھی اسی صفحہ (۵۵) کے حاشیہ پر اس کا جواب لکھنا شروع کر دیا اور اسی دن تمام شبہات و اعتراضات کے جوابات لکھ دیئے

..... اسی دور میں مولانا محمد علی چاند پوری نے چند سوالات و اعتراضات لکھ کر مولانا نانوتویؒ کو بھیجے آپ نے ان کا تفصیلی جواب دیا قول فصیح کے مندرجات کی تردید اور مولانا کے اعتراضات کا جواب دونوں گویا دو علیحدہ اور مستقل تالیفات ہیں لیکن مولانا نے اس وقت ان دونوں کا کوئی نام تجویز نہیں کیا تھا مولانا فصیح الدین میرٹھی کے رسالہ کا نام صرف

”رد قول فصیح“

لکھا ہے مگر مولانا نانوتویؒ نے بعد میں خود ہی یا آپ کے شاگردوں نے اس تالیف کا نام

”تنویر النبراس علی من انکر تحذیر الناس“

تجویز کیا تھا اس طرح اس تالیف کے دو نام ہیں اور دونوں صحیح ہیں (از قاسم العلوم ص ۵۵۰، ۵۵۱)

(مختصر ۱)

﴿عبارات ”تَنْبِيْهُ النَّبَرِاسِ عَلٰی مَنْ اَنكَرَ تَحْذِيْرَ النَّاسِ“﴾

یہ کتاب اب تک طبع نہ ہوئی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا نور الحسن راشد صاحب کو جنہوں نے بڑی محنت کے ساتھ اس کے مخطوطوں کو حاصل کر کے ان کے عکس شائع کیا ہم ان کی کتاب ”قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی“ کے حوالے سے حضرت کی کچھ عبارات نقل کریں گے۔ مخالفین نے تحذیر الناس کی عبارتوں کے جو معنی بیان کیے ہیں حضرت مصنفؒ نے ان سے براءت کا صاف اظہار کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

(۱) مفتیان دہلی وغیرہ جو کچھ میری نسبت بوجہ تحذیر الناس فرماتے ہیں تہمت ہی لگاتے ہیں یہ عالمگیر شور جس میں بجز تکفیر و تہلیل قاسم گنہگار اور کچھ نہیں فقط اس بنا پر ہے کہ مجھ کو مدعی و معتقد مساوات شش امثال سمجھتے ہیں سو اس بات کو آپ کیا جو کچھ ہی فہم رکھتا ہوگا سب ہی جانتے ہوں گے کہ سراسر غلط ہے اور تہمت بے اصل۔ بلکہ میرے کلام سے وہ افضلیت نکلتی ہے کہ کسی مفسر نے لکھی نہ کسی محدث نے۔ موضوع رسالہ کہوں یا مقصود اعظم اس کا نام رکھوں (۱)۔

بہر حال جو کچھ ہے وہ یہی ہے کہ کسی کا درجات میں آپ کا مساوی ہونا تو دور کنار سب آپ سے مستفید ہیں اس لئے اپنے رسالہ کی تردید کا اتنا رنج نہیں جتنا اس بات کا افسوس ہے کہ

(۱) تحذیر الناس مطبع قاسمی دیوبند ص ۴ میں حضرت فرماتے ہیں:

”غرض جیسے آپ نبی الامۃ ہیں ویسے نبی الانبیاء بھی ہیں“

یہ جملہ پوری تحذیر الناس کا خلاصہ اور مرکزی نکتہ ہے ساری تحذیر الناس اسی جملے کے گرد گھومتی ہے کتاب کو غور سے پڑھیں تو ہماری اس بات کی تائید ہو جائے گی کتاب ”نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء“ میں اس کو مزید مبرہن کیا جائے گا تو جو شخص تحذیر الناس پر اعتراض کرتا ہے وہ اس مرکزی نکتے سے اختلاف رکھتا ہے اَعَاذَنا اللّٰهُ مِنْ سُوْءِ الْاِعْطَاقِ۔ حضرت کی اس عبارت سے کہ رسالہ کا یہ موضوع ہے یا مقصود اعظم ہے ہماری اس بات کی تائید ہو رہی ہے وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِكَ۔

دہلی میں مکتوب تحذیر الناس کا سمجھنے والا کوئی نہ رہا (۱) مگر جتنا مفتیان زمانہ کے حال پہ یہ افسوس

(۱) حضرت کا حوصلہ دیکھئے کہ آپ نے اپنی وجہ سے ان مخالفین پر کوئی ایسا فتویٰ نہ لگایا بلکہ ان کو مسلمان ہی کہتے رہے چنانچہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”دہلی کے اکثر علماء نے (مولانا ذریعہ حسین محدث کے علاوہ) اس ناکارہ کے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور فتویٰ پر مہر لگا کر علاقے میں ادھر ادھر مزید مہر لگوانے کیلئے بھیج دیا ہے“..... پھر اپنی طرف سے جواب نہ دینے کو ذکر یوں کرتے ہیں کہ..... ”خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ دیا اور میں نے کہہ دیا کہ اس کا جواب انہیں (جواب لکھنے والوں) کی تکفیر ہوگی“ ناریہ مجھ سے نہ ہوگا کیونکہ میں ان (لوگوں) کو اس زمانے کے اہل ایمان کا رہنما جانتا ہوں (قاسم العلوم ص ۳۰۸، ۳۰۹) حضرت کے مبر کا اللہ نے یہ صلہ دیا کہ سوائے چند ضدی مطلب پرست لوگوں کے باقی سب نے ان میں اکثر نے اپنی غلطی کو تسلیم کیا چنانچہ شاہجہانپور اور رڑکی میں آپ کے بیانات کے وقت کوئی آپ کا مخالف وہاں نہ تھا۔

ایسا ہی کردار شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کا تھا آپ کی کتاب ”ادلہ کاملہ“ کے جواب میں محمد احسن امر وہی غیر مقلد نے آپ کو بہت برا بھلا کہا مگر آپ فرماتے ہیں:

”ہمارے حوصلہ اور انصاف دیکھئے کہ آپ کی ان تشددات و تعصب و جہالت پر بھی یہی کہنے کو دل چاہتا ہے کہ مجتہد صاحب ان شاء اللہ مسلم ہیں گو بدفہم و تعصب و کج طبع ہیں اور ہر چند عباد صالحین و علماء دین کی شان میں گستاخ اور مقلد طریقہ رفاض ہیں اور اگرچہ تکفیر مومنین میں معتزلہ و خوارج کے شاگرد ہیں اور یہ امور گو یقیناً سخت خوفناک ہیں اور سب خذلان و ہلاک ہیں مگر ہم اب تلک بھی مجتہد صاحب کی ہدایت سے بھرا اللہ مایوس نہیں گو مجتہد صاحب جمہور مسلمین و عباد صالحین کی ہدایت سے بھی امید قطع کر بیٹھے ہیں مجتہد صاحب تو ان شاء اللہ مسلم ہیں الخ (ایضاح الادلہ ص ۶۸، ۶۹)

یاد رہے کہ یہاں دو آدمیوں کے نام ملتے جلتے ہیں ایک مولانا احمد حسن امر وہی جو حضرت نانوتوی کے شاگرد، میلہ خدا شناسی میں ساتھ تھے (مکتوبات قاسم العلوم مع انوار النجوم ص ۳۱۳، میلہ خدا شناسی ص ۳۲) دوسرا محمد احسن امر وہی جو غیر مقلد تھا پھر قادیانی ہو گیا تھا۔ رئیس قادیان ج ۲ ص ۸۷]

ہے کہ ایسی موٹی بات کو نہیں سمجھتے اتنا ہی آپ سے تعجب ہے الخ..... (بحوالہ قاسم العلوم ص ۵۵۴)
 (۲) ایک اور جگہ اپنے عقائد کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ کو وحدہ لا شریک سمجھتا ہوں نہ اس کی ذات میں کوئی شریک نہ اس کی صفات میں لیسَ کَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ وہ ایک قدیم ہے سوائے اس کی ذات و صفات کے سب حادث ہیں كَانَ اللَّهُ وَكَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهُ ساری خوبیاں اس میں موجود ہیں اور عیب و نقصان ایک نہیں نہ وہ مرکب ہے نہ حادث نہ اس کی ذات و صفات میں تغیر آئے نہ تبدل راہ پائے۔ اَلَا نَ كَمَا كَانَ۔

ملائکہ اور کتب منزلہ اور رسل مرسلہ پر ایمان رکھتا ہوں پر زمین و زمان کون و مکان میں عرش سے لے کر فرش تک اور تحت الثری سے لے کر فوق السموات تک کسی کو رسول اللہ ﷺ کے برابر نہیں سمجھتا نہ پہلے کوئی ہوا نہ بعد میں ایسا کوئی ہوگا بلکہ سلسلہ نبوت آپ کے زمانہ پر ختم ہو گیا، جو بعد آپ کے کوئی شخص کسی کی نسبت نبوة کا خیال کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔ (قاسم العلوم ص ۵۵۵)

[اس عبارت میں جیسے توحید کا ذکر ہے نبی ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کا بھی بیان ہے پھر یہ بھی کہہ دیا کہ جو آنحضرت ﷺ کو آخری نبی نہ مانے میں اس کو کافر کہتا ہوں]

(۳) ہماری سنئے! ہمارا ایمان ہے کہ عالم شہادت میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے بعد نہ کوئی نبی ہوا نہ ہو۔ نہ اس زمین پر نہ اور کسی زمین پر اور نہ آپ سے افضل ہوا نہ ہو، نہ یہاں نہ کہیں اور۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کیلئے مثل خاتمیت زمانی خاتمیت مرتبی کے بھی اسی لفظ خاتم النبیین کی دلالت کے باعث قائل ہیں سو بایں نظر کہ خاتم المراتب موصوف بالذات ہوا کرتا ہے چنانچہ تحذیر میں وضاحت سے مرقوم ہے اور موصوف بالذات ہر صفت میں ایک ہی ہوا کرتا ہے سوائے اس کے اور سب اس صفت میں اسی سے مستفید ہوتے ہیں خواہ خواہ اس بات کا قائل ہونا پڑے گا کہ اور سب انبیاء وصف نبوت میں آپ ہی سے مستفید ہیں سلسلہ مراتب نبوت عروج

میں آپ پر ختم ہو گیا اور اس لئے آپ کو خاتم نبی بکسر التاء کہنا لازم ہے اور بایں نظر کہ موصوف بالذات کا اثر معروضات میں مثل نقش خاتم مختوم علیہ میں ہوا کرتا ہے آپ کو خاتم مفتح التاء کہنا ضرور ہے اور اسی اعتبار سے آپ کو سید الانبیاء کہنا ضرور ہے کیونکہ سید حاکم کو کہتے ہیں اور حاکم اس کو کہتے ہیں جو دوسروں میں تعریف رکھتا ہو اور ظاہر ہے کہ معروضات میں موصوف بالذات کا تعریف ہوتا ہے وہ اثر یہ تعریف نہیں تو اور کیا ہے اور پھر بایں نظر کہ ہر صفت اپنے موصوف بالذات میں بوجہ اتم ہوتی ہے اور اوروں میں اسی کا فیض اور اس سے کم۔ تو آپ کو علی الاطلاق افضل کہنا لازم ہوگا اور پھر بایں خیال کہ پھل پھول جوشاخ و برگ سے افضل ہوتا ہے بعد میں نکلتا ہے حاکم اعلیٰ تک مقدمہ کی نوبت بعد میں پہنچتی ہے متعدد کھانے ہوں تو عمدہ کھانا بعد میں کھاتے ہیں اس لئے متعدد دینوں میں سے بھی بایں وجہ کہ دین ایک غذاء روحانی ہے عمدہ دین یعنی دین محمدی ﷺ بعد میں دیا جائے گا۔ حکام دین یعنی انبیاء علیہم السلام میں حاکم اعلیٰ یعنی رسول اللہ ﷺ ایک نوبت بعد میں پہنچے گی۔ گل شجر نوبت یعنی محمد رسول اللہ ﷺ بعد میں ظہور کرے گا۔ غرض اعتقاد و خاتمیہ مرتبی خود خاتمیہ زمانی کیلئے علی الاطلاق ہمارے ایمان کیلئے شاہد کامل ہے اور یہ وہ خاتمیہ مرتبی ہے جس کی طرف صاحب قصیدہ بردہ اس شعر میں ارشاد فرماتے ہیں شعر:

لَإِنَّكَ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا يُظْهِرُونَ أُنُورَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلُمِ

[ترجمہ: آپ فضل کے سورج ہیں دیگر انبیاء کرام اس کے ستارے ہیں وہ اس سورج ہی کے نور کو لوگوں کیلئے ظاہر کرتے ہیں] اور سوا ان کے اور اولیاء کبار مثل شیخ اکبر قدس اللہ سرہ اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی وغیرہم قدس اسراہم بقرنح اس کو لکھ گئے ہیں اور یہ وہ خاتمیہ مرتبی ہے جس کے آپ منکر ہیں اور اس کے باعث صاحب تحذیر کو محمد اور کافر فرماتے ہیں اَعَاذُهُ اللَّهُ وَآيَاتُنَا مِنْهُ اور یہ وہ خاتمیہ مرتبی ہے جس کے انکار سے رسول اللہ ﷺ کی افضلیت مطلقہ اور سیادت مطلقہ اور خاتمیہ زمانی کا انکار لازم آتا ہے (قاسم العلوم ص ۵۵۶)

[آیت کریمہ: وَلَٰكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ فِي دُورَاتِهِمْ هِيَ خَاتَمُ أَوَّلِهِمْ وَخَاتَمُ آخِرِهِمْ]

حضرت نانوتویؒ نے اس عبارت میں دونوں کی توجیہ کی ہے اور ساتھ ہی کئی دلیلیں آپ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کی ذکر کی ہیں۔ خط کشیدہ عبارت سے سمجھا تا ہے کہ عام لوگوں کے نزدیک خاتم النبیین = آخری نبی اور حضرت نانوتویؒ کے نزدیک

خاتم النبیین = آخری نبی + اعلیٰ نبی]

(۴) صاحب تحذیر کو مکر ختم نبوت کہنا ایسا ہے جیسا آفتاب کو بے نور کہنا سوائے ناپیدا اور کسی سے کاہے کو ہو سکتا ہے البتہ آپ کو مکر ختم نبوت کہیں تو بجا ہے۔ آپ اگر ختم زمانی کو مانتے ہیں تو کیا ہوا؟ ختم مرتبی اور ختم مکانی کو تو نہیں مانتے جس میں سے انکار ختم مرتبی بدلائل تحقیقی جو بمقابلہ بعض علماء وقت صاحب تحذیر نے لکھی ہے لازماً موجب انکار افضلیت ہے جس سے بالآخر بدلالہ دلائل صادقہ انکار ختم نبوت زمانی بھی عائد ہوتا ہے (قاسم العلوم ص ۵۵۷)

[حضرتؒ نے تحذیر الناس میں سورۃ الاحزاب کی اس آیت سے نبی کریم ﷺ کیلئے تین قسم کی خاتمیت کو ثابت کیا ہے خاتمیت مرتبی کہ آپ کا مرتبہ سے سے اعلیٰ ہے، خاتمیت زمانی کہ آپ سب انبیاء کے بعد ہیں اور خاتمیت مکانی کہ ساتوں زمینوں میں جو اعلیٰ زمین ہے اس میں آپ کو بھیجا گیا ہے۔ مخالفین صرف خاتمیت زمانی پر اصرار کرتے تھے اس لئے حضرت نے جواب میں فرمایا کہ میں تو تین قسم کی خاتمیت مانتا ہوں اور تم ایک قسم کی۔ مکر خاتمیت تم ہوئے نہ کہ میں۔ ایسے ضدی لوگوں کے بارے میں حضرت نے تحذیر الناس ص ۳۶ میں لکھا کہ یہ وہی مثل ہوئی کہ نکٹوں نے۔ یعنی جن کا ناک کٹا تھا۔ ناک والوں کو ناک کٹا تھا]

(۵) کیا صاحب تحذیر کی وہ تصریحات آپ کی نظر میں نہیں پڑیں جن میں مکر زمانی کا کافر ہونا ظاہر ہے اور کیا ان کی وہ تقریریں دیکھی کہ جن سے آپ کا بہ نسبت انبیاء ماتحت بھی خاتم زمانی ہونا ثابت ہوتا ہے ہم نے پہلے بتصریح یہ مضمون لکھ دیا ہے اس لئے اس مقام میں معذور ہیں مگر ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپ تحذیر کے مطلب کو بوجہ نا آشنائی مضامین دقیقہ نہ سمجھے یا بوجہ

تصعب وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ دونوں باتیں ہیں (قاسم العلوم ص ۵۵۷)

[اس عبارت میں ایک تو حضرت یہ فرماتے ہیں کہ میں نے تحذیر الناس میں واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ نبی ﷺ کو زمانہ کے اعتبار سے آخری نبی نہ ماننے والا کافر ہے (دیکھئے تحذیر ص ۱۰ مطبع قاسمی) دوسرے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر دیگر زمینوں میں انبیاء ہوں تو نبی کریم ﷺ کا زمانہ ان کے بھی بعد ہی ہے (چنانچہ تحذیر ص ۳۵ میں ہے ہر زمین میں اُس زمین کے انبیاء کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول عالم ان سب کے خاتم) اس لئے حضرت کو منکر ختم نبوت کہنا حقیقت سے آنکھیں بند کر لینا ہے یہ نارو بات کہنے والے تحذیر الناس کی عبارتوں کا مطلب نہیں سمجھتے یا کسی ذاتی وجہ سے مؤلف تحذیر الناس سے پر خاش رکھتے ہیں]

(۶) صاحب تحذیر نے خاتمیت مرتبی کو بہ نسبت انبیاء زمین ہذا ہی مخصوص نہیں رکھا، در صورت فرض صدق اثر حضرت عبداللہ بن عباس انبیاء ماتحت کی نسبت بھی آپ کو خاتم مرتبی قرار دیا ہے بلکہ یوں کہو اسی غرض سے رسالہ تحذیر لکھا ہے اس صورت میں خاتمیت زمانی محمدی ﷺ بطور صاحب تحذیر انہیں انبیاء کی نسبت خاص نہ ہوگی انبیاء ماتحت کے بھی آپ خاتم زمانی ہوں گے جس سے اوروں کا تقدم زمانی لازم آئے گا (قاسم العلوم ص ۵۵۸)

[تحذیر الناس میں ایک مقام پر ہے:

بعد اس تفصیل کے بطور خلاصہ تقریر و فذلکہ دلائل یہ عرض ہے کہ ہر زمین میں اُس زمین کے انبیاء کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول عالم اُن سب کے خاتم آپ کو اُن کے ساتھ وہ نسبت ہے جو بادشاہت اقلیم کو بادشاہان اقالیم خاصہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے جیسے ہر اقلیم کی حکومت اُس اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے اُس کو بادشاہ کہا آخر بادشاہ وہی ہوتا ہے جو سب کا حاکم ہوتا ہے ایسے ہی ہر زمین کی حکومت نبوت اُس زمین کے خاتم پر ختم ہو جاتی ہے جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہے پر بادشاہت اقلیم کا محکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ

خاتم ہے پر ہمارے خاتم النہین کا تابع (تحدیر ص ۳۵)

(۷) اور تقریر ثانی کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتم فی حد ذاتہ ایک مفہوم عام ہے جیسے حیوان کے تلے انواع مختلفہ داخل ہیں ایسے ہی اس مفہوم کے تلے انواع مٹلا شدہ مکورہ داخل ہیں اور جملہ خاتم النہین میں وہ تینوں کی تینوں مراد ہیں اور حاصل مطلب یہ ہے کہ وَلَٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ مَرْكَبَةٌ وَزَمَانًا وَمَكَانًا خاتم کے مفہوم میں تینوں قسم کی خاتمیت کیلئے دیکھئے تحدیر الناس ص ۱۰۹، ۱۰۰ طبع قاسمی] اور یہ ایسی بات ہے جیسے صاحب جلالین آیت وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ [آل عمران: ۱۰۹] کی تفسیر میں لکھا کرتے ہیں خَلْقًا وَمَلَكًا وَعَبِيدًا (قاسم العلوم ص ۵۵۸)

(۸) صاحب تحدیر کا مطلب یہ نہیں کہ خاتمیت زمانی پر جملہ خاتم النہین کسی طرح دلالت نہیں کرتا لفظ خاتم سے خاتمیت زمانی مراد نہیں ہو سکتی وہ خود خاتمیت زمانی کے مراد و مدلول ہونے کی بھی دو تقریریں رقم کرتے ہیں اول تو وہ تقریر جس میں خاتمیت مرتبی کو مدلول مطابقی ٹھہرایا اور خاتمیت زمانی کو مدلول التزامی رکھا اور دوسری وہ تقریر جس میں خاتم کا مدلول مطابقی عام رکھا اور خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی کو اس کے تحت داخل کیا مگر دیکھئے والوں کو فہم نہ ہو تو صاحب تحدیر کیا کریں؟ (قاسم العلوم ص ۵۶۱ نیز ص ۶۱۸)

[دیکھئے اس عبارت میں بھی حضرت نانوتویؒ نے واضح لفظوں میں نبی کریم ﷺ کے خاتم زمانی ہونے کا اعلان کیا ہے]

(۱۰) تنویر النبراس نسخہ امر وہ مکتوبہ ۱۳۰۹ھ کے آخر میں ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
رَسُوْلِهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ اَفْضَلِ الْعَالَمِينَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَصَحْبِهِ
وَاَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ اَجْمَعِينَ۔

[اس عبارت میں حضرتؒ نے نبی کریم ﷺ کے آخری اور اعلیٰ نبی ہونے کا واضح اعلان کیا ہے]

قطع برید سے پاک

وَيَذَرُونَ نِسَاءَهُمْ وَبَنِينَ مِنْ خَلْفِهِمْ

الحمد لله والمنته کہ رسالہ مسمی بہ

قصائد قاسمی

س ۶۰ ۱۳۶ھ سنہ

مصحف از افاضات عرب

حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ
ناشر

حافظ ظہیر وار احمد چشتی
ملنے کا پتہ

مکتبہ قاسمیہ جامع مسجد نور الخفصیہ پاکستان

راجگڑھ لاہور

قیمت

﴿تعارف قصائد قاسمی﴾

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید فرماتے ہیں:

اس رسالہ میں حضرت نانوتویؒ کے چند قصائد ہیں جن میں دو زیادہ اہم ہیں ایک قصیدہ بہاریہ اردو میں دوسرا شجرہ منظومہ فارسی میں۔ قصیدہ بہاریہ کے ایک ایک شعر سے حضور ﷺ کے عشق و محبت لگاؤ و تعظیم ظاہر ہوتی ہے (مخلص از مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۴۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ الشہاب الثاقب ص ۴۷، ۴۸ میں لکھتے ہیں:

حضرت سرور کائنات علیہ السلام کے احسانات غیر متناہیہ کی تفصیل اگر معلوم کرنی منظور ہو تو رسالہ آب حیات حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا و نیز رسالہ قبلہ نما و اجوبہ اربعین و تحذیر الناس وغیرہ دیکھے پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ کس قدر خلوص و عقیدت و محبت ذات پاک مصطفوی سے ان حضرات کو ہے اور کیسے اعلیٰ درجہ کی عظمت و فحاشیت ان کے قلوب میں بھری ہوئی ہے قصیدہ بہاریہ میں جو کہ نعت حضور سرور کائنات علیہ السلام میں حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے اور قصائد قاسمی میں شائع ہو چکا ہے کس تعظیم کے اور خلوص کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

برکتہ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”فضائل درود شریف ص ۱۱۷“ میں لکھتے ہیں: اس کے بعد قصائد قاسمی میں سے حضرت اقدس حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم نور اللہ مرقدہ کے مشہور قصیدہ بہاریہ میں سے چند اشعار پیش کرتا ہوں جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا۔ یہ قصیدہ بہت طویل ہے ڈیڑھ سو سے زائد اشعار اس قصیدہ کے ہیں اس لئے سب کا لکھنا تو موجب طول تھا جو صاحب پورا دیکھنا چاہیں اصل قصیدہ کو ملاحظہ فرمائیں ان میں سے ساٹھ اشعار سے کچھ زائد پراکتفا کیا جا رہا ہے جس سے حضرت قدس سرہ کی والہانہ محبت اور عشق نبوی کا اندازہ ہوتا ہے۔

[راقم بھی کچھ اشعار پراکتفا کرے گا اور بوقت ضرورت ان کی وضاحت بھی کرے گا واللہ الموفق]

﴿عبارات از کتاب قصائد قاسمی﴾

بجن آنکہ او جانِ جہانست فدائے روضہ اش ہفت آسمانست
 بجن آنکہ محبوبش گرفتنی برائے خویش مطلوبش گرفتنی
 پسندیدی ز جملہ عالم آنرا بما بگذشتی باقی جہاں را
 گزیدی از ہمہ گلبا تو اورا نمودی صرف او ہر رنگ و بورا
 ہمہ نعمت بنام او نمودی دو عالم ا یکام او نمودی
 بان کورحت للعالمینست بدرگاہت شفیع المذنبینست
 بجن سرور عالم محمد بجن برتر عالم محمد
 بذات پاک خود کا اصل ہستیست از وقائم بلندی ہا و پستیست
 ثناء و نہ مقدور جہانست کہ کنہش برتر از کون و مکانست
 دلم از نقش باطل پاک فرما براہ خود مرا چالاک فرما (قصائد قاسمی ص ۳۵)

[قصائد قاسمی میں حضرت نانوتویؒ کے ایک طویل قصیدے یہ چند اشعار ہیں اس قصیدے کو حضرت تھانویؒ نے مناجات مقبول میں رکھا اسی سے کچھ اشعار لطائف قاسمی ص ۲ میں ہیں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے الشہاب الثاقب ص ۵۶ میں اس قصیدہ کے چند اشعار نقل کئے ہیں۔ ان اشعار میں نبی کریم ﷺ کو اللہ کا محبوب کہا گیا ساری کائنات کا سردار اور سب سے برتر کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ آپ کا پوری تعریف کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ سوچئے ذرا جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو وہ بھلا نبی کریم ﷺ کی مدح میں ایسی باتیں کہہ سکتا ہے۔ جیسے یہودی نبی کریم ﷺ کی آمد سے قبل آپ کے توسل سے دعا کیا کرتے تھے ختم نبوت کے منکر بھی جس کی آمد کے قائل ہوں گے اس کی تعریفیں کرتے ہوں گے اس کے گن گاتے ہوں گے۔ الغرض اس طرح نبی کریم ﷺ کی تعریف کرنا بھی اس کی دلیل ہے کہ حضرت نانوتویؒ نبی کریم ﷺ کو اللہ کا آخری نبی مانتے تھے۔

﴿آیات از قصیدہ بہار یہ در نعت رسول اللہ ﷺ﴾

یہ قصیدہ ڈیڑھ سو سے زائد اشعار پر مشتمل ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اس قصیدہ کے کچھ آیات نقل کر کے لکھتے ہیں: حضرات ان اشعار کے مضامین پر غور فرمائیں کہ کس قدر اخلاص و محبت و عقیدت بات بات سے نکلتی ہے گویا کہ محبت خاتم المرسلین ﷺ میں چور چور ہیں۔ اس قدر منہمک ہیں کہ ماسوا کی خبر نہیں رگ و پے میں ان کا اخلاص سرایت کئے ہوئے ہے (الشہاب الثاقب ص ۵۱) راقم الحروف نمونے کے طور پر کچھ اشعار ذکر کرے گا اور حسب ضرورت ان کی شرح بھی کرے گا واللہ المستعان۔

(۱) زمین و چرخ میں ہو کیوں نہ فرق چرخ و زمین

یہ سب کا بار اٹھائے وہ سب کے سر پر بار (قصائد قاسمی ص ۴۸ شعر ۴۸)

[زمین پر چونکہ حضرت نبی کریم ﷺ کا روضہ مبارک ہے اس لئے یہ آسمان سے افضل ہوئی حضرت نانوتویؒ اس انضلیت کی ایک اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ زمین نیچے ہونے کی وجہ سے سب کا بوجھ اٹھاتی ہے اور آسمان اوپر ہونے کی وجہ سے سب کے سروں پر بوجھ کی طرح ہے]

(۲) کرے ہے ذرہ کوئے محمدی سے جمل

فلک کے شمس و قمر کو زمین لیل و نہار (قصائد قاسمی ص ۴۹ شعر ۴۹)

[یعنی آنحضرت ﷺ کی وجہ سے زمین کو اتنا فخر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی گلی کے ایک ذرے کے ساتھ بھی وہ سورج اور چاند کو شرمندہ کر رہی ہے]

(۳) فلک پر عیسیٰ وادریس ہیں تو خیر سہی

زمین پر جلوہ نما ہیں محمد مختار (قصائد قاسمی ص ۵۰ شعر ۵۰)

[مختار کا معنی ہے اللہ کے پسندیدہ، چنے ہوئے بندے۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ آپ کو کائنات کے ذرے ذرے کا اختیار دیا گیا۔ حضرت نانوتویؒ نے دوسری جگہ تصریح کی ہے کہ کائنات کا اختیار

اللہ ہی کے پاس ہے۔ دیکھئے اس کتاب میں قبلہ نما کی عبارت نمبر ۲]

(۴) فلک پہ سب سہمی پر ہے نہ ثانی احمد

زُ میں یہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار (قصائد قاسمی ص ۵۵ شعر ۵)

[اس میں مرزائیوں کے اعتراض کا جواب ملتا ہے۔ مرزائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اوپر آسمانوں پر اور نبی ﷺ نیچے زمین پر۔ اس سے تو سمجھ آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام افضل ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ان کا معیار غلط ہے انصافیت زمین یا آسمان کی وجہ سے نہیں انصافیت تو نبی کریم ﷺ کی وجہ سے ہے آپ کی وجہ سے تو روضہ مبارکہ عرش بریں سے افضل ہے۔ یہ زمین آسمان سے افضل کیوں نہ ہوگی؟ آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ہیں مگر آنحضرت ﷺ جیسا تو وہاں کوئی نہیں]

(۵) ثنا کر اس کی فقط قاسم اور سب کو چھوڑ

کہاں کا سبزہ کہاں کا چمن کہاں کی بہار

ثنا کر اُس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہے

تو اُس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار (قصائد قاسمی ص ۵۵ شعر ۵۳، ۵۴)

[اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر اللہ سے کچھ لینا ہے تو نبی کریم ﷺ کی ثنا کر آپ کو جو اللہ نے فضائل دیئے ہیں ان کو بیان کر مثلاً آپ اللہ کے رسول ہیں آپ سب کے سردار ہیں آپ سب انبیاء سے عقل و فہم میں، اخلاق میں اور معجزات میں بڑھ کر ہیں آپ خاتم النبیین ہیں جیسے حضرت نے مختلف مواقع میں ان کو بیان کیا ساری دنیا میں آپ اذان کے ذریعے آپ کی نبوت و رسالت کا اعلان ہو رہا ہے، قبر میں نَبِیِّ مُحَمَّدٍ ﷺ کہہ کر نجات ہوگی حشر میں پہلے آپ ہی شفاعت کریں گے جنت کا دروازہ پہلے آپ ہی کھلوائیں گے۔ آپ کے فضائل کو نہ ماننا یہ ان کو بیان کرنے سے گریز کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کرنے کے مترادف ہے کہ جب اللہ نے یہ فضائل دیئے ہیں تو کون ہوتا ہے نہ ماننے والا؟

دوسرا مطلب یہ ہے کہ دین سمجھنے کیلئے نبی کریم ﷺ کی باتوں کو لینا ہوگا آپ کی اتباع کے بغیر نجات نہیں۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ آپ کے روضہ مبارکہ پر حاضری ہو تو سلام پیش کریں اور شفاعت کی درخواست کر دیں۔ آپ کی شفاعت کی قدر نہ کرنا منافقین کا کام ہے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّاْ رُؤُوسَهُمْ وَرَأَتْهُمُ بِصُلُوبٍ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ (سورۃ المنافقون آیت نمبر ۵) ترجمہ: ”اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے اللہ کے رسول استغفار کریں تو اپنے سروں کو مٹکاتیں ہیں اور تو دیکھے گا کہ وہ رکستے ہیں اور غرور کرتے ہیں۔“ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: بعض دفعہ جب ان منافقین کی کوئی شرارت صاف طور پر کھل جاتی اور کذب و خیانت کا پردہ فاش ہو جاتا تو لوگ کہتے کہ (اب بھی وقت نہیں گیا) آؤ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے اپنا قصور معاف کرالو حضور کے استغفار کی برکت سے حق تعالیٰ تمہاری خطا معاف فرمادے گا تو غرور و تکبر سے اس پر آمادہ نہیں ہوتے اور بے پروائی سے گردن ہلا کر اور سر مٹکا کر رہ جاتے بلکہ بعض بد بخت صاف کہہ دیتے کہ ہم کو وصول اللہ کے استغفار کی ضرورت نہیں (تفسیر عثمانی ص ۳۶۶ ف ۱)

اور ایک یہ مطلب ہے کہ توحید اور ناموس رسالت کیلئے ایسی خدمت کرو کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جب یہ عمل پیش ہو تو آپ خوش ہو کر ہمارے لئے اللہ سے دعا کریں۔ تنبیہ: اس شعر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اپنی مشکلات میں نبی کریم ﷺ سے دعائیں کریں۔ دعائیں صرف اللہ سے نہ تو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ مجھ سے مانگو اور نہ اللہ نے کہا کہ میرے رسول سے دعائیں کرو۔ ارشاد باری ہے: قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا (سورۃ الجن آیت نمبر ۲۰) ترجمہ: کہہ دیجئے میں تو صرف اللہ کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ نیز فرمایا: وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (سورۃ المؤمن ۶۰) ترجمہ: اور تمہارا پروردگار کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا]

(۵) الہی کس سے بیان ہو سکے ٹٹاس کی

کہ جس پہ ایسا تیری ذات خاص کا ہو پیار

جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو

نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زہار (قصائد قاسمی ص ۵۵ شعر ۵۶، ۵۷)

[کائنات کو اللہ نے اپنی عبادت کیلئے بنایا جب تک دنیا میں اللہ کا نام لینے والے ہیں دنیا قائم

رہے گی (مسلم ج ۱ ص ۱۳۱ حدیث نمبر ۲۳۴ طبع بیروت ترمذی ج ۲ ص ۲۹۱ طبع رحمانیہ لاہور)

جب اللہ، اللہ کرنے والا کوئی نہ رہے گا یہ نظام سمیٹ دیا جائیگا۔ اور اللہ کی عبادت کا طریقہ انبیاء

کرام ہی سکھاتے تھے اور انبیاء کے امام اور سردار آنحضرت ﷺ ہیں۔ آپ نہ ہوتے تو باقی انبیاء

بھی نہ ہوتے، انبیاء نہ ہوتے تو عبادت کا طریقہ پتہ نہ چلتا جب عبادت کا طریقہ پتہ نہ چلتا تو

کائنات کو بنانا بے فائدہ ہوتا اس لحاظ سے یہ کہنا بالکل بجا کہ اگر نبی کریم ﷺ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ

کائنات کو نہ بناتا [

(۶) کہاں وہ رتبہ کہاں عقل نارسا اپنی

کہاں وہ نور خدا۔ اور کہاں یہ دیدہ زار (قصائد قاسمی ص ۵۵ شعر ۵۷)

[نور خدا کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ نے نور ہدایت بنا کر بھیجا تھا نہ تو اس سے بشریت کی نفی ہے

اور نہ یہ مراد ہے کہ معاذ اللہ خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں حضرت خود فرماتے ہیں: اور جناب سرور کائنات

علیہ علیہ الصلوٰات والتسلیمات ہر چند بشر تھے پر خیر البشر تھے۔ خدا کے منظور نظر تھے۔ خداوند

کریم نے اپنے سب کمالوں سے حصہ کامل ان کو عطا فرمایا تھا (فیوض قاسمیہ ص ۴۳)]

(۷) چراغ عقل ہے گل اس کے نور کے آگے

زباں کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار

جہاں کہ جلتے ہوں پر عقل کل کے بھی پھر کیا

گلی ہے جان جو پنچیں وہاں میرے افکار

مگر کرے مری روح القدس مددگاری
تو اس کی مدح میں میں بھی کروں رقم اشعار
جو جبریل مدد پر ہو فکر کی میرے

تو آگے بڑھ کے کہوں اے جہاں کے سردار (قصائد ص ۵ فضائل درود شریف ص ۱۱۸)
[حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسانؓ سے
فرمایا: يَا حَسَّانُ اَجِبْ عَنِّي، اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (مسلم ص ۳۰۰) ترجمہ: ”اے
حسان میری طرف سے جواب سے، اے اللہ روح القدس کے ساتھ اس کی مدد فرما“ حضرت
عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اِنَّ دُرُوْحَ
الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ (مسلم ج ۲ ص ۳۰۰) ترجمہ: ”جب
تک تو اللہ اور اس کے رسول کا دفاع کرتا رہے گا روح القدس تیری مدد میں رہے گا۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو نہ جبریل نظر آتے تھے اور نہ اس فضیلت کے بعد حضرت
حسان رضی اللہ عنہ نبی بن گئے۔ اب اس شعر پر غور کریں حضرت نانوتویؒ یہ نہیں کہہ رہے کہ
جبریل میرے ساتھ ہیں بلکہ دعا کر رہے ہیں اور تمنا ظاہر کرتے ہیں کہ ان اشعار کے کہنے کے
وقت جبریل امین کی تائید حاصل ہو تو میں یوں کہوں]

(۸) تو فخر کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں

امیر لشکر پیغمبران شہ ابرار (قصائد قاسمی ص ۵ شعر ۶۲)

[حضرت نے ان اشعار میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کیا۔ بسا اوقات غائب کو ذہن میں حاضر سمجھ کر
اس کو خطاب کیا جاتا ہے۔ حاضر ناظر کا عقیدہ اس میں ہرگز نہیں ہے۔ (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے
اس عاجز کی کتاب اساس المنطق شرح تیسیر المنطق ج ۲ ص ۲۲۸ تا ص ۲۷۰ بحث قیاس شعری)
پھر ان اشعار میں حضرت نے نبی ﷺ کو سب انبیاء کا سردار مانا ہے اور بارہا یہ بات گزر چکی ہے
کہ حضرت کے نزدیک اعلیٰ نبی ہونا آخر میں آنے کو مستلزم ہے تو اس طرح حضرت نے یہاں

عقیدہ ختم نبوت کا بھی اظہار کر دیا ہے]

(۹) تو بوئے گل اگر گل ہیں اور نبی

تو نور شمس اگر اور انبیاء ہیں شمس نہار

حیات جاں ہے تو، ہیں اگر وہ جان جہاں

تو نور دیدہ ہے اگر ہیں وہ دیدہ بیدار (قصائد قاسمی ص ۵۷۳، ۶۵)

[حضرت نے ان آیات میں سب انبیاء کرام علیہم السلام کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے آنحضرت

ﷺ کی افضلیت کو یوں بیان کیا کہ اگر دیگر انبیاء کرام علیہم السلام جہاں کی جان ہیں تو آپ اس

جان کی زندگی ہیں اگر وہ آنکھ ہیں تو آپ اس آنکھ کا نور ہیں۔ کیا ختم نبوت کا کوئی منکر آنحضرت

ﷺ کی ایسی مدح کر سکتا ہے؟]

(۱۰) جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں

تیرے کمال نہیں کسی میں مگر دو چار

[یعنی آپ کمالات میں تمام انبیاء پر فائق ہیں جیسا کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی

تقریروں میں اور اپنی تحریروں میں اس مضمون کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ زیر نظر کتاب

”حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت“ میں بھی جا بجا ایسے مضامین نقل کئے گئے ہیں۔ حضرت

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حجۃ اللہ البالغہ ص ۸۴ میں لکھا کہ ”مُفْهِمٌ لِّاِنْسَانُوں کی اصلاح

کرنے والی شخصیات۔ کے کمالات نبی ﷺ میں سب کے سب ہیں باقی انبیاء میں دو دو تین تین

ہیں تفصیل کیلئے دیکھیے کتاب آیات ختم نبوت ص ۴۹ تا ۵۴۔ اور اس کتاب میں تحذیر

الناس کی عبارات کے شرح۔ یہاں ایک نئے حوالے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مولانا محمد عثمان غنی صاحب خطبات مدراس ص ۸۰ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک

تعلیم یافتہ ہندو نے ایک مسلمان داعظ سے کہا کہ میں تمہارے پیغمبر کو دنیا کا سب سے بڑا کامل

انسان تسلیم کرتا ہوں، انہوں نے دریافت کیا تم کیونکر پیغمبر اسلام کو دنیا کا کامل ترین انسان جانتے

ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ مجھ کو اُن کی زندگی میں بیک وقت اس قدر متضاد اور متنوع اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا کر کے نہیں دکھائے۔

وہ بادشاہ ایسا کہ ایک پورا ملک اس کی مٹھی میں ہو، دو تین دایا ہو کہ خزانے کے خزانے اونٹوں پر لدے ہوئے اس کے دار الحکومت میں آرہے ہوں، اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر چولہا نہ جلتا ہو اور کئی کئی وقت اس پر فاقے گذر جاتے ہوں، سپہ سالار ایسا کہ مٹھی بھر بہتے آدمیوں کو لے کر ہزاروں کی غرق آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑا ہو، اور صلح پسند ایسا کہ ہزاروں پر جوش جاں نثاروں کی ہمرکابی کے صلح نامہ پر دستخط کر دیتا ہو، شجاع اور بہادر ایسا کہ ہزاروں کے مقابلہ میں تنہا کھڑا ہو، اور نرم دل ایسا کہ اُس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو۔

بابتعلق ایسا کہ عرب کے ذرہ ذرہ کی اُس کو فکر، بیوی بچوں کی اُس کو فکر، غریب و مفلس مسلمانوں کی اُس کو فکر، خدا کی بھولی ہوئی دنیا کے سدھار کی اُس کو فکر، غرض سارے سنسار کی اُس کو فکر، اور بے تعلق ایسا کہ خدا کے سوا کسی کی اُس کو یاد نہیں اور اُس کے سوا ہر چیز اس کو فراموش، اُس نے کبھی اپنی ذات کیلئے اپنے برا کہنے والوں سے انتقام نہیں لیا، اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں ہمیشہ دعا و خیر کی اور ان کا بھلا چاہا، لیکن خدا کے دشمنوں کو اس نے کبھی معاف نہیں کیا اور حق کا راستہ روکنے والوں کو ہمیشہ جہنم کی دھمکی دیتا رہا اور عذاب الہی سے ڈراتا رہا۔

عین اُس وقت جس اُس پر ایک تنقید زن سپاہی کا دھوکہ ہوتا تھا وہ ایک شب زندہ دار زاہد کی صورت میں جلوہ نما ہوتا ہے، عین اُس وقت جب اس پر کشور کشاف فتح کا شہہ ہوتا ہے وہ پیغمبرانہ معصومیت میں ہمارے سامنے آ جاتا ہے، عین اُس وقت جب ہم اس کو شاہ عرب کہہ کر پکارتا چاہتے ہیں وہ کھجور کا تکیہ لگائے خالی چٹائی پر محو خواب نظر آتا ہے، عین اُس دن جب عرب کے اطراف سے اُس کے محن مسجد میں مال و اسباب کا انبار لگا ہوتا ہے اُس کے اہل بیت میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہو۔ عین اُس عہد میں جب لڑائیوں کے قیدی مسلمانوں کے گھروں میں لوٹتی اور غلام بن کر بیچے جارہے ہوں فاطمہ بنت رسول اپنے ہاتھوں کا چھالا اور سینہ کا داغ باپ کو

دکھاتی ہیں جو چکی پیٹے پیٹے اور مشکیزہ بھرتے بھرتے ہاتھ اور سینہ پر پڑ گیا تھا اور ایک خادمہ کی درخواست کرتی ہیں ارشاد ہوتا ہے اب تک صفہ کے غریبوں کا انتظام نہیں۔ فاطمہ! بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں (نصر الباری شرح اردو بخاری شریف ج ۱ ص ۲۲۷، ۲۲۸)

(۱۱) بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال

بغیر بندگی کیا ہے؟ لگے جو تجھ کو عار (قصائد قاسمی ص ۶ شعر ۷۰)

[اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ نے سوائے خدائی کے کائنات کے سب اختیارات آپ کو دے دیئے اس لئے کہ قبلہ نما اور انتصار الاسلام میں حضرت نے یہ مفصل بیان کر دیا کہ آپ کا اصل کمال عہدیت ہے تو مطلب یہ ہے کہ بندگی میں سب سے اعلیٰ مقام جناب نبی کریم ﷺ کو عطا ہوا۔ اس شعر کے دوسرے مصرعے میں بھی اس مضمون کو ادا کیا ہے کہ بندگی میں کوئی عار نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنَكَفُوا فَسَيَكْبَرُ اللَّهُ عَنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۷۲، ۱۷۳) ترجمہ: مسیح کو اس سے عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتوں کو جو مقرب ہیں اور جس کو عار آوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے سو وہ جمع کرے گا اپنے پاس ان سب کو اکٹھا پھر جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے اچھے تو ان کو پورا دے گا ان کا ثواب اور زیادہ دے گا اپنے فضل سے اور جنہوں نے عار کی اور تکبر کیا سو ان کو عذاب دے گا دردناک اور نہ پاویں گے اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار]

(۱۲) یہ اجتماع کمالات کا تجھے اعجاز

دیا تھا تانہ کریں انبیاء کہیں تکرار (قصائد قاسمی ص ۶ شعر ۷۲)

[اللہ نے سب کمالات آپ کی ذات میں جمع کر دیئے تاکہ انبیاء کرام علیہم السلام فوراً آپ کی اتباع کر لیں جیسا کہ معراج کی رات نبی ﷺ نے انبیاء کرام کی موجودگی میں اپنے فضائل بیان کئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ان کے ساتھ محمد تم سے بڑھ گئے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۹) مزید تفصیل کیلئے دیکھئے کتاب ”شواہد ختم نبوت“ ص ۷، ۸۔ اور کتاب ”آیات ختم نبوت“ ص ۳۶، ۳۷ نیز ص ۴۰۱ تا ۴۰۹]

(۱۳) پہنچ سکا تیرے رتبہ تلک نہ کوئی نبی

ہوئے ہیں معجزہ والے بھی اس جگہ ناچار (قصائد قاسمی ص ۶ شعر ۷)

[آپ عقل و فہم، اخلاق اور معجزات اور پیشگوئیوں میں سب پر فائق تھے اس لئے کوئی نبی آپ کے مرتبے کو نہ پاسکا حجۃ الاسلام، قبلہ نما، میلہ خدا شناسی اور مباحثہ شاہجہانپور میں حضرت نے اس مضمون کو بڑے دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے]

(۱۴) جو انبیاء ہیں وہ آگے تیری نبوت کے

کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار (قصائد قاسمی ص ۶ شعر ۷)

[مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جیسے نبی الامۃ ہیں نبی الانبیاء بھی ہیں اس کی مدلل بحث تحذیر الناس کی عبارات کے تحت موجود ہے مزید تفصیل کیلئے دیکھئے ”آیات ختم نبوت“ ص ۴۰۳ تا ۴۰۴ نیز ص ۵۳۵ تا ۵۶۲]

(۱۵) خدا کے طالب دیدار حضرت موسیٰ

تمہارا لیجئے خدا آپ طالب دیدار

کہاں بلندی طور اور کہاں تیری معراج

کہیں ہوئے ہیں زمین آسمان بھی ہموار (قصائد قاسمی ص ۶ شعر ۷، ۸، ۷)

[موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کو وہ طور پر گئے جبکہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیج کر نبی کریم ﷺ کو معراج پہ بلایا یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مرتبہ زیادہ ہے]

(۱۶) رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت

نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار (قصائد قاسمی ص ۶ شعر ۸۲)

[یعنی آپ کو عام لوگ انسان ہی دیکھتے ہیں مگر روحانی کمالات آپ کے اللہ ہی جانتا ہے اس میں عقیدہ بشریت کی نفی نہیں (۱) اگر ایسا کرنا ہوتا تو عقل و فہم اور اخلاق میں آپ کی بلندی کا ذکر مہمل تھا اتنا کافی تھا کہ آپ انسان نہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”وَمِنْ عَادَةِ الْجَهْلِيَةِ أَنَّهُمْ إِذَا لَمْ يَرَوْا رَجُلًا زَعَمُوهُ مَنْزَلاً ثُمَّ إِذَا رَأَوْهُ يُمَارِسُ الْعَادَاتِ انْكُرُوا عَلَيْهِ فَلِهَذَا السِّرِّ كَانُوا يَقْرُونَ بِسَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَيُنْكِرُونَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ ترجمہ: جاہلوں کی عادت ہے کہ جس کسی کو انہوں نے دیکھا نہیں ہوتا تو وہ اس کو مقدس اور فوق البشر ہستی خیال کرتے ہیں برخلاف اس کے اگر کوئی صاحب کمال اُن کے سامنے ہو اور وہ یہ دیکھ لیں کہ یہ بھی ہماری طرح زندگی بسر کرتا ہے اور اس کی عادات ہمارے مخالف نہیں تو اس وجہ سے اس کی فضیلت کا انکار کرتا ہے۔ ان لوگوں کے دیگر انبیاء کو تسلیم کرنے اور ہمارے رسول اکرم محمد ﷺ کے انکار کرنے میں یہی راز تھا (الخیبر الکثیر مترجم ص ۴۳۷) اولیاء کرام، علماء عظام لوگوں کی نظروں میں عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ مگر علمی و روحانی کمالات میں نرالے ہوتے ہیں جب چلے جاتے ہیں پھر یاد آتے ہیں [

(۱) راقم الحروف نے اساس المنطق میں لکھا کہ اس شعر کا مطلب یہ کہ نبی کریم ﷺ اگرچہ بشر ہیں مگر آپ کے روحانی کمالات اور مرتبوں کا ادراک ہم بالکل نہیں کر سکتے بلکہ سوائے خدا تعالیٰ کے آپ کے روحانی کمالات ترقیات کو کوئی نہیں جان سکتا۔ شاہ رفیع الدین خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ سب محققین کا اتفاق ہے: دانستن مراتب معنوی نبی راضی اللہ علیہ وسلم علی حسب الکمال دروس پنج کس از انبیاء و اولیاء نیست (دفع الباطل ص ۱۳۶) ترجمہ: نبی ﷺ کے مراتب معنوی کو کامل طور پر جاننا انبیاء یا اولیاء میں سے کسی کے بس میں نہیں ہے۔ (اساس المنطق ج ۲ ص ۴۶۳)

(۱۷) نہ بن پڑا وہ جمال آپ کا سا ایک شب

بھی قمر نے گو کہ کروڑوں کے چڑھاؤ اتار (قصائد قاسمی ص ۶ شعر ۸۷)

[چاند کروڑوں اتار چڑھاؤ کے باوجود آپ جیسا حسن نہ پاسکا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چاندنی رات کو میں نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی تو میں نبی کریم ﷺ کو بھی دیکھنے لگا اور چاند کو بھی تو سچی بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ میں نے آپ کو چاند سے زیادہ حسین پایا شامل ترمذی مع جامع ترمذی ص ۲۲ طبع مکتبہ رحمانیہ لاہور]

(۱۸) خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب میرے

تو جس قدر ہے بھلا میں برا اُسی مقدار (قصائد قاسمی ص ۷ شعر ۹۳)

[یعنی آپ جتنے اعلیٰ ہیں میں اتنا ہی پست ہیں۔ آپ جتنے اچھے ہیں میں اتنا ہی برا ہوں۔ قارئین کرام! غور کریں کیا ختم نبوت کا کوئی منکر نبی کریم ﷺ کی تعریف میں ایسے الفاظ کہہ سکتا ہے قادیانی جیسے آدمی تو اپنی تعریف کرواتے تھے وہ کب کہتا تھا کہ میں برا ہوں وہ کہتا تھا میں سب سے اعلیٰ ہوں سچی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نعت میں اتنی پستی کا اظہار تو شاید ہی کسی نے کیا ہو]

(۱۹) نہ پہنچیں گنتی میں ہرگز تیرے کمالوں کی

مرے بھی عیب شدہ دوسرا، شہ برابر (قصائد قاسمی ص ۷ شعر ۹۴)

[اے دو جہان کے سردار، اے نیک لوگوں کے سردار! آپ کو اللہ نے اتنے کمالات عطا فرمائے ہیں کہ میرے عیوب کی گنتی آپ کے کمالات کی گنتی سے کم ہے]

(۲۰) یہ سن کے آپ شفیق گناہ گاراں ہیں

کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار (قصائد قاسمی ص ۷ شعر ۱۰۳)

تو بہترین خلّاق میں بدترین جہاں

تو سرور و دو جہاں میں کمینہ خدمت گار (قصائد قاسمی ص ۸ شعر ۱۱۴)

[مطلب یہ کہ آپ ساری مخلوق سے اعلیٰ ہیں اور میں سب سے زیادہ بدترین اور گناہ گار ہوں]

(۲۱) بہت دنوں سے تمنا ہے کبچے عرض حال
 اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار
 وہ آرزوئیں جو ہیں مدت سے دل میں بھری
 کہوں میں کھول کے دل اور نکالوں دل کا بخار (قصائد قاسمی ص ۸ شعر ۱۱۵، ۱۱۶)
 [مطلب یہ ہے کہ میں مدینہ منورہ حاضری کیلئے تڑپتا ہوں تاکہ وہاں حاضر ہو کر سلام پیش کروں اور
 آپ سے شفاعت کی درخواست کروں جیسا کہ فقہاء لکھا ہے]

(۲۲) مگر جہاں ہو فلک آستان سے بھی نیچا
 وہاں ہو قاسم بے بال و پر کا کیونکر گزار (قصائد قاسمی ص ۸ شعر ۱۱)
 مدد کراے کرم احمدی کہ تیرے سوا
 نہیں ہے قاسم پیکس کا کوئی حامی کار (قصائد قاسمی ص ۸ شعر ۱۲)
 [یہ بات طے شدہ ہے کہ شعر کا مفہوم شاعر کے عقیدہ کے موافق لیا جائے گا۔ ان اشعار میں مولانا
 اس بات کی تمنا کر رہے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کے دن آپ کی شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ
 کے حضور ہمارے لئے دعا کریں شعر نمبر ۱۰۳ میں فرماتے ہیں:

یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار
 شعر نمبر ۱۱ میں فرماتے ہیں:

مگر جہاں ہو فلک آستان سے بھی نیچا وہاں ہو قاسم بے بال و پر کا کیونکر گزار
 (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے اساس المنطق ج ۲ بحث قیاس شعری)

(۲۳) دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی
 کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار (قصائد قاسمی ص ۸ شعر ۱۲۲)
 [مطلب یہ کہ آپ ساری کائنات کے سردار ہیں سب سے اعلیٰ ہیں اور جو سب سے اعلیٰ ہو وہی
 آخری نبی ہے اس طرح اس میں ختم نبوت کا ذکر بھی ہے]

(۲۴) امیدیں لاکھوں ہیں مگر بڑی امید ہے یہ

کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار (قصائد قاسمی ص ۹ شعر ۱۲۹)

[یعنی مدینہ منورہ میں رہنے کی تمنا تو ہے مگر اس پاک دلیں میں انسانوں کے ساتھ رہنے کے قابل نہیں اگر میرا نام سگان مدینہ کے ساتھ شمار ہو جائے تو بڑی سعادت ہے یا یہ مطلب ہے کہ ختم نبوت کے ادنیٰ چوکیداروں کے ساتھ میرا حشر ہو جائے تو بڑی سعادت ہے]

(۲۵) جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں

مروں تو کھائیں مجھے مدینہ کے مرغ و مار (قصائد قاسمی ص ۹ شعر ۱۳۰)

[یعنی میری تمنا ہے کہ میں زندگی بھر مدینہ منورہ میں ادنیٰ چوکیدار رہوں اور نہ سبکی تو سگان مدینہ کے ساتھ ہی حرم مدینہ کے گرد چکر کاٹا رہوں اور جب مر جاؤں تو میری تمنا ہے کہ میرا بدن مدینہ کے کیڑوں کھڑوں کی غذا بنے]

(۲۶) اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ

کرے حضور کے روضہ کے گرد شمار (قصائد قاسمی ص ۹ شعر ۱۳۲)

[حضرت اس شعر میں فرماتے ہیں کہ میری تمنا ہے کہ مرنے کے بعد میرا جسم جب مٹی کے ذرات بن جائے تو ہوا اس کو اڑا کر آپ کے روضہ کے گرد زیارت کیلئے آنے والوں کے قدموں کے نیچے بکھیر دے]

(۲۷) ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا

کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار

مگر نسیم مدینہ ہے گرد باد بنا

کشاں کشاں مجھے لے جا جہاں ہے تیرا حزار (قصائد قاسمی ص ۹ شعر ۱۳۳، ۱۳۴)

[میں تو اس قابل نہیں کہ میری خاک مدینہ جائے خدا کرے مدینہ جانے والی باد نسیم گرد باد کی شکل میں آئے اور میری خاک کو آپ کے روضہ کے پاس لے جا کر بکھیر دے]

(۲۸) رہے نہ منصب شیخ المشائخ کی طلب

نہ جی کو بھائے یہ دنیا کا کچھ بناؤ سنگار

ہوا اشارہ میں دو ٹکڑے جوں قمر کا جگر

کوئی اشارہ ہمارے بھی دل کے ہو جا پار (قصائد قاسمی ص ۹ شعر ۱۴۳ تا ۱۴۴)

[اس سے پہلے ابیات میں نبی ﷺ کی محبت کے حصول کی تمنا کی اور اب یہ فرماتے ہیں کہ مجھے نہ پھر بننے کی طلب ہے (۱) اور نہ دنیا کی کسی زینت کی طلب ہے جیسے آپ کے ایک اشارے کے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اسی طرح ہمارے دل پہ ایسا اثر ہو کہ آپ کی محبت سما جائے۔

فائدہ: حضرت مولانا عبدالملک صدیقیؒ نے اسی مضمون کو پنجابی اشعار میں یوں ادا کیا ہے:

ملے قطرہ عشق محمد دا دل دنیا دی شاہی دی لور نہیں

دل مست روے وجہ مستی دے بھی عقل دانائی دی لور نہیں

میرے قلب سیاہ گنہگار دے وجہ تیری یاد داد یوا بل داروے

دل این جگ اوں جگ قبر حشر کسے ہو رشتائی دی لور نہیں

کراپنے حبیب دا عشق عطا جگ سارے تو بے نیاز چہ کر

سر جھکدا روے در تیرے اتے در دردی گدائی دی لور نہیں

این عہدا عرض قبول تھیوے دربار الہی دے اندر

لوں لوں وجہ ہووے عشق نبی کسے ہو ر آشنائی دی لور نہیں

اردو زبان میں ان اشعار کا مطلب یہ ہے: اگر مجھے حضرت محمد ﷺ کے عشق و محبت کا ایک قطرہ نصیب ہو جائے تو مجھے دنیا کی بادشاہی کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرا دل آپ کی محبت میں سرشار رہے اور مجھے اس کے بالمقابل عقل و دانائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں آپ کے ہر حکم کو بغیر دلیل کے ماننے کو تیار ہوں۔ میرے گناہ گار سیاہ دل میں اے اللہ اگر تیرے ذکر کا چراغ جلتا رہے تو مجھے دنیا، آخرت میں اور قبر حشر میں کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں ہے۔ اے اللہ تو مجھے

اپنے حبیب کا عشق عطا فرما اور اس کے ساتھ سارے جہان سے مجھے مستغنی کر دے۔ اے اللہ اگر میرا سرتیرے دربار میں جھکتا رہے تو مجھے دردِ پر سر جھکانے کی ضرورت نہیں ہے، خدا کرے اس بندے کی یہ دعا اللہ کے دربار میں قبول ہو جائے کہ جسم کے لوں لوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت سما جائے اور مجھے کسی اور سے محبت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔]

(۲۹) بس اب دردِ پڑھ اس پر اور اس کی آل پہ تو

جو خوش ہو تجھ سے وہ اور اس کی عترت اطہار

الہی اس پہ اور اس کی تمام آل پہ بھیج

وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کو شمار (قصائد قاسمی ص ۹ شعر ۱۵، ۱۵۱)

[اے اللہ اپنے پیارے حبیب ﷺ پر، اُن کی آل پر اور اُن کے فرماں برداروں پر اتنی رحمتیں نازل فرما جن کو عدد شمار نہ کر سکے یعنی بے شمار رحمتیں نازل کر دیجئے آمین]

ترجمہ کے قرآن مجید کتب ہی دسی وغیرہ دسی آدلی دلائی کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سے طلب فرمائے

چند من نشانہ و نشانہ من نشانہ

چند مسکاتیب

در تفسیر بعض آیات شریفہ چلیڈر کلاک جواہر ملک

المحققین بقا الدین علی بن العلامہ افضل الفضل از عالم المفسرین حضرت لانا محمد قاسم جانا اندوئی

اسرار مشرقی

جس کو!

(مولوی) سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند نے

اپنے

کتاب خانہ اعزازیہ دیوبند

سب متنبول، بیروت، شام، اور ہندوستان کے سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
ملکی کاپیڈ (مولوی) سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند

﴿تعارف رسالہ اسرار قرآنی﴾

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سوائیؒ لکھتے ہیں:

یہ مختصر رسالہ ہے فارسی زبان میں ہے جس میں مختلف آیات قرآنیہ کے بارہ میں مولانا محمد صدیق صاحب مراد آبادی نے سوالات حضرت نانوتویؒ کی خدمت میں لکھ کر بھیجے تھے جن کے جوابات حضرت نے تحریر فرمائے ہیں اور بہت سے اشکالات کو رفع کیا ہے آخر میں معوذتین کی حکیمانہ تفسیر ہے اور مثنوی رومی کے ایک مشکل شعر کی شرح ہے (مقدمہ اجوبہ اربعین ص ۳۸) راقم الحروف کہتا ہے:

یہ رسالہ کل بیس صفحات پر مشتمل ہے مگر اس میں بڑے پیچیدہ اشکالات کو حل کیا گیا ہے مثلاً ایک اشکال یہ ہے کہ لَعَلَّ قرآن پاک میں کس معنی میں آیا ہے؟ (اسرار قرآنی ص ۲) اور ایک اشکال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تو قدیم ہے پھر آیت کریمہ لِنَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يُّنْصِرُهُ [سورۃ الحديد آیت نمبر ۲۵] میں لام کس فائدہ کیلئے آیا؟ (اسرار قرآنی ص ۸)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے پارے کے فوائد کے شروع میں آیت کریمہ ”اَلَا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعِ الرَّسُوْلَ“ کے تحت اشکال بیان کیا پھر اس کے مختلف جوابات دے کر آخر میں حضرت نانوتویؒ کے جواب کو جو اس رسالہ میں ہے پیش کیا ہے وہاں حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے استاذ محترم حضرت نانوتویؒ کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے:

بعض راہنما مقلد قیقین نے اس کے منہاں دو باتیں نہایت دقیق و انیق بیان فرمائیں الخ (تفسیر عثمانی ص ۲۷ ف ۴) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتویؒ کے بیانات اور آپ کی تحریریں مختصر ہی کیوں نہ ہوں علماء کیلئے بڑا قیمتی سرمایہ ہیں اس لئے ان کو حاصل کر کے ان کا مطالعہ کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قدر کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

﴿عبارت از کتاب اسرار قرآنی﴾

راقم نے ”آیات ختم نبوت“ میں حضرت نانوتویؒ کی تفسیر کو بنیاد بنا کر معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) سے عقیدہ ختم نبوت پر استدلال کیا ہے (۱) اور یہ تفسیر فارسی زبان میں حضرت نانوتویؒ کے رسالہ اسرار قرآنی صفحہ ۱۳ تا صفحہ ۷۱ میں موجود ہے شیخ الاسلام حضرت مولانا

(۱) کتاب ”آیات ختم نبوت“ میں سورۃ الفاتحہ سے جو پہلی دلیل دی گئی اس کی بنیاد حضرت شاہ عبدالقادر کے کلام کو بنایا بعد میں حضرت نانوتویؒ کا کلام اس سے مفصل ملا اگر اُس وقت ملتا تو اس کو بنیاد بنایا جاتا تلافی مافات کیلئے اس جگہ اُس استدلال کو مختصر کر کے حضرت کے کلام کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔
حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں:

کلام پاک خداوند کریم میں بھی بعض عبارتیں ایسی ہیں کہ وہ بندوں کی طرف سے علی العموم فقط یا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہیں..... چنانچہ سورۃ فاتحہ اسی قسم کی ہے خاص کر اِنَّكَ نَعْبُدُ سے لے کر آخر تک جس کا یہ مضمون ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں ہمیں سیدمی راہ چلائے ظاہر ہے کہ یہ عبارت خداوند کریم نے بندوں کی طرف سے بنا کر ان کے حوالہ کر دی ہے کہ وقت حضور دربار خداوندی، یعنی وقت نماز کے، اس طور پر خداوند کریم سے عرض معروض کیا کریں (حدیث الشیخ ص ۳۳۰، ۳۳۱)

حضرت کی اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ سورت ہمارے لئے ایک درخواست فارم کی طرح ہے۔ اور ظاہر ہے کہ داخلے کا فارم اس وقت تک ملتا ہے جب تک داخلہ جاری ہوتا ہے۔ جب داخلہ بند ہو جائے تو فارم نہیں ملا کرتے اس سورت کا باقی رہنا اس کی دلیل ہے کہ جس ہدایت کو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے وہ باقی ہے اگر وہ باقی نہ ہوتی تو اللہ اس سورۃ کو اٹھا لیتے تاکہ نیا نبی آئے تو اپنے ساتھ ہدایت کا فارم بھی لے کر آئے۔ تو جب نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت موجود ہے اور اس دعا کے ساتھ مل سکتی ہے تو پھر کسی اور نبی کی کیا ضرورت ہے؟ معلوم ہوا کہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے کتاب ”آیات ختم نبوت“ ص ۶۲، ۶۳

شیر احمد عثمانیؒ نے تفسیر عثمانی ص ۸۰۸ میں اس کو اردو میں پیش کیا ہے حضرت عثمانؓ کے الفاظ میں
 ہی مولانا کاندھلویؒ نے معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۵۸۲ میں اس کو نقل کیا ہے۔ جزا ہم اللہ خیرا۔
 کتاب ”آیات ختم نبوت“ میں ہے

سورة الفلق اور سورة الناس سے ختم نبوت پر استدلال حضرت نانوتویؒ کی تفسیر کو سمجھنے
 پر موقوف ہے اس لئے حضرت کے کلام کا خلاصہ پیش کرنا ضروری ہوا حضرت پہلے بطور تمہید کے
 فرماتے ہیں کہ باغ میں جب کوئی نیا پودا زمین کو پھاڑ کر نکلتا ہے تو جب تک وہ حد کمال کو نہ پہنچ
 جائے باغبان کو اس کی حفاظت کیلئے درج ذیل طریقوں پر محنت کرنی پڑتی ہے [۱] ایسے جانوروں
 سے بچانا جن کی فطرت و طبیعت سبزہ کھانا ہے [۲] پانی ہوا اور حرارت آفتاب وغیرہ جو زندگی یا
 ترقی کے اسباب ہیں ان کے پہنچنے کا پورا انتظام ہو [۳] برف اور ازلے وغیرہ اوپر گرنے نہ
 پائیں یہ چیزیں پودے کی نشوونما اور ترقی کو روکنے والی ہیں [۴] کوئی حاسد یا دشمن اس پودے کو
 کاٹ نہ دے یا جڑ سے نہ اکھیڑ دے [۵] ان چار کے علاوہ ایک اور چیز پودے کے وجود کے لئے
 ضروری ہے کہ بیج کو اندر ہی سے گھن نہ لگ جائے، خشک نہ ہو جائے۔

اس تمہید کے بعد فرماتے ہیں کہ ان سورتوں میں ہمیں اپنے مجرور وجود و ایمان کی حفاظت
 کیلئے اس قسم کی پانچوں مصیبتوں سے پناہ مانگنی سکھائی گئی ہے [۱] مخلوق کے شر سے پناہ مانگنی گئی اور
 مخلوق کی جبلت و طبیعت میں شر رکھا ہوا ہے یہ ایسے جانوروں کے مشابہ ہے جن کی فطرت سبزہ
 خوری ہے [۲] غیاسیق سے پناہ مانگنی گئی اور غیاسیق رات ہے جس کی وجہ سے روشنی نہیں
 ملتی۔ تو غیاسیق ایسے ہے جیسے پانی ہوا اور حرارت آفتاب کے پہنچنے کا پورا انتظام نہ ہو [۳]
 نَفَاثَاتُ فِي الْعُقَدِ سے پناہ مانگنی گئی اور نَفَاثَاتُ فِي الْعُقَدِ سے ساحرانہ اعمال مراد ہیں سحر سے
 اصلی آثار مغلوب ہو کر دب جاتے ہیں یہ برف اور ازلے وغیرہ کے اوپر گرنے کی طرح ہیں [۴]
 حاسد سے پناہ مانگنی فرمایا مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ حاسد اس دشمن کی طرح جو پودے کو
 کاٹ دے یا جڑ سے اکھیڑ دے [۵] مِنْ شَرِّ النُّسُواسِ النُّعْنَاسِ کے ساتھ دوسرے ڈالنے

والے سے تعوذ کیا گیا جو ظاہر ہو کر نہیں اندرونی طور پر رخنہ ڈالتا ہے یہ اس آفت کی طرح کہ اندر ہی سے بیج کو گھن لگ جائے خشک ہو جائے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں میں ہر قسم کے ظاہری و باطنی شرور سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی ہے تو جیسے سورت فاتحہ صراط مستقیم کی دعا ہے یہ سورتیں دنیا آخرت کی نعمتوں کو محفوظ کرانے کی دعا ہیں۔

ان سورتوں سے ختم نبوت کے استدلال کی وضاحت:

ان سورتوں میں ہر قسم کی مصائب و شرور سے پناہ حاصل کرنا سکھایا گیا اور صیغہ بھی واحد حکم کا دیا گیا (۲) اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے پڑھنے کے بعد نبی کریم ﷺ کو ہر قسم کے شرور سے پناہ حاصل ہو گئی اور آپ ﷺ کی سلامتی سے دین کی سلامتی ہے کیونکہ ایمان کی بنیاد تو نبی کریم ﷺ کی ذات ہے ایمان کہتے ہی اس کو ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جو کچھ اللہ کی طرف سے پہنچایا اس کی تصدیق کی جائے (شرح عقائد ص ۱۱۹) الغرض جب دین سلامت تو کسی اور نبی کی کیا ضرورت؟ اس طرح یہ سورتیں بھی ختم نبوت کی دلیل بن گئیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلَىٰ ذٰلِكَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيُّ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَكَّلْ عَلٰی مُسْلِمًا وَّالْحَقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ رَبِّ اغْفِرْ لِّیْ وَلِیَّوْلِیِّ الدِّیْنِ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِیْ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اٰمِنْ (آیات ختم نبوت ص ۸۳۷، ۸۳۸)

(۲) حضرت بانر توئی کے کلام سے اس کی تائید: آپ فرماتے ہیں قُلْ اَعُوْذُ کے یہ معنی ہیں کہ کہ اے محمد میں پناہ مانگتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ حکم جناب سرور کائنات ﷺ ہیں تو قُلْ کے بعد جتنی عبارت ہے اس سب کو رسول اللہ ﷺ ہی کی طرف سے سمجھنا چاہئے (حدیث الشیعہ ص ۳۳۰)

﴿نتائج البحث﴾

اس ساری بحث سے یہ باتیں سمجھ آئیں:

کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اپنے دور کے بہت بڑے مناظر اسلام تھے۔ آپ کا کمال یہ تھا کہ مسلمان تو مسلمان، ہندوؤں اور عیسائیوں کے سامنے بھی آپ اسلام کے بنیادی عقائد [جن میں آنحضرت ﷺ کا اعلیٰ اور آخری نبی ہونا بھی ہے] ٹھوس عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ ثابت کر کے سب کو مطمئن کر دیا کرتے تھے۔

مولانا کا انداز یہ تھا کہ خدا کی وحدانیت ثابت کرنے کے بعد نبوت کی ضرورت و صفات کو بیان کرتے اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ نبی ہونے کے دلائل دیتے پھر بتاتے کہ جب آپ سب سے اعلیٰ نبی ہیں تو سب سے آخری نبی بھی ہیں جیسے بڑی عدالت میں انسان بعد میں جاتا ہے سب سے بڑے رسول کو اللہ نے سب انبیاء کے بعد بھیجا اب نجات آپ پر ایمان لانے میں ہی منحصر ہے۔

﴿کلمات الاختتام﴾

﴿حضرت نانوتویؒ کی مقبولیت کا راز﴾

مسلمانوں کو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے عقیدت و محبت اس لئے بھی ہے کہ انہوں نے خالص اسلام ہم تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے حضرت کے مسلک کے بنیادی اصول چار ہیں: اللہ تعالیٰ سے محبت، نبی ﷺ سے محبت، قرآن اور حدیث لہذا اہم کہتے ہیں کہ [حضرت نانوتویؒ کا مسلک] = [اللہ تعالیٰ سے محبت + نبی کریم ﷺ سے محبت + قرآن + حدیث] اس لئے یہ مسلک فرقہ واریت سے مکمل طور پر پاک ہے۔ ان اصولوں کی وضاحت کیلئے دیکھئے اس عاجز کی کتاب ”آیات ختم نبوت ص ۲۶۵ تا ۲۸۴“

الغرض حضرتؒ نے پورے دین پر کام کیا ہے دین کے کسی شعبے میں سستی نہیں دکھائی

جیسے آپ نے عظمتِ صحابہ کیلئے کام کیا اسی طرح حب اہل بیت کیلئے محنت کی ہے ☆ حضرتؑ نے اپنی تقریروں میں اپنی تحریروں میں جس طرح توحید خداوندی پر دلائل پیش کئے اسی طرح شان رسالت پر بھی دلائل مہیا کئے ☆ احترام تو آپ سب انبیاء علیہم السلام کا کرتے تھے مگر نبی کریم ﷺ کے برابر کسی کو نہ جانتے تھے ☆ حضرتؑ نے جس طرح نبی کریم ﷺ کی نبوت کو ثابت کیا اس طرح ختم نبوت کو بھی ثابت کیا اور مکر ختم نبوت کا کافر کہا ☆ کتنے ایسے مواقع ہیں جن کا عقیدہ ختم نبوت سے بظاہر کوئی ربط نظر نہیں آتا [مثلاً مسائل وضو، استقبال قبلہ، احوال برزخ] مگر حضرتؑ نے وہاں بھی اس عقیدے کو ثابت کر دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؑ نہ صرف اس عقیدے کے قائل اور مبلغ تھے بلکہ وہ اس عقیدے کی اشاعت کے عاشق تھے ☆ حضرتؑ کی کسی بھی تحریر یا تقریر سے اس کا اشارہ تک بھی نہیں ملتا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وہ کسی اور نبی کی آمد کے قائل ہوں۔

﴿تحفظ ختم نبوت میں حضرت کے معینین کی خدمات﴾

حضرتؑ کے تلامذہ اور ان کے عقیدت مند بہت ہوئے مگر کسی نے کوئی ایسا دعویٰ [مہدیت، مسیحیت یا نبوت وغیرہ] نہ کیا بلکہ جب قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرتؑ کے شاگردوں نے برملا اس کی تکفیر کی۔ ☆ حضرتؑ کے تلامذہ نے اور ان سے نسبت رکھنے والوں نے اس زمانے میں ختم نبوت پر جتنا کام کیا اوروں نے نہ کیا۔ تحریک ختم نبوت میں اصل کردار حضرت کے معینین ہی کا ہے۔ علمی میدان میں بھی یہ حضرات سب سے آگے رہے نمونے کیلئے دیکھئے علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا دریس کاندھلویؒ کی کتابیں۔

☆ اس عاجز کی کتب: ”شواہد ختم نبوت“ اور ”آیات ختم نبوت“ اور اس کتاب ”خدمات ختم نبوت“ میں اللہ کے فضل و کرم سے کتنے نئے دلائل آگئے ان شاء اللہ اگلی کتابوں میں اور بھی دلائل آئیں گے اور یہ سب اللہ کے فضل و کرم سے حضرتؑ ہی کی برکت ہے۔ ورنہ من آدم کہ من دامن۔ حضرتؑ کی مخالفت کرنے والے ان شاء اللہ کبھی بھی ایسا کام نہ دکھاسکیں گے۔

﴿اہل اسلام سے درمندانہ اپیل﴾

میرے مسلمان بھائیو! دیکھا آپ نے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنے خطوط میں، اپنی کتابوں میں، اپنے بیانات اور اپنے مناظروں میں کس کس طرح کھول کھول کر حضرت نبی کریم ﷺ کی افضلیت و فوقیت کو بیان کیا اور ختم نبوت کو عقلی نقلی طور پر مدلل و مبرہن کر دیا کہ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی اعتراض کی جرات نہ کر سکے۔ بعض ایسے مواقع جہاں کسی کا ذہن اس کی طرف نہیں جاتا [جیسے مسائل وضوء] وہاں بھی عقیدہ ختم نبوت ثابت کر گئے۔

اے اہل اسلام کسی عالم دین سے تم اور کیا چاہتے ہو؟ حضرت تو اپنی ذمہ داری پوری کر گئے۔ مرزائی حضرت کو منکر ختم نبوت بتاتے ہیں اور کچھ اور لوگ بھی ساتھ مل جاتے ہیں اور ہم خاموش تماشا دیکھتے رہتے ہیں اگر ہم سے اللہ نے پوچھ لیا کہ جب تحفظ ختم نبوت کے اس عظیم مجاہد پر اتنا بڑا ظلم ہو رہا تھا جاہل دنیا دار مطلب پرست (۱) اُن کی تحقیقات کا مذاق اڑاتے تھے تو تم نے کیا کیا؟ اس نازک موقع پر مظلوم کا ساتھ دیا یا ظالم ہی کے ہاتھوں کو مضبوط کیا بتاؤ جب اللہ کے

(۱) مجھے ایک ذمہ دار ساتھی نے بتایا کہ ایک شخص اپنی تقریروں میں حضرت نانوتویؒ وغیرہ پر الزام تراشی کر کے عوام سے داد تحسین وصول کیا کرتا تھا، ایک دن اس کا ایک عقیدت مند کہنے لگا کہ میں اب ہیری کیا مجھے ان حضرات کی کتابوں میں ایسی کوئی بات نہیں ملی تو وہ مقرر کہنے لگا یہ عوام کی ڈیماٹ ہوتی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کیا عوام کی ڈیماٹ ہے کہ معاذ اللہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار کیا جائے یا یہ کہ آپ کی معاذ اللہ توہین کی جائے؟ عوام ایسا ہر گز نہیں چاہتے عوام تو ناموس رسالت پر جان قربان کرنے کو زندگی کا سرمایہ سمجھتے ہیں۔ اس مقرر کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا کرتا ہے تو لوگ خوش ہو کر اُسے تقریروں کے لئے بلا تے ہیں اور عاشق رسول سمجھ کر خدمت کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ سن کر اس شخص نے اس مقرر سے کنارہ کشی کر لی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین کا در و نصیب فرمائے آمین۔

معلوم ہوا کہ عوام ایسے الزامات کی وجہ سے کسی سے بدگمان ہوں تو معذور (باقی اگلے صفحہ پر)

دربار میں مظلوم نانوتوی دعویٰ دائر کرے گا تو ہم اپنا کیا عذر پیش کریں گے؟ کیا یہ کہیں گے کہ حضرت کی کتاب مشکل تھی۔ کیا ”وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا“ کہ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رکھو“ کا یہی معنی ہے کہ ظالم کے ظلم پر خاموش رہیں اور مظلوم کے حق میں آواز بلند نہ کریں۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ آج سے تہیہ کر لیں کہ ہماری موجودگی میں کسی شخص کو حضرت نانوتویؒ پر ایسے الزام کی جرات نہ ہو۔ اگر کوئی شخص محمد بن الناس کا نام لے کر حضرت کو منکر ختم نبوت کہے تو اسے یہ کتاب ”حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت“ دو اور اسے کہو کہ اس ساری کتاب کا جواب دے ورنہ اپنی زبان بند رکھ۔

﴿پاک وہند پر حضرت نانوتویؒ کے اثرات﴾

مولانا محمد میاں منصور انصاری اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اصل مجرم وہ دنیا دار مطلب پرست ہے۔

فہج ترین کمائی:

اس عاجز کے نزدیک اگر کوئی شخص کفریہ عبارت بنا کر اہل حق علماء کے ذمہ لگا کر عوام سے داد و تحمین حاصل کرے [جیسے مرزائی حضرت شاہ ولی اللہؒ کو منکر ختم نبوت بتاتے ہیں] اُس کی کمائی ایک سرعام برائی کرانے والی فاحشہ سے زیادہ فہج ہے کیونکہ اُس فاحشہ نے بے شک برا کام کیا بہت برا کام کیا مگر نبی کریم ﷺ کو تو برائی سے یاد نہ کیا اُس کے برخلاف وہ شخص جو نبی کریم ﷺ کی گستاخی یا اسلام کے کسی عقیدہ کے انکار پر مشتمل کوئی عبارت بنائے پھر اس خود ساختہ گستاخی کو کسی ذمہ دار عالم دین کی طرف منسوب کر کے اُس کو گستاخ رسول بنا کر عوام سے داد و تحمین حاصل کرے لوگ اس شاتم رسول کو عاشق رسول سمجھ کر اس کی خدمت کریں، اس کی تعریفیں کریں اس کو تحائف پیش کریں اس کی دعوتیں کریں۔ دیکھیے تو سہمی کہ اس بے ایمان نے گستاخی بھی کی اور پیسہ بھی پایا۔ پھر اپنی جان محفوظ دوسرے کی جان خطرے میں۔ بتائیے کہ اس غبیث منافق کی کمائی کو اس فاحشہ سے زیادہ فہج کہا جائے یا نہ؟

آج ہندوستان [مراد ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش۔ راقم] میں اہل اسلام کا موجودہ عروج و وجود زیادہ تر مولانا مرحوم کی سیاست کا مرہون منت ہے ہندوستان میں حقیقی اسلامی روح کی محافظت اسلامی مدارس نے کی ہے اور اسلامی مدارس کا چندہ سے اجراء حضرت مولانا کی دور بین سیاسی (نورانی) دماغ کی ایجاد ہے..... چندہ کے اسلامی مدارس اور اُس کے تعلیم یافتہ اور اثرات ہندوستان میں نہ ہوتے تو اس حالت میں مسلمانان ہند کی کیا حالت ہوتی؟

آج ہندوستانی اخبارات علی گڑھ یا سرکاری تعلیم گاہوں کے فرزندوں کے ہاتھ میں ہیں مگر ان میں مذہبی روح کی پر زور روانی علی گڑھ یا سرکاری پیدا کی ہوئی نہیں ہے بلکہ (کوئی احساس کر سکے یا نہ) یہ دیوبندی اور قاسمی فرزند کی کا اثر ہے (بحوالہ قاسم العلوم ص ۷۶۱، ۷۶۲)

﴿حضرت نانوتویؒ کے علوم کی اہمیت اور استفادے کے طریقے﴾

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ حضرت نانوتویؒ کے خاص شاگرد اور ان کے جانشین تھے دارالعلوم دیوبند کے بڑے شیخ الحدیث تھے فرماتے ہیں:

”اب طالبان حقائق اور حامیان اسلام کی خدمت میں ہماری یہ درخواست ہے کہ تائید احکام اسلام اور مداخلت فلسفہ قدیمہ و جدیدہ کیلئے جو تدبیریں کی جاتی ہیں ان کو بجائے خود رکھ کر حضرت خاتم العلماء کے رسائل کے مطالعہ میں بھی کچھ وقت ضرور صرف فرمادیں اور پورے غور سے کام لیں اور انصاف سے دیکھیں کہ ضروریات موجودہ زمانہ حال کے لئے وہ سب تدابیر سے فائق اور مختصر اور بہتر اور مفید تر ہیں یا نہیں۔

اہل فہم خود اس کا تجربہ کچھ تو کر لیں میرا کچھ عرض کرنا اس وقت غالباً دعویٰ بلا دلیل سمجھ کر غیر معتبر ہوگا اس لئے زیادہ عرض کرنے سے معذور ہوں اہل فہم و علم خود موازنہ و تجربہ فرمانے میں کوشش کر کے فیصلہ کر لیں۔“ (حجۃ الاسلام ص ۳)

راقم الحروف حضرت شیخ الہندؒ کے فرمان کی تصدیق کیلئے دو باتیں ذکر کرتا ہے

- (۱) زمانہ طالب علمی میں حضرت کی کتاب انقصار الاسلام کے مطالعہ کا موقع ملا اس سے پتہ چلا کہ شریک باری تحت القدرة نہیں اور یہ اللہ کے قادر مطلق ہونے کے ہرگز خلاف نہیں۔ اس کے بعد ایک مثنوی طالب علم سے جو بڑا ذہین سمجھا جاتا تھا پوچھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے شریک کو پیدا کر سکتا ہے یا نہیں وہ کہنے لگا کر سکتا ہے لیکن کرے گا نہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اگر اس نے حضرت کی کتابوں کو دیکھا ہوتا یا اس کے اساتذہ نے یہ مضمون سمجھایا ہوتا تو اس غلطی سے بچ جاتا۔
- (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند سورج کے غروب ہو جانے سے ان کے اللہ نہ ہونے پر استدلال کیا اس مقام پر ایک اشکال ہے کہ چاند سورج غروب ہو گئے نظروں سے چھپ گئے اس لئے اللہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کو تو ہم زندگی بھر نہیں دیکھتے وہ الہ کیسے؟ اس کا جواب مباحثہ شاہجہانپور وغیرہ حضرت نانوتویؒ کی کتابوں سے سمجھ آتا ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جس کا فیض ہر وقت رہے سورج جب غروب ہو جاتا ہے اس کا فیض گرمی اور روشنی ہم سے ختم ہو جاتا ہے جبکہ اللہ کا فیض ہر وقت مخلوق پر رہتا ہے۔

﴿حضرت نانوتویؒ کی کتابوں سے استفادہ دشوار کیوں؟﴾

حضرت نانوتویؒ کی کتابوں کو داخل نصاب کرنے اور ان کی بہتر اشاعت کیلئے بہت سے علماء نے کوشش کی ہے کئی کتابیں تسہیل کے ساتھ شائع بھی ہوئی ہیں مگر مطلوبہ فائدہ حاصل نہ ہو سکا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ حضرت کی کتب میں منطق فلسفہ اصول فقہ جیسے دقیق فنون کی اصطلاحات کی کثرت ہوتی ہے اور اکثر طلبہ بلکہ علماء کو وہ اصطلاحات اجرانہ ہونے کی وجہ سے بھول چکی ہوتی ہیں اس لئے حضرت کی کتابوں کے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ اور عام طور پر یہ کہا گیا کہ منطق کی چھوٹی بڑی کتابوں کو اچھی طرح پڑھو تب حضرت کی کتابوں کو ہاتھ لگاؤ۔ دوسری طرف نصاب کو بدلنے کی تجویزیں دینے والے سب سے زیادہ انہیں فنون کی مخالفت کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے طلبہ کی استعداد روز بروز کمزور سے کمزور ہو رہی ہے۔

﴿حضرت کے علوم سے استفادہ کیلئے چند تجاویز﴾

[۱] حضرت کی کتابوں کی تفہیم [۲] اُن کی اعلیٰ اشاعت۔ حضرت شیخ الہند کا ارادہ تھا مگر دیگر اہم معروفیات کی وجہ سے ”حجۃ الاسلام“ کے بعد کسی اور کتاب پر کام نہ کر سکے (دیکھئے حجۃ الاسلام ص ۳، مقدمہ لمحیہ ص ۲) [۳] اُن کتابوں کی تدریس [۴] ان سے مختلف موضوعات منتخب کر کے الگ شائع کئے جائیں جیسے راقم نے ”ختم نبوت“ کے موضوع کو منتخب کر کے حضرت کی عبارات کو جمع کیا [۵] تخصص کے طلبہ سے حضرت کی تحقیقات کے بارے میں علمی مقالے لکھوائیں جائیں [۶] اس بندہ گناہ گار کے خیال میں حضرت کی کتب سے استفادے کا سب سے بہتر ذریعہ یہ ہے کہ داخل نصاب کتابوں کی شروح و حواشی میں حضرت کی کتب کے تمام مضامین کو باحوالہ ڈال دیا جائے [جیسے راقم نے اپنی کتب اساس المنطق ج ۱ ص ۸۳، ج ۲ ص ۱۸، ۲۸، ص ۱۹ تا ۱۹۲، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۳۱، ۲۳۸، ۲۶۸، ۲۷۱ تا ۲۸۲، ۲۸۹ تا ۲۹۲، ۳۶۹، ص ۳۶۹، میں تبصیر المنطق مع امثلہ جدیدہ ص ۲۳، ۷۱، ۸۰، رہنمائے تبصیر المنطق ص ۴۱، ۲۳۱، اسلامی عقائد ص ۵۱ تا ۵۵ اور عنایۃ النصوص ص ۶۳۳ تا ۶۳۹ میں حضرت کی کچھ عبارات کو رکھا ہے]۔ پڑھانے کے بعد وفاق کے امتحان میں اُن کے بارے میں سوالات دیئے جائیں۔

”تخذیر الناس“ کے مضامین کی بنیاد آیت کریمہ میں لَسِکِنْ کاپایا جاتا ہے۔ اس مضمون کو آسانی کے ساتھ مختلف علوم میں لایا جاسکتا ہے اصول فقہ میں لَسِکِنْ کی بحث میں، نحو میں حروف مشبہ بالفعل کے ضمن میں، منطق میں قیاس استثنائی کے اندر تفسیر پڑھاتے وقت سورۃ الاحزاب کی اس آیت کو سمجھاتے ہوئے۔ علم کلام اور علم مناظرہ میں مختلف موضوعات کے تحت۔ امتحان کے ذریعے طلبہ ایسی مشکل ایماحت یاد کرتے ہیں جن کا مدرسہ کی چار دیواری سے باہر کچھ فائدہ نظر نہیں آتا حضرت نانوتویؒ اور دیگر اکابر کی تحقیقات کی بابت امتحان میں پوچھا جائے تو طلبہ کیونکر یاد نہ کریں گے۔ وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ

فقط

بندہ محمد سیف الرحمن قاسم غفرَ اللہ ذنوبہ وسترَ عيوبہ
۸ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ ۷ دسمبر ۲۰۰۸ء بروز اتوار صبح دس بج کر تیس منٹ کو جرنوالہ

﴿سوالات﴾

- (۱) حدیث پاک ”اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ“ کا ترجمہ اور تشریح کریں (۲) سکول و کالج کی تعلیم اور دینی مدارس کی تعلیم کے اثرات میں کیا فرق ہے اور کیوں؟ (۳) حضرت نانوتویؒ کے علوم کو پھیلانے میں حضرات شیخین کی کچھ خدمات ذکر کریں (۴) اسلام میں عقیدہ ختم نبوت کا کیا مقام ہے، غیر مسلموں کے ہاں اس عقیدے کی شہرت کیسی ہے؟ (۵) تحریک ختم نبوت میں حضرت نانوتویؒ کا کیا کردار ہے؟ (۶) حضرت نانوتویؒ کو منکر ختم نبوت کہنا عقیدہ ختم نبوت کی خدمت ہے یا کیا ہے؟ مثال دے کر واضح کریں؟ (۷) مجاہدین ختم نبوت میں حضرت نانوتویؒ کا امتیاز ذکر کریں (۸) تحریک ختم نبوت کے مظلوم مجاہد کون ہیں؟ اور کس طرح؟ (۹) اس کو ثابت کریں کہ قادیانی کو دعویٰ نبوت کرتے ہوئے اپنے نام کی حیا بھی نہ آئی (۱۰) امام شافعیؒ کا نام محمد تھا ان کے مقلدین کو محمدی، اور امام احمدؒ کے ماننے والوں کو احمدی کیوں نہ کہا گیا؟ (۱۱) قادیانی کی کچھ ایسی باتیں بتائیں جن سے پتہ چلے کہ وہ نبی ﷺ کا متبع ہرگز نہ تھا (۱۲) حضرت نانوتویؒ کی شخصیت و کردار کے حوالے سے کچھ باتیں ذکر کریں (۱۳) حضرت نانوتویؒ اپنے علوم کو نبی ﷺ کی برکت سمجھتے تھے یا اپنا ذاتی کمال مانتے تھے؟ (۱۴) بہاولپور کے مقدمہ میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کیسے حاضر ہوئے؟ (۱۵) مقدمہ بہاولپور کا فیصلہ کیا ہوا، اور حضرت کشمیریؒ کی وصیت کو کیسے پورا کیا گیا؟ (۱۶) علامہ کشمیریؒ نے وفات سے پہلے قندہ قادیانیت کے بارے میں کیا فرمایا؟ (۱۷) تحفظ ختم نبوت کے بارے میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا کردار ذکر کریں (۱۸) درج ذیل شعر کس کا ہے نیز اس کا ترجمہ و تشریح ذکر کریں: قبوہ ہمدرد اسزدانور دارچینی ز نعت مصطفیٰ
- (۱۹) خالی جگہ پر کریں: ختم نبوت کا منکر کبھی..... کا دوست نہیں ہو سکتا۔ اللہ کا کوئی..... ہی اس عقیدے کا انکار کرے گا (۲۰) شان رسالت اور ختم نبوت کی بابت حضرت نانوتویؒ کی تحقیق ذکر کریں (۲۱) ختم نبوت کے اعلان سے نبی ﷺ کی سچائی کی دلیل دیں (۲۲) حضرت نانوتویؒ نے ختم نبوت پر کس زمانے میں کام کیا؟ (۲۳) خالی جگہ پر کریں: حضرت کی ان واضح..... کے آنے کے بعد ”تخذیر الناس“ کے..... لکھی گئی..... کا لہجہ سمجھی جائیں جس کو..... پر کوئی اعتراض کرنا ہو..... اس کتاب کا اور آیات ختم نبوت..... جواب دے پھر اس کی..... سرخ کرے (۲۴) مولانا نانوتویؒ کے حاشیہ بخاری سے ختم نبوت

کی کچھ تصریحات پیش کریں (۲۵) حاشیہ بخاری کی اس عبارت کی شرح کریں: قُلْتُ جُزْءُ النَّبُوَّةِ لَيْسَ بِمَبْنُوعٍ اِذْ جُزْءُ الشَّيْءِ غَيْرُهُ اَوْ لَا هُوَ وَلَا غَيْرُهُ فَلَا مَبْنُوعَ لَهُ (۲۶) ”اجوبہ رابعین“ کا تعارف اور اس سے ختم نبوت کی چند عباراتیں پیش کریں (۲۷) اجوبہ رابعین کی وہ عبارت پیش کریں جس سے ثابت ہو کہ حضرت کے نزدیک [خاتم النبیین = اعلیٰ نبی + آخری نبی] (۲۸) مکاتیب قاسم العلوم کی وہ عبارت ذکر کریں جس میں شیعہ کے عقیدہ امامت پر رد کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت کا اظہار ہو (۲۹) حضرت نے نبی کریم ﷺ کی روح پاک، دیگر انبیاء کی اور ارح اور ارواح امت کو مثال کے ساتھ کس طرح سمجھایا ہے؟ پھر وہ عبارت ذکر کریں جس میں حضرت نے نبی کریم ﷺ کے دعویٰ ختم نبوت کو متواتر بتایا (۳۰) ”فیوض قاسمیہ“ کا تعارف کروا کر اس سے ختم نبوت کی عبارت ذکر کریں (۳۱) کچھ ایسی عبارات ذکر کریں جن سے پتہ چلے کہ حضرت شان رسالت کے ساتھ ساتھ عقیدہ توحید کو بھی کھول کر بیان کرتے تھے (۳۲) ”تحفہ الحمیہ“ کا تعارف کرائیں اور عقیدہ ختم نبوت پیش کریں (۳۳) ”طائف قاسمیہ“ میں مناجات کے اشعار سے ثابت کریں کہ حضرت نے نبی کریم ﷺ کی زبانی مدح و ثناء نہیں کی بلکہ آپ کی پوری تعلیمات کو مانا ہے (۳۴) ”فتویٰ متعلقہ اجرت تعلیم“ سے ختم نبوت کی عبارت ذکر کریں (۳۵) ”حدیثہ الشیعہ“ کا تعارف کرائیں اور اس کی چند نادرا احاث ذکر کریں نیز یہ بتائیں کہ مولانا نانوتویؒ کے درس حدیث کی تقریر کیسی ہوتی تھی؟ (۳۶) قادیانی کی وہ عبارت ذکر کریں جس میں اس نے کہا: میری دجی میں امر بھی ہے اور نہی بھی، پھر حضرت نانوتویؒ کی عبارتوں سے اس پر رد کریں (۳۷) اس کو ثابت کریں کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے (۳۸) حضرت کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام کا دفاع ثابت کریں (۳۹) اہل سنت صحابہ اور اہل بیت دونوں سے محبت رکھتے ہیں اس بارے میں حضرت کی کچھ عبارات ذکر کریں (۴۰) اس عبارت کا مطلب لکھیں: ہم کو دونوں فریق بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں (۴۱) ”اسرار الطہارۃ“ کا تعارف پھر توحید اور ختم نبوت کی کچھ عبارات ذکر کریں (۴۲) عیسائیوں کو اسلام کے مسائل پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں کیوں؟ (۴۳) عقیدہ تثلیث و کفارہ پر تنقید لکھیں (۴۴) اس کو ثابت کریں کہ حضرت کو اسلام کے بارے میں پورا اثر و شرح صدر تھا (۴۵) شرک کی دو قسمیں کیسے ہیں نیز غیر اللہ کیلئے عقیدہ علم غیب شرک کیوں ہے؟ (۴۶) انبیاء کرام کی نیند ناقض وضو

کیوں نہیں؟ (۴۶) گرہن کی مثال سے نیند کے فرق کو کیسے سمجھایا؟ (۴۷) اس کو ثابت کریں کہ قادیانی کا دل جاگنے کی حالت میں بھی سویا رہتا تھا (۴۸) اسرار الطہارۃ سے ختم نبوت کا اثبات کریں اور حضرت نانوتویؒ کا امتیاز ذکر کریں (۴۹) پولس کون تھا اور عیسائیت پر اس کے کیا اثرات ہیں (۵۰) انکار ختم نبوت کے الزام کا حضرت کو جو رنج ہوا یہ ختم نبوت کو ماننے کی وجہ سے تھا یا انکار کی وجہ سے؟ (۵۱) خالی جگہ پر کریں: اب ختم نبوت پر..... کی اس قدر..... سامنے آئیں اس لئے مخالفین علی الاعلان اپنے پہلے قول سے..... کر لیں اور کہہ دیں کہ..... بچے مسلمان ہیں۔ (۵۲) کتاب آب حیات کا تعارف کرائیں اور اس کے مضامین کا خلاصہ ذکر کریں (۵۳) اس کو ثابت کریں کہ شریعت کے احکام ظل سے وابستہ ہیں نیز عام شخص کی نیند اور انبیاء کی نیند کا فرق اور حکمت بتائیں (۵۴) ”انبیاء کرام کے ترکہ میں وراثت کے احکام نہیں چلتے نیز ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں“ ان احکامات کی دلیل ذکر کریں نیز حضرت تھانویؒ کے نزدیک ان احکام کی علت کیا ہے؟ اور حضرت نانوتویؒ کی اس بارے میں کیا تحقیق ہے؟ (۵۵) اس کو ثابت کریں کہ عام آدمی کی نیند کے وقت اس کی روح کا اخراج ہوتا ہے اور انبیاء کی روح کا نیند میں اخراج نہیں ہوتا پھر اس سے موت کی کیفیت کے فرق پر استدلال کریں (۵۶) ”آب حیات“ سے شان رسالت اور ختم نبوت کی عبارات ذکر کریں نیز اس عبارت کو مدلل کریں ”ارواح امت میں اُس نبی کی روح کے آثار ہوتے ہیں“ (۵۷) ”جمال قاسمی“ کی عبارت سے عقیدہ ختم نبوت پر استدلال کریں (۵۸) ”تصفیۃ العقائد“ کا تعارف لکھیں اور یہ بتائیں کہ سرسید نے کہا تھا قرآن وحدیث کی کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ہونی چاہئے حضرت نے اس کا کیا جواب دیا؟ (۵۹) اثر ابن عباسؓ کیا ہے اس پر سرسید نے کیا اعتراض کیا تھا اور حضرتؒ نے اس کا کیا جواب ارشاد فرمایا (۶۰) سرسید نے حضرت کے بارے میں کیا تاثرات دیئے (۶۱) ”تقریر دلپذیر“ کی ایسی عبارت ذکر کریں جس سے نبی ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کا پتہ چلتا ہے (۶۲) کتاب حجۃ الاسلام کا تعارف لکھیں نیز بتائیں کہ شاہجہانپور کے مسلمانوں نے اسلام کی ترجمانی کیلئے حضرت کو دور سے بلایا جبکہ بریلی اس کے قریب تھا وہاں سے کسی کو کیوں نہ بلایا؟ (۶۳) حضرتؒ کے انداز میں درج ذیل امور کو ثابت کریں: ضرورت رسالت، عصمت انبیاء، آنحضرت ﷺ افضل الانبیاء ہیں، معجزات میں، اخلاق میں، علوم میں، آپ کی

پیشگوئیاں سب سے بڑھ کر ہیں، آپ خاتم النبیین ہیں (۶۳) تورات وانجیل کی پیشگوئیوں سے ختم نبوت کو ثابت کریں (۶۵) آنحضرت ﷺ کے معجزات کی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے معجزات پر فوقیت ثابت کریں (۶۶) اس عبارت کا مطلب لکھیں: ”اور اگر آفتاب کسی دوسرے کی تحریک سے متحرک ہے تو پھر اس کا سکون محرک کے ہاتھ میں ہوگا اور حضرت یوشع کی استدعا کو بظاہر آفتاب سے ہوگی پر حقیقت میں اسی محرک سے ہوگی“ (۶۷) رسول ﷺ کی صحبت کی کچھ برکات ذکر کریں (۶۸) آپ کے معجزات ثبوت میں تورات وانجیل پر فائق کیسے ہیں؟ (۶۹) تاریخ کی عام کتابوں میں معجزہ شق القمر کا ذکر کیوں نہیں ملتا؟ (۷۰) تاریخ فرشتہ سے معجزہ شق القمر کے بارے میں معلومات ذکر کریں (۷۱) میلہ خدا شناسی کا سبب انعقاد اور مختصر روئیداد لکھیں (۷۲) انبیاء کی ضرورت کیوں ہے اور جناب نبوت کیا ہے؟ (۷۳) اخلاق محمدی سے نبوت پر استدلال کیسے ہوتا ہے؟ (۷۴) اس کو ثابت کریں کہ حضرت نانوتویؒ کے علاوہ کوئی عالم ختم نبوت کی ایسی خدمت نہ کر سکا (۷۵) مباحثہ شاہجہانپور میں ہندوؤں نے کیا چالاکیاں کی اس میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟ (۷۶) ان مباحثوں کی اہمیت اور حضرت کا چیخ بالشفیٰ ذکر کریں (۷۷) مباحثہ میں دیئے گئے پانچ سوال ذکر کریں نیز یہ کہ حضرت نے ضمنی طور پر ختم نبوت کا اظہار کیسے کیا؟ (۷۸) حضرت کی تقریر کے آٹھ مضامین کون سے ہیں ان میں سے نبوت اور ختم نبوت کے بارے میں کون کون سے ہیں؟ (۷۹) نبوت کا مدار کاربتا کر نبی ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت کو ثابت کریں (۸۰) خدا کی صفت علم سے آپ کے مستفید ہونے سے ختم نبوت ثابت کریں (۸۱) مباحثہ کی کچھ ایسی عبارتیں لکھیں جن میں افضلیت اور خاتمیت دونوں کا ذکر ہو (۸۲) اسلام کے علاوہ مذاہب کی ان کے بانیوں کی طرف منسوب لغویات کی کیا حقیقت ہے؟ (۸۳) تنخ کے شبہ کا جواب لکھیں (۸۴) اسلام کی نمائندگی میں حضرت کا امتیاز اور فکر مندی ذکر کریں (۸۵) مباحثہ کا پانچواں سوال کیا تھا تینوں مذاہب کے نمائندوں نے اس کا کیا جواب دیا؟ (۸۶) اس کو ثابت کریں کہ حضرت عقیدہ ختم نبوت کی تبلیغ کے عاشق تھے (۸۷) اتباع محمدی کے لازم ہونے کی دلیل ذکر کریں (۸۸) محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت کی شہادت ذکر کریں (۸۹) اس کا کیا مطلب ہے کہ سچ عیسائی تو ہم محمدی ہیں (۹۰) اس کی کیا دلیل ہے کہ مسلمان آج بھی عیسائیوں سے بہتر ہیں (۹۱) کتاب انحصار

الاسلام کا سبب تالیف بالتفصیل تحریر کریں (۹۲) یہ بتائیں کہ شاہجہانپور کے میلوں میں اور ان کے بعد رڑکی میں پنڈت دیانند سرستی نے تحذیر الناس کی عبارت کی بابت کوئی بات کی؟ اگر نہیں تو کیوں؟ (۹۳) ”انصار الاسلام“ سے ختم نبوت کی کچھ عبارات ذکر کریں (۹۴) ”قبلہ نما“ کا سبب تالیف لکھیں (۹۵) حضرت نانوتوی آخر عمر میں رڑکی کیوں تشریف لے گئے اور اس کے کیا اثرات ہوئے (۹۶) حضرت نے رڑکی میں ختم نبوت پر بیان کیا یا نہیں نیز کیا کسی نے وہاں حضرت کو منکر ختم نبوت کہا؟ (۹۷) ختم نبوت کی نئی دلیلیں ذکر کریں اور یہ ثابت کریں کہ حضور ﷺ کی دعوت کی ابتدا میں ختم نبوت کا عقیدہ شامل تھا (۹۸) قبلہ نما سے تو حیدر رسالت پر مشتمل عبارت ذکر کریں پھر مکمل شہادت سے ختم نبوت پر استدلال کریں (۹۹) ثابت کریں کہ ہمارے افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے (۱۰۰) قبلہ نما سے ایسی عبارات ذکر کریں جن میں حضرت نے نبی ﷺ کی خاتمیت کا ذکر کیا ہے (۱۰۱) ثابت کریں کہ اگر کوئی شخص خدا نخواستہ اسلام سے پھر جائے تو دیگر انبیاء پر بھی اس کا ایمان ختم ہو جائے گا (۱۰۲) کمالات علمی و عملی میں نبی ﷺ کی فوقیت ذکر کریں (۱۰۳) قرآن پاک کے بے مثال ہونے سے ختم نبوت پر استدلال کریں (۱۰۴) حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے معجزات پر نبی کریم ﷺ کے معجزات کی فوقیت ثابت کریں (۱۰۵) دینی مدارس کے نصاب کی تخفیف کے بارے میں کچھ سطریں پرز و قلم کریں (۱۰۶) حضرت نانوتویؒ نے پیشوایان ہندو کے معجزات کو کیوں ذکر نہ کیا اور اس سے ہمیں کیا سبق ملا (۱۰۷) معجزہ شق القمر کی فوقیت ذکر کریں (۱۰۸) خرق عادت کی تعریف اور معجزہ و کرامت کی حقیقت بیان کریں (۱۰۹) معجزہ شق القمر کتب تاریخ میں درج نہ ہونے کا حضرتؒ نے کیا جواب دیا؟ (۱۱۰) استقبال کعبہ سے افضلیت و خاتمیت پر استدلال حضرتؒ کے انداز میں ذکر کریں (۱۱۱) اعلیٰ نبی کو آخر میں لانے کی وجہ اور فتح کے شبہ کا جواب ذکر کریں (۱۱۲) اوصاف کی دو قسمیں کر کے ختم نبوت کو ثابت کریں (۱۱۳) نبی ﷺ کی محبوبیت، مطلوبیت اور خاتمیت پر استدلال کریں (۱۱۴) حضرت نے نبی ﷺ اور صدیق اکبر کی عظمت کے بارے میں کیا لکھا؟ (۱۱۵) ”قبلہ نما“ سے ثابت کریں کہ حضرت کو عقیدہ ختم نبوت سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا (۱۱۶) اس کو ثابت کریں کہ حضرت نانوتویؒ جیسا عقیدہ ختم نبوت کا مبلغ کوئی نہیں گزرا (۱۱۷) حضرت کی اس عبارت کی شرح کریں ”حضرت محمد عربی ﷺ اور سوا

اُن کے اور اکابر میں اگر فرق ہے تو ایسا ہے جیسے محبوب شاہی اور خدام بادشاہی میں ہوا کرتا ہے۔“

(۱۱۸) ”قبلہ نما“ کے آخر سے نیز اس کے متروکہ اوراق سے ختم نبوت کو ثابت کریں (۱۱۹) اثر ابن عباسؓ کیا ہے اس پر کیا اعتراض ہے حضرت نے اس کا کیا جواب دیا؟ (۱۲۰) احمد سعید کاظمی صاحب کی وہ عبارت پیش کریں جس میں انہوں نے لکھا کہ حضرت نالوتویؑ نے نبی کریم ﷺ کو آخری نبی مانا ہے اور آپ کے بعد مدعی نبوت کی تکفیر کی ہے (۱۲۱) ”تخذیر الناس“ سے ثابت کریں کہ رسول ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں (۱۲۲) تحذیر ص ۲۸، ص ۱۴ کی پوری عبارتیں کس طرح ہیں ان کا مطلب کیا ہے اور مخالفین ان میں کس طرح دھاندلی کرتے ہیں نیز ان عبارتوں پر گفتگو کا کیا طریقہ ہے؟ (۱۲۳) ”تخذیر الناس“ کی مرکزی عبارت اور اس کی توضیح ذکر کریں (۱۲۴) کچھ علماء کے نام اور ان کی عبارتیں پیش کریں جن میں نبی ﷺ کو نبی الانبیاء کہا ہو (۱۲۵) بریلوی مکتب فکر کے ذمہ دار علماء کی عبارتیں لکھ کر بتائیں کہ انہوں نے ”تخذیر الناس“ کی موافقت کیسے کی ہے؟ (۱۲۶) آنحضرت ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے کے دلائل پیش کریں (۱۲۷) ”تخذیر الناس“ کے مرتبے کو مثال دے کر واضح کریں نیز تحذیر کے شروع کی عبارت مکمل ذکر کریں، نیز اس کی شرح اور اس پر گفتگو کا طریقہ لکھیں (۱۲۸) حضرت کی تین عبارتیں پیش کریں جن میں آنحضرت ﷺ کو نبی الانبیاء کہا ہے (۱۲۹) حضرت کی اس عبارت کا مطلب مثالوں کے ساتھ واضح کریں: ”موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے“ (۱۳۰) خاتمیہ رتبی کیا ہے اور حضرت نے اس کو کس کس انداز سے ذکر کیا ہے؟ (۱۳۱) ”مناظرہ عجیبہ“ کا تعارف اور اس سے چند عبارتیں ختم نبوت اور شان رسالت کی ذکر کریں پھر تنقید بشریت کی علمی تحقیق لکھیں (۱۳۲) اثر ابن عباسؓ کے بارے میں مقررین اور منکرین کس قلمی میں تھے اور حضرت نے اس کی اصلاح کیسے کی؟ (۱۳۳) ثابت کریں کہ حضرت نالوتوی قلعید میں اعتدال رکھتے تھے غلو کے قائل نہ تھے (۱۳۴) کوئی اپنا نام اہل حدیث رکھ کر ہمیں انکار حدیث کا طعن دے تو ہم کیا جواب دیں؟ (۱۳۵) مناظرہ عجیبہ کی کچھ عبارتیں ذکر کریں جن سے پتہ چلے کہ خاتم النبیین کا معنی حضرت کے نزدیک آخری نبی ہے (۱۳۶) ”کنوہ النبواس“ کا تعارف کرائیں نیز بتائیں کہ حضرت کا اپنے مخالفین کے بارے میں کیا رویہ تھا؟ اور اس کا اثر کیا ہوا؟ (۱۳۷) حضرت کی کوئی ایسی عبارت لکھیں جس میں ختم نبوت کے منکر کو کافر کہا ہو

(۱۳۸) حضرت کی اس عبارت کی شرح کریں:

ہم رسول اللہ ﷺ کیلئے مثل خاتمیت زمانی خاتمیت مرتبی کے بھی اسی لفظ خاتم النبیین کی دلالت کے باعث قائل ہیں

(۱۳۹) حضرت کی اس عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

خاتمیت زمانی محمدی ﷺ بطور صاحب تہذیر انبیاء کی نسبت خاص نہ ہوگی
انبیاء ماتحت کے بھی آپ خاتم زمانی ہوں گے جس سے اوروں کا تقدم زمانی لازم آئے گا۔

(۱۴۰) آیہ خاتم النبیین سے دو طرح خاتمیت زمانی ثابت کریں دلالت مطابقی سے دلالت التزامی سے
(۱۴۱) قصائد قاسمی کا تعارف کرائیں نیز توسل کے اشعار سے ختم نبوت کو ثابت کریں (۱۴۲) مرزائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان میں مانا جائے تو ان کا نبی ﷺ سے افضل ہونا لازم آتا ہے قصائد قاسمی سے اس کا جواب ذکر کریں (۱۴۳) اس مصرعہ کا مطلب تحریر کریں:

تو اس سے کہہ اگر اللہ سے کچھ لیا چاہے

(۱۴۴) اس کا کیا مطلب ہے کہ اگر نبی ﷺ نہ ہوتے تو اللہ کائنات کو نہ بناتا (۱۴۵) درج ذیل اشعار کا مطلب لکھیں: جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں تیرے کمال نہیں کسی میں مگر دو چار
بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال بغیر بندگی کیا ہے؟ لگے جو تجھ کو عار
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

(۱۴۶) مدینہ منورہ کی محبت میں حضرت نانوتویؒ کے کچھ اشعار ذکر کریں (۱۴۷) رسالہ اسرار قرآنی کا تعارف کرائیں (۱۴۸) نیز حضرت کی تفسیر کی روشنی میں قرآن پاک کی پہلی سورت اور آخری دو سورتوں سے عقیدہ ختم نبوت پر استدلال پیش کریں (۱۴۹) حضرت نانوتویؒ کی مقبولیت کا راز بتائیں (۱۵۰) حضرت کے متنبہین کی عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے کچھ خدمات ذکر کریں (۱۵۱) حضرت نانوتویؒ کی کتب سے استفادے کے لئے کچھ مفید مشورے ذکر کریں۔

﴿اجمالی فہرست﴾

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۷۰	☆ حدیہ الشیعہ	۹	انتساب
۸۱	☆ اسرار الطہارۃ	۱۱	پیش لفظ:
۱۰۰	☆ آب حیات	☆ حضرت نانوتویؒ کی	
۱۱۳	☆ جمال قاسمی	۲۰	شخصیت اور دینی کردار
۱۱۶	☆ تصفیۃ العقائد	۲۷	علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی خدمات
۱۳۰	☆ تقریر دلپذیر	۲۹	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا کردار
۱۳۳	☆ حجت الاسلام		باب اول:
۱۶۷	☆ میلہ خدا شناسی		خلاصہ تحقیق نانوتویؒ در شان
۱۷۶	☆ مباحث شاہجہانپور	۳۱	رسالت و ختم نبوت
۲۱۰	☆ انتصار الاسلام		باب دوم:
۲۲۲	☆ قبلہ نما		وہ تحریرات جن سے عبارات لی
۲۷۳	☆ تحذیر الناس	۳۶	گئیں
۳۱۵	☆ مناظرہ عجیبہ	۳۷	☆ حاشیہ صحیح بخاری
۳۲۹	☆ تنویر النبواص	۴۲	☆ اجوبہ اربعین
۳۳۸	☆ قصائد قاسمی	۴۶	☆ قاسم العلوم
۳۵۶	☆ اسرار قرآنی	۵۳	☆ فیوض قاسمیہ
۳۶۱	☆ نتائج الجمع	۵۸	☆ تحفہ لمحیہ
۳۶۱	☆ کلمات الاعتقادم	۶۱	☆ لطائف قاسمیہ
۳۶۳	☆ اہل اسلام سے درمندا مذاہل	۶۷	☆ فتاویٰ متعلقہ اجرت تعلیم

﴿ تفصیلی فہرست ﴾

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۲۹	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا کردار	۳	اعظماءِ مسرت از امام اہل سنت مدظلہ
۳۰	جمہ و نعت کا تلازم	۵	تقریظات
	باب اول:	۹	انتساب
	خلاصہ تحقیق نانوتویؒ در شان رسالت	۱۱	پیش لفظ
۳۱	و ختم نبوت		عقیدہ ختم نبوت غیر مسلموں کی
۳۱	نبوت کا تفوق	۱۱	نظر میں
۳۲	معجزات میں تفوق	۱۲	قادیانیوں کی حماقت
۳۲	محل و ہم میں اعلیٰ و افضل ہونا	۱۳	مرزائیوں کا بانی دارالعلوم پر الزام
۳۳	اخلاق میں بلندی		تحریک تحفظ ختم نبوت میں
۳۵	پیشینگوئیوں میں سب سے بڑھ کر	۱۴	حضرت نانوتویؒ کا کردار
	باب دوم:	۱۵	بانی تحریک تحفظ ختم نبوت
۳۶	عبارات ختم نبوت کے بارے میں	۱۵	تحریک ختم نبوت کا مظلوم مجاہد
۳۷	☆ حاشیہ صحیح بخاری	۱۶	چند علمی نکات:
۳۸	حضرت کے حاشیہ کی مقدار	۱۵	احمدی نام پر تبصرہ
۳۹	حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا		حضرت نانوتویؒ کی شخصیت
۴۰	دجال اکبر اور دوسرے جموئے نبیوں کا فرق	۲۰	اور ان کی دینی خدمات
۴۰	نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر	۲۳	حضرت کی کتب کو سمجھنے کا طریقہ
۴۲	☆ اجوبہ اربعین	۲۶	آپ کے مسلک کے چار اصول
۴۳	شان رسالت اور ختم نبوت کا ذکر	۲۷	علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی خدمات
۴۳	روح محمدی ﷺ پر سلسلہ نبوت کا اختتام	۲۷	دفاع ختم نبوت کی تڑپ

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۷۱	اس کتاب کی اہمیت	۴۵	ختم نبوت کی عقلی دلیل
۷۲	مولانا کی اصول حدیث پر گہری نظر	۴۵	خاتم النبیین = اعلیٰ نبی + آخری نبی
۷۲	قول امام کو حدیث کے مطابق کرتے	۴۶	☆ قاسم العلوم مع ترجمہ انوار النجوم
۷۳	حضرت کی عبارت سے رو قادیانیت	۴۸	قرآن کے وجود سے ختم نبوت
۷۴	حلال یا حرام کرنا صرف اللہ کا کام ہے		آپ کی روح پاک ارواح انبیاء
۷۵	شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر	۴۹	اور ارواح امت کے مابین فرق
۷۵	عظمت خلافت راشدہ	۵۰	شیعہ کا رد اور اثبات ختم نبوت
۷۵	علم غیب خاصہ خداوندی ہے	۵۱	نبی کریم ﷺ کے علوم کی وسعت
۷۷	حضرت حسینؑ کی تعریف	۵۲	عقیدہ ختم نبوت کا توازن
۷۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دفاع	۵۴	☆ فیوض قاسمیہ
۷۸	حب صحابہ و اہل بیت کا اظہار	۵۶	عقیدہ علم غیب اور حاضر ناظر
	حق جماعت کے چار اصول: اللہ کی محبت	۵۷	توحید و شان رسالت ساتھ ساتھ
۷۹	نبی علیہ السلام کی محبت قرآن اور حدیث	۵۸	☆ تحفہ لمحیہ
۷۹	عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ کا ذکر	۶۰	نبی ﷺ سب سے افضل ہیں
۸۱	☆ اسرار الطہارۃ	۶۱	☆ لطائف قاسمیہ
۸۳	احکام خداوندی کی علت مت پوچھو	۶۲	دنیا کی ہوس کا علاج
۸۵	عیسائیت پر تنقید	۶۳	مناجات کے اشعار سے دلیل
۸۶	حضرت کا اسلام پر شرح صدر	۶۵	کتبہ ہمہ
۸۶	علوم شرعیہ کی اہمیت	۶۷	☆ فتویٰ متعلقہ اجرت تعلیم
	غیر اللہ کیلئے علم غیب کا	۶۹	حضور ﷺ اعلیٰ اور آخری نبی
۸۷	عقیدہ دو وجہ سے شرک	۷۰	☆ حدیث یہ عقیدہ

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۱۰۵	حضرت تھانویؒ کا ارشاد	۸۹	ہم ہر دم اللہ کے محتاج ہیں
	اس کی علت حضرت نانوتویؒ	۸۹	نیند سے وضو کیوں جاتا ہے؟
۱۰۶	کی نظر میں	۹۰	نوم انبیاء ناقض وضو کیوں نہیں؟
	حضرت نانوتویؒ کی تحقیق	۹۲	نیند کا فرق کی بہترین مثال
۱۰۷	کے شواہد	۹۳	آنحضرت ﷺ اعلیٰ و آخری نبی
۱۰۹	عبارات آب حیات	۹۳	انجیل سے ختم نبوت پر استدلال
۱۱۰	رسول اللہ ﷺ نبی الانبیاء ہیں	۹۵	پولس حواریتین سے نہیں
۱۱۱	ختم نبوت کا اعلان	۹۷	ختم نبوت کی عقلی دلیل
۱۱۳	☆ جمال قاسمی :	۹۸	مخالفین کا رد نہ کرنا بوجہ لگرا آخرت
۱۱۵	عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ کا بیان		مخالفین رجوع کریں
۱۱۶	☆ تصفیۃ العقائد :	۹۹	ورنہ حساب کیلئے تیار رہیں
۱۱۸	عقل کو نصوص کے تابع کرو	۱۰۰	☆ آب حیات
۱۲۰	فقہاء و محدثین کا احترام	۱۰۱	موضوع کتاب حیاۃ النبی ﷺ
۱۲۲	احکام ظنیہ بھی دین ہیں	۱۰۱	کتاب کے مضامین کا خلاصہ
۱۲۳	اثر ابن عباسؓ پر سرسید کے اشکالات	۱۰۲	احکام شرع عقل سے وابستہ ہیں
	دین اسلام ناسخ الادیان		انبیاء کرام علیہم السلام کی نیند
۱۲۴	اور آخر الادیان ہے	۱۰۳	ناقض وضو نہ ہونے کے دلائل
۱۲۶	حضرت نانوتویؒ سرسید کی نظر میں	۱۰۴	نیند کے فرق کی حکمت کیا؟
۱۳۰	☆ تقریر دلپذیر :		انبیاء کے ترکہ کے وراثت
۱۳۲	آپ کی نبوت سورج کی طرح ہے	۱۰۵	نہ بننے کی دلیل
۱۳۳	☆ حجۃ الاسلام :	۱۰۴	آپ ہر وقت اسوۂ حسنہ تھے

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۱۵۳	معجزات عملیہ میں افعلیت	۱۳۳	خطبہ یقلم حضرت شیخ الہندؒ
۱۵۵	انشقاق قمر کا بیان	۱۳۶	حضرت کے رسائل کی انفرادیت
۱۵۸	صبغہ امر منی کیلئے	۱۳۷	ضرورت رسالت
۱۵۹	محبت رسول اللہ ﷺ کے اثرات	۱۳۸	عصمت انبیاء
۱۶۱	معجزات کا ثبوت قطعی ہے	۱۳۹	تمام انبیاء پر ایمان واجب
۱۶۳	تاریخ فرشتہ اور معجزہ شمس قمر	۱۳۹	آنحضرت ﷺ افضل الانبیاء
۱۶۷	☆ میلہ خدا شناسی:	۱۴۰	معجزات میں افعلیت
۱۶۸	حضرت نانوتویؒ کو شرکت کی دعوت	۱۴۱	پیشگوئیوں میں سب سے آگے
۱۶۹	اہل اسلام کا غلبہ	۱۴۲	آپ خاتم النبیین
۱۷۱	شفاعت انبیاء کا ثبوت	۱۴۲	اخلاق میں اعلیٰ
۱۷۳	نبوت محمدیؐ پر استدلال	۱۴۳	اعجاز قرآنی کا بیان
۱۷۵	اسلام کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا	۱۴۳	قرآن کی بلاغت ہر کوئی سمجھے
۱۷۶	☆ مباحثہ شاہجہانپور:	۱۴۴	رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں
۱۷۷	اس مباحثے کا سبب		تمام اہل مذاہب پر آنحضرت
۱۷۸	ان مباحثوں کی اہمیت ایک اور نظر سے	۱۴۵	ﷺ کی اتباع ضروری ہے
۱۷۹	حضرت نانوتویؒ کا عام چیلنج		آنحضرت ﷺ کے متعلق عیسیٰ
۱۸۰	سب مذاہب میں ختم نبوت کا اعلان	۱۴۵	علیہ السلام کی پیشین گوئی
۱۸۲	مدار کار نبوت کی تحقیق		عیسائیت کے بارے میں
۱۸۳	حضور ﷺ کی نبوت کی دلیل	۱۴۷	چند نکتے کی باتیں [حاشیہ]
۱۸۴	سب کے سردار و افضل اور آخری نبی		تورات کی پیشگوئیاں
۱۸۷	خاتمیت محمدیؐ پر استدلال	۱۴۹	آنحضرت ﷺ کی بابت

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۲۲۰	قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں	۱۸۸	معجزات میں افضلیت کا ثبوت
۲۲۲	☆ قبلہ نما:	۱۹۲	قرآن وحدیث صحیح الاسناد ہیں
۲۲۳	خطبہ حضرت نانوتوی	۱۹۲	دیگر مذاہب کی اصل حقیقت
۲۲۳	پنڈت دیانند کی گفتگو سے پہلو جی	۱۹۳	نجات صرف دین محمدی میں
۲۲۵	دلائل ختم نبوت		اسلام کی جماعت کی کرنے
۲۲۶	حضرت نانوتویؒ کا خلوص	۱۹۶	میں حضرت نانوتویؒ کا امتیاز
۲۲۶	دعوت کی ابتدا عقیدہ ختم نبوت	۱۹۷	حضرت کا انتہائی انکسار
۲۲۷	خطبہ میں عقیدہ ختم نبوت	۲۰۱	ضرورت نبوت کی دلیل
۲۲۷	عقیدہ توحید کا برملا اظہار		نجات کیلئے آنحضرت ﷺ کی
۲۲۸	کلمہ طیبہ سے ختم نبوت	۲۰۲	اجتماع کے لازم ہونے کی دلیل
۲۲۹	بیدار قرآن کا تقابل	۲۰۳	محمد ﷺ کی ختم نبوت پر شہادت
۲۳۰	خاتمیت زمانی و خاتمیت ربی کا ذکر	۲۰۶	عاقلانہ فرنگ کو غور و فکر کی دعوت
۲۳۳	عظمت صحابہ کرام کا بیان		مسلمان آج بھی عیسائیوں
۲۳۳	حضور ﷺ سب کمالات میں کامل و اکمل	۲۰۸	سے اچھے ہیں
۲۳۵	خاتم الانبیاء، سردار اولیاء ﷺ	۲۰۹	حضرت کی تقریر کے اہم نکات
۲۳۶	قرآن کے بمثال ہونے سے ختم نبوت	۲۱۰	☆ انتصار الاسلام:
۲۳۶	معجزات عملی میں یکساں ہونا	۲۱۱	تمہید از مولانا فخر الحسن گنگوہی
۲۳۲	کتب ہنود سے معجزات ذکر نہ کرنے کی وجہ	۲۱۳	حضرتؐ کا بیماری میں لکنا
۲۳۲	قادیا نیت کا رد کرنے والوں کیلئے لمحہ فکریہ	۲۱۴	پنڈت دیانند کا مقابلے سے فرار
۲۳۵	خرق عادت کی حقیقت	۲۱۸	اعلان ختم نبوت میں انفرادیت
۲۳۵	صحت روایت میں اسلام کی فوقیت	۲۱۸	عہد کامل سید الکونین و خاتم النبین

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
	دلیل اس کی کہ ان عبارتوں میں	۲۳۹	خانہ کعبہ سے ختم نبوت پر دلیل
۲۸۰	خاتمیت بمعنی افضلیت ہی ہے	۲۵۰	خاتمیت کی عقلی وجہ
۲۸۳	شان رسالت پر جامع مختصر عبارت	۲۵۱	اعلیٰ نبی کو آخر میں لانے کی وجہ
۲۸۴	اس عبارت کی وضاحت	۲۵۲	خاتمیت کی اور دلیلیں
۲۸۵	نبی الانبیاء کا ثبوت [آب حیات سے]		خاتم الانبیاء ﷺ کا کمالات علمی و
۲۸۵	نبی الانبیاء کا ثبوت اور علماء سے	۲۵۸	کمالات عملی میں کامل و اکمل ہونا
۲۸۷	شفیع مطلق ﷺ		حضرت خاتم الانبیاء ﷺ
۲۸۷	تمام انبیاء کے اوصاف سے موصوف	۲۶۰	مرتبہ محبوبیت کے مطلوب
۲۸۷	آپ کبھی کسی نبی کے امتی نہ ہوئے	۲۶۲	آفرین امت محمدی ﷺ کو
۲۸۸	آپ عالم ارواح میں بھی نبی تھے	۲۶۳	فتح مکہ کی عظمت
۲۹۰	بریلوی مکتب فکر کے علماء کی تائیدات	۲۶۵	اعلان مغفرت محبت کا تقاضا
۲۹۰	عبارات مولانا احمد رضا خان بریلوی	۲۶۵	اعلان مغفرت شفاعت کا سبب
۲۹۲	عبارات مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی	۲۶۷	حقیقہ ختم نبوت کے منفرد مبلغ
	آنحضرت ﷺ کے نبی الانبیاء	۲۷۱	توسل سے ختم نبوت پر دلیل
۲۹۳	ہونے کے دلائل		کتاب ”قبلہ ما“ کے مترادف
۲۹۶	واقعہ معراج سے نبی الانبیاء کا ثبوت	۲۷۲	اوراق میں ذکر خاتمیت
۲۹۶	حیۃ الانبیاء علیہم السلام سے دلیل	۲۷۳	☆ تحذیر الناس:
۲۹۸	شفاعت و شہادت کی نصوص سے دلیل	۲۷۴	سبب تالیف
۲۹۸	حضرت شاہ ولی اللہ سے دلیل	۲۷۸	ختم نبوت مرتبی و زمانی کا حلازم
۳۰۰	”تحذیر الناس“ کی مثال	۲۷۹	ص ۱۴ میں ۲۸ کی عبارتوں کا حل
۳۰۰	ایک اور اہم عبارت کا پورا متن	۲۷۹	پوری عبارتیں کس طرح ہیں

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۳۳۳	ختم نبوت رتبی وزمانی کا تلازم	۳۰۳	اس عبارت کی شرح
۳۳۵	خاتمیت کے منکر تو مخالفین تحذیر ہیں	۳۰۸	موصوف بالذات پر قصہ ختم کیسے؟
۳۳۷	مخالفین تحذیر فہم سے کام نہیں لیتے	۳۱۳	اس عبارت پر گفتگو کا طریقہ
۳۳۸	☆ قصائد قاسمی:	۳۱۵	☆ مناظرہ عجیبہ
۳۳۹	تعارف قصائد قاسمی	۳۱۷	خاتمیت زمانی سب کے ہاں مسلم
۳۴۰	توسل کے اشعار سے دلیل	۳۱۸	عقیدہ بشریت کی تحقیق
۳۴۱	ابیات قصیدہ بہار یہ	۳۱۹	منکرین حدیث کا رد
۳۴۱	روضہ مبارکہ کی وجہ سے زمین افضل	۳۲۰	محدثین کا احترام
۳۴۱	کائنات کا اختیار صرف اللہ کے پاس	۳۲۱	تقلید میں غلو کرنیوالوں کی اصلاح
۳۴۲	مرزائیوں کے اعتراض کا جواب		قیاس حدیث ضعیف سے
	اس مصرعہ کا صحیح مطلب:	۳۲۲	بڑھ کر کس معنی میں؟
۳۴۲	تو اُس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار	۳۲۳	ہم اہل قرآن وحدیث ہیں
۳۴۳	عرض اعمال کا ذکر	۳۲۳	غیر مقلدین کی تردید کیسے ہو؟
۳۴۳	دعاء صرف اللہ سے	۳۲۳	جمہور کی موافقت
۳۴۳	"لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَوَّلَآءَ" کا معنی	۳۲۳	خاتمیت زمانی دین و ایمان
۳۴۳	نور خدا ہونے کا معنی	۳۲۶	خاتم بمعنی آخر و متاخر
۳۴۵	جبریل کی تائید کی تمنا	۳۲۹	☆ تنویر النیر اس علی من اگر تحذیر الناس
۳۴۵	غائب کو مخاطب کرنے کی توجیہ	۳۳۲	حضرت کا صبر و تحمل
۳۴۶	آپ سب سے بڑے کامل اہل ان		احمد حسن امروہی اور محمد احسن امروہی
	اس مصرعہ کا صحیح مفہوم	۳۳۲	میں فرق (حاشیہ)
۳۴۸	بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال	۳۳۳	ختم نبوت کا منکر کافر

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۳۶۱	نتائج البحث:		انبیاء کرام علیہم السلام کی موجودگی
۳۶۱	حضرت کا مباحثوں میں انداز	۳۳۹	میں آپ ﷺ کے فضائل کا ذکر
۳۶۱	کلمات الاختتام	۳۳۹	نبی الانبیاء ہونے کا ذکر
۳۶۱	حضرت نانوتویؒ کی مقبولیت کا راز	۳۵۰	روحانی کمالات میں سب سے اوپر
۳۶۱	فرقہ واریت سے پاک مسلک	۳۵۱	چاند سے زیادہ حسین
۳۶۲	حضرتؒ کے متفہمین کی خدمات	۳۵۲	مدینہ منورہ حاضری کی تڑپ
۳۶۲	ختم نبوت کے نئے دلائل	۳۵۳	عشق مدینہ کے اشعار
۳۶۳	اہل اسلام سے درد مند اناہیل		نبی کریم ﷺ کی محبت میں مولانا
۳۶۳	قیح ترین کمائی [حاشیہ]	۳۵۴	عبد المالک صدیقیؒ کے اشعار
۳۶۳	پاک وہند پر حضرتؒ کے اثرات	۳۵۶	☆ اسرار قرآنی
	علوم قاسمیہ سے استفادے	۳۵۷	اس تحریر کی علمی منزلت
۳۶۵	کے طریقے	۳۵۸	سورۃ فاتحہ سے ختم نبوت [حاشیہ]
۳۶۷	اس بارے میں چند تجاویز	۳۵۹	حضرتؒ کی تفسیر معوذتین کا خلاصہ
۳۶۸	سوالات	۳۶۰	معوذتین سے ختم نبوت پر استدلال

تقریظ محقق اہل السنۃ حضرت مولانا حافظ مہر محمد صاحب دامت برکاتہم

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

ادارہ معارف اسلامیہ اکادمی لکھنؤ منڈی میں دورہ تفسیر کے طلبہ کو ”دفاع صحابہ کرام اور تائید اہل سنت“ کا مضمون پڑھانے کیلئے سنہ ۱۴۲۸ھ شعبان میں راقم آثم کو بھی آنا ہوا۔ محقق عالم دین عزیزم مولانا سیف الرحمن قاسم مدظلہ تفسیر قرآن کے پہلے ۹ پارے پڑھانے کیلئے تشریف روزانہ لاتے تھے مجھے انہوں نے تین کتابیں برائے تقریظ دیں.....

گلدستہ ختم نبوت [یعنی شواہد ختم النبوة من سيرة صاحب النبوة ﷺ]۔ راقم [مرتبہ مولانا محمد سیف الرحمن قاسم کا مطالعہ نصیب ہوا۔ مولانا علوم اسلامیہ کی تحقیق و تفتیش میں نظر کی گہرائی سے عجیب اسرار و نکات استنباط کر کے لاتے ہیں یہ غموض و تعق ہر عالم دین کو نصیب نہیں ہوتا انہوں نے وضو نماز سے لے کر سیرت کے اعمال غزوات، حج و عمرہ، نظام خلافت اور قبر میں کلمہ شہادت تک سے حضور علیہ السلام کی ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی کی ضلالت ثابت کی ہے۔ استدلال کا انداز دلچسپ ہے اور عاشقان رسول ﷺ کیلئے غیر مترقبہ نعمت ہے اللہ اسے قبول فرمائے اور ہر مسلمان کو خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت منظور فرمائے۔

محررۃ

(محقق اہلسنت) حافظ مہر محمد میاں نوالوی

فاضل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ و متخصص فی علوم الحدیث بنوری ٹاؤن کراچی

حالا مدیر جامعہ قرآن و سنت بمقام بن حافظ جی ضلع میاںوالی

۲۱ شعبان ۱۴۲۸ھ ۲۴ ستمبر ۲۰۰۷ء یوم المکرمات

مجاہدین ختم نبوت میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے امتیازات

☆ ہندوؤں اور عیسائیوں کیساتھ مباحثوں کے دوران آپ نے ختم نبوت کو ایسا ثابت کیا کہ اُن کافروں کو رد کرنے کی ہمت نہ ہوئی ☆ پنڈت دیانند سرسوتی کے جواب میں حضرت نے بار بار آنحضرت ﷺ کے آخری اور اعلیٰ نبی ہونے کو ثابت کیا ☆ کتاب قبلہ نما میں استقبال کعبہ سے ختم نبوت کو ثابت کیا استقبال قبلہ کا حکم تو سبھی بتاتے ہیں مگر اس سے ختم نبوت پر استدلال خاص حضرت نانوتوی کا حصہ ہے ☆ عیسائیوں نے اعتراض کیا کہ نیند سے وضو کیوں ٹوٹتا ہے؟ حضرت اس کے جواب کے ضمن میں آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کو بھی بیان کرتے گئے، نیند سے وضو کا ٹوٹنا تو سب فقہاء لکھتے ہیں مگر اس سے ختم نبوت کو ثابت کرنا صرف حضرت نانوتوی کا کمال ہے ☆ حضرت ابن عباسؓ کے ایک اثر کی بابت سوال ہوا حضرت نے جواب کے ضمن میں نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کو بیان کیا، اور ساتھ ہی ایسے شخص کو کفر کہا جو آنحضرت ﷺ کو اللہ کا آخری نبی نہیں مانتا ☆ اس فتویٰ کفر میں بھی آپ دوسروں سے ممتاز ہیں ایک امتیاز تو یہ کہ مسائل نے منکر ختم نبوت کا حکم دریافت نہ کیا تھا مگر آپ نے خود ہی یہ حکم لگایا ☆ اور ایک امتیاز یہ ہے کہ دیگر علماء منکر ختم نبوت پر فتویٰ لگانے میں پہلے علماء کا حوالہ دیتے ہیں مگر حضرت نے مقلدانہ طرز اختیار کرنے کے بجائے مجددانہ طرز میں پہلے اس عقیدے کی قطعیت ثابت کی پھر اس کے منکر پر فتویٰ کفر لگایا ☆ حضرت کی زندگی میں دمرہ قادیاں کا فتنہ تھا اور نہ ہی کوئی ختم نبوت کا منکر، اُس زمانے میں آپ نے اتنا کام کر دیا، مرزا قادیانی کا فتنہ ابھی میں پیدا ہوا، اگر حضرت کے زمانے میں یہ فتنہ پیدا ہوتا تو پھر خدا جانے آپ کہا کچھ کرتے؟ ان حقائق کی روشنی میں کیا یہ کہنا درست نہیں کہ ”حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نقیہ دامن سے بہت لایعنیہ امام ہیں“؟ ”آپ عقیدہ ختم نبوت کے مجدد ہیں“؟ ”آپ اَمْرُ الْمُؤْمِنِينَ فِی عَقِیدَةِ ختمِ النَّبُوۃِ ہیں“ آپ کا منکر ختم نبوت کہنا ایسے ہے جیسے کوئی امام بخاریؒ کو منکر حدیث کہے۔ والاعول والاقوال والاعمال

ملنے کا ہے

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھانہ گھر کوہر والا

03216432659